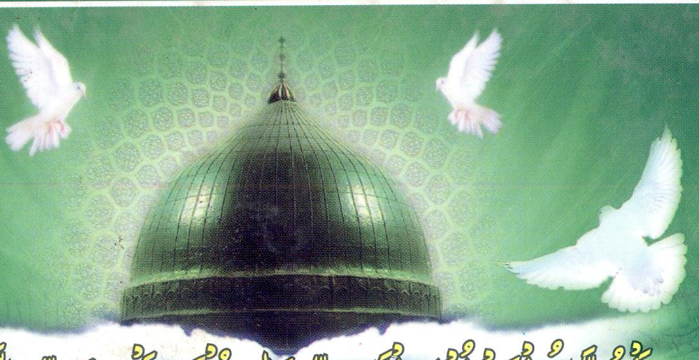


اَلْحُسَامُ الْمَسْلُوْلِ الْقَادِرِیّ عَلٰی مُنْکِرِ قَتْلِ سَابِّ النَّبِیّ

شمشیرِ بے نیام بر گستاخِ بے لگام



مصنف

مولانا سجاد حیدر قادری

مضمون نگار سنی ترجمان کراچی

والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور

الحسام المسلول القادری علیٰ منکر قتل ساب النبی

شمشیرِ بے نیام برگستاخِ بے لگام

عنایتِ خصوصی

جناب دلپذیر اعوان قادری

برادر غازی ملک ممتاز حسین قادری

مصنف

مولانا سجاد حیدر قادری مدظلہٗ العالی

ناشر

واالضحیٰ پبلی کیشنز

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

0300-7259263

نام کتاب	:	شمشیر بے نیام بر گستاخِ بے لگام
موضوع	:	گستاخِ رسول کی سزا
مصنف	:	مولانا سجاد حیدر قادری
نظرِ ثانی	:	مولانا محمد عامر مدنی مدظلہ العالی
زیرنگرانی	:	مولانا محمد صادق المدنی مدظلہ العالی
ناشر	:	محمد زاہد قادری
بتعاون	:	جناب دلپذیر اعوان قادری، مجاہد اہل سنت محمد ارشد قادری (برادر غازی ممتاز حسین قادری)
تعداد	:	2000
قیمت	:	300/-
زیرسرپرستی	:	ثروت اعجاز قادری، میاں عبدالمجید جوئیہ، (سربراہ سنی تحریک)
لیگل ایڈوائزر	:	محمد صدیق الحسنات ڈوگر (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ملنے کے پتے

مکتبہ فیضانِ مدینہ، مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد 0312-6561574، 0346-6021452

دارالاسلام، اردو بازار، لاہور — مکتبہ بہارِ شریعت، لاہور

مکتبہ برکات المدینہ، کراچی — مکتبہ غوثیہ، کراچی

مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد — نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شمشیر بے نیام
بر
گستاخِ بے لگام

فہرست

☆......☆......☆

الانتساب

جرنیل اہلسنت بانی سنی تحریک **محمد سلیم قادری** شہید رحمۃ اللہ علیہ کہ

جنہوں نے جان کی قربانی دے کر بھی اسلام کا پرچم بلند کیا

اور

غازی اسلام جناب **غازی ملک ممتاز حسین قادری** صاحب

جنہوں نے گستاخ رسول کا سر قلم کر کے غلامان مصطفےٰ ﷺ کا سر فخر سے بلند کر دیا

اور

اپنے **والدین** کہ جنکی دعاؤں سے میں اپنے اس نیک مقصد کو پورا کرنے میں

کامیاب ہوا۔

اور

اپنے بڑے بھائی مجاہد اہلسنت جناب **محمد ارشد قادری** صاحب جنکی فرمائش پر میں نے کام شروع کیا اور ہر موڑ پر میری حوصلہ افزائی اور رہنمائی کی میں اپنی اس کاوش کو ان نیک ہستیوں کے نام کرتا ہوں اللہ عزوجل اس کو میرے لئے اور تمام عاشقان رسول ﷺ کیلئے زریعہ نجات بنائے۔

سجاد حیدر قادری
0345=7922641

25 دسمبر 2011ء بروز اتوار

اھداء

جرنیل اسلام

قائد انقلاب اسلامیہ

سربراہ سنی تحریک انجینئر

جناب:

محمد ثروت اعجاز قادری صاحب

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ

لبیک یارسول اللہ قتل کیوں کیا؟ غازی تجھے سلام

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو کیوں قتل کیا گیا۔؟ کیا جو غازی ممتاز حسین نے کیا اسلام اور قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے مگر یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ سلمان تاثیر نے جو کام کیا۔ اسلام اور قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے جب سلمان تاثیر کے قول وفعل پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے اس شخص نے ہر اس قول وفعل کا ارتکاب کیا تھا جو اسے کافر، مرتد اور مباح الدم بنا دیتا ہے مثلاً قرآن کی توہین کرنا، قادیانیوں کو غیر مسلم ماننے سے انکار کرنا [ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ سلمان تاثیر خود بھی قادیانی تھا] قرآن وسنت کی روشنی میں بنائے گئے قانون توہین رسالت سی 295 کو کالا قانون، سخت، ظالمانہ قرار دینا بلکہ اس قانون کی سزا یافتہ مجرمہ آسیہ مسیح کے پاس جا کر اسکی حمایت کرنا اسکی سزا کو غلط قرار دینا، رہائی کا اعلان کرنا، تمام ملکی قانون اور عدالتی ضابطے کی توہین کرتے ہوئے اس گستاخ رسول کو بے گناہ قرار دینا، ہندو عورت سے شادی کرنا، علماء کو جاہل کہنا، مولویوں کے فتوے میرے جوتے کی نوک پر ہیں۔ کیا ایسی غلیظ بکواسات بکنے والا شخص کسی رعایت کا مستحق ہوسکتا ہے؟ جب یہ باتیں سامنے آئیں تو سنی اتحاد کونسل کی جانب سے قانونی چارہ جوئی کی گئی اور صاحبزادہ سید مختار اشرف رضوی صاحب، پیر افضل قادری صاحب، صاحبزادہ سید شاہد حسین گردیزی صاحب ودیگر رفقاء کی مدعیت میں تھانہ

سول لائن لاپور میں رجوع کیا گیا تو یہ کہہ کر کاروائی سے انکار کر دیا کہ گورنر قانون سے بالاتر ہوتا ہے۔ بار بار ریلیوں احتجاجی مظاہروں، قراردادوں کے ذریعے توجہ دلائی گئی لیکن ملک اور اسلام کی محبت کا دم بھرنے والے جمہوریت کے دعویدار سیاستدانوں صدر آصف علی زرداری، وزیراعظم یوسف رضا گیلانی میاں نواز شریف، شہباز شریف، الطاف حسین مولوی فضل الرحمٰن، اسفند یار ولی عمران خان سمیت کسی نے توجہ نہ کی کروڑوں مسلمانوں کی آواز کو نہ سنا اس گستاخ رسول کے خلاف نہ تو بیان کیا اور نہ ہی اس کو کام سے رکنے کا مشورہ دیا نہ عدلیہ نے ایکشن لیا نہ فوج نے اس کی زبان بند کی تو وقت اور حالات سے مجبور ہو کر راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے کمانڈو کے ایک نوجوان غازی ملک محمد ممتاز حسین قادری صاحب جو کہ سلمان تاثیر کے ساتھ پہلے بھی ڈیوٹی کر چکا تھا لیکن پہلے وہ گورنر تھا اب وہ گستاخ رسول کے نقش قدم تھا اس لئے اس عاشق رسول نے تاثیر کا کام تمام کر دیا گو زرداری گو کے نعرے لگانے والی ن لیگ نے ناموس رسالت کے لئے کیا قرار ادا کیا زرداری صاحب کی توہین پر ایم کیو ایم نے ریلی نکالی پیپلز پارٹی نے مذمتی قرارداد منظور کی لیکن ناموس رسالت پر خاموش کیوں رہے، پاکستان بچاؤ تحریک چلانے والے عمران خان صاحب ناموس رسالت بچاؤ تحریک کیوں نہ چلائی اسفند یار ولی صاحب اور مولوی فضل الرحمٰن کو کس نے خاموش کروا دیا تھا عمران خان صاحب سمیت تمام سیاسی لیڈر مذہب اور اسلام کے لئے نہیں بلکہ اقتدار کے لئے جدوجہد کر

رہے ہیں یہ لیڈر اور شیخ الاسلام کہلانے والے کرائے کے مولوی حصول مال کے لئے تحفظ ناموس رسالت، نظام مصطفیٰ جیسے اہم ایشو کو دبانے کی کوشش کر رہے ہیں لہٰذا اب ہمیں ایسی سیاسی پارٹی کا انتخاب کرنا ہوگا جس کی سیاست اسلاف کے کردار کے مطابق ہو جس کے اہم مقاصد تحفظ ناموس رسالت تحفظ نظریہ پاکستان نفاذ نظام مصطفیٰ ہے وہ جماعت سنی اتحاد کونسل ہے.جس نے ہر دور میں نقصان اٹھا کر بھی حق کی بات کی اگر آپ چاہتے ہیں کہ ناموس رسالت کا عظیم سپاہی غازی ملک ممتاز حسین قادری رہا ہو ملک میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ ہو نظریہ پاکستان کا دفاع ہو ہر پاکستانی کو اس کے حقوق ملے ہمارا ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو تو پھر صوفیاء کی سوچ رکھنے والی سنی اتحاد کونسل کو کامیاب کروائیں کیونکہ کئی سال نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کے ساتھ رہ کر جن کرپٹ حکمرانوں نے ملک کو لوٹا وہی اب عمران خان کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں لہٰذا اب ہمیں قومی سوچ رکھنے والی سنی اتحاد کونسل کے مخلص لیڈروں کو آگے لانا ہو گا۔

سجاد حیدر قادری

ہارون آباد

منجانب:۔ **سنی تحریک**

تقریظ جلیل

عاشق صادق، مجاہد ملت اسلامیہ

غازی ملک **ممتاز حسین قادری** سلمہ الباری

سینٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

پیارے بھائی محترم سجاد حیدر قادری!

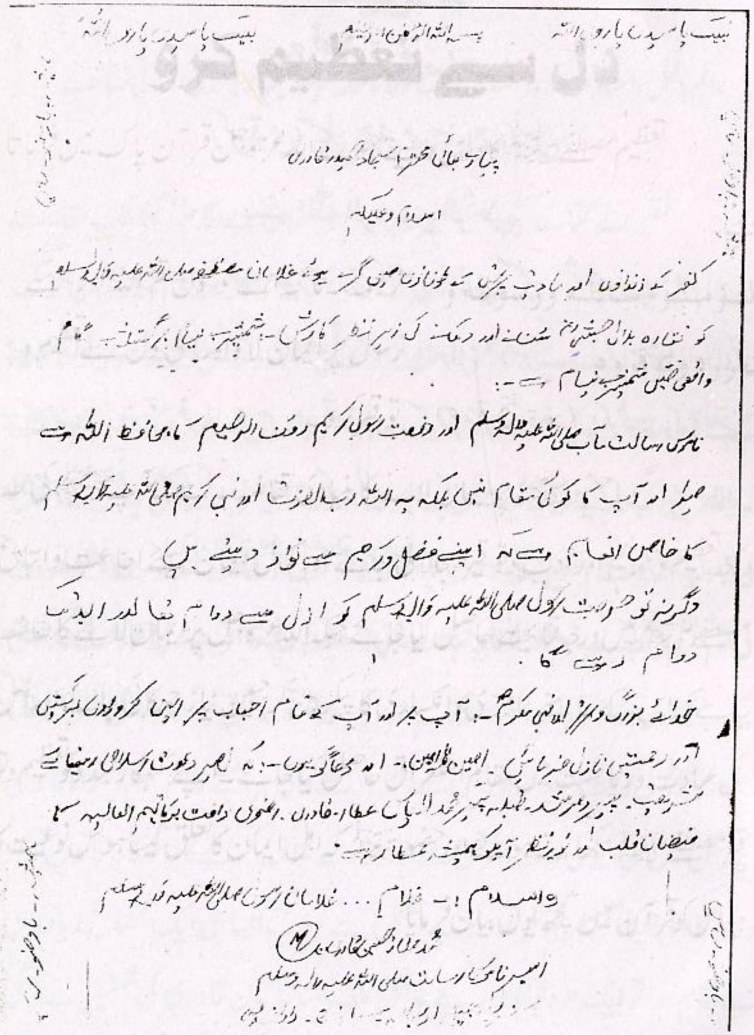
السلام علیکم

کفر کے زندانوں اور مادیت پرستوں کے طوفانوں میں گھرے ہوئے غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نقارۂ بلال حبشی رضی اللہ عنہ سنانے اور دکھانے کی زیر نظر کاوش ''شمشیر بے نیام بر گستاخ بے لگام'' واقعی میں شمشیر بے نیام ہے، ناموس رسالت اور **رفعت رسول کریم** رؤف رحیم کا محافظ **اللہ** عزوجل ہے میرا اور آپ کا کوئی مقام نہیں بلکہ یہ اللہ رب العزت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاص انعام ہے کہ اپنے فضل وکرم سے نواز دیتا ہے۔ وگرنہ تو حرمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ازل سے دوام تھا اور ابد تک دوام رہے گا۔

خدائے بزرگ و برتر اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ پر اور آپ کے تمام احباب پر اپنی کروڑوں برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین ثم آمین

اور دعا گو ہوں کہ امیر دعوت اسلامی رہنمائے شریعت پیر و مرشد قبلہ پیر **محمد الیاس عطار** قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کا فیضان قلب اور نور نظر آپ کو ہمیشہ عطا رہے۔ آمین

عکس تقریظ غازی ممتاز حسین قادری


بیت یا سیدی یا رسول اللہ   بسم اللہ الرحمن الرحیم   بیت یا سیدی یا رسول اللہ

پیارے بھائی محترم سجاد حیدر قادری

السلام و علیکم

کفر کے زندانوں اور مادیت پرستوں کے طوفانوں میں گھرے ہوئے غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نقارہ بلال حبشی رضی اللہ عنہ سنانے اور دکھانے کی زیر نظر کاوش۔ شمشیر بے نیام بر گستاخ بے لگام واقعی ہی شمشیر بے نیام ہے:-

ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رفعت رسول کریم روف الرحیم کا محافظ اللہ جل جلالہ اور آپ کا کوئی مقام نہیں بلکہ یہ اللہ رب العزت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص انعام ہے کہ اپنے فضل و کرم سے نواز دیتے ہیں

وگرنہ تو حرمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ازل سے دوام تھا اور ابد تک دوام رہے گا۔

خدائے بزرگ و برتر اور نبی مکرم آپ پر اور آپ کے تمام احباب پر اپنی کروڑوں برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ اور دعا گو ہوں۔۔ کہ امیر دعوت اسلامی رہنمائے شریعت۔ پیر و مرشد۔ قبلہ پیر محمد الیاس عطار۔ قادری۔ رضوی دامت برکاتہم العالیہ کا فیضان قلب اور نور نظر آپ کو ہمیشہ عطا رہے۔

والسلام :- غلام ۔۔۔ غلامان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد ممتاز حسین قادری

اسیر ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سنٹرل جیل اڈیالہ ۔ راولپنڈی

تقریظ

حاجی فضل کریم صاحب

رکن قومی اسمبلی چیئرمین سنی اتحاد کونسل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزم مولانا سجاد حیدر قادری کی محررہ کتاب مسمی شمشیر بے نیام چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کرنے کا موقع میسر آیا مولانا موصوف نے تمام شواہد و دلائل بڑی محنت سے جمع فرمائے ہیں اور تصنیف کے تمام قواعد وضوابط کو ملحوظ رکھا ہے۔ عاشقان مصطفٰی ﷺ کی داستانوں کو مدلل بیان کیا ہے۔ یقیناً یہ کتاب اپنا مطالعہ کرنے والوں کے لئے حقیقی عشق مصطفٰی ﷺ کا زبردست پیغام ہے اور عقیدہ اہل سنت کی عملی عکاسی ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں دعا ہے مولانا موصوف کے علم وقلم میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

تقریظ

عالم باعمل، استاذ العلماء، حضرت علامہ **مولانا محمد عبد الجبار** قادری المدنی صاحب

کھڑیانوالہ (فیصل آباد)

فقیر نے کتاب مسمی ''شمشیر بے نیام برگستاخ بے لگام'' کو مختلف مقامات سے ملاحظہ کیا اور اسکو خوب سے خوب تر محسوس کیا۔ مؤلف نے انداز بیان خوب اختیار کیا ہے سب سے پہلے قرآن وسنت اور اقوال فقہاء وفتاوٰی سے ناموس رسالت کے متعلق وضاحت کی اور اسکو شہدائے اسلام اور غازیان اسلام کے ذکر کے ساتھ مزید مزین کیا ہے۔ یقیناً یہ اسلوب نہایت عمدہ وخوش کن ہے اس پرفتن دور میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ناموس پر مختلف اطراف اور مختلف انداز سے حملے کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور یہ حرکات شنیعہ وقبیحہ سچے عاشق رسول اور محبّ صادق کے لئے نہایت اضطراب کا باعث ہے اور غیرت مند عاشق ہرگز برداشت نہیں کرسکتا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ اور اس سے تعلق رکھنے والی ہر شئے کا احترام (خواہ قانون کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو) فرض ہے اور جو اسکے خلاف کرے گا اسکو کالا قانون قرار دے گا وہ یقیناً گستاخ ومرتد واجب القتل ہے جب ایسا ہی ایک گستاخ زیادہ ہی بے لگام ہوا تو ایک مرد مجاہد اور سچے عاشق ملک ممتاز حسین قادری کی شمشیر نے اسکی گردن کو تن سے جدا کر دیا اور اسکو واصل جہنم کیا اور یہ کتاب ایسے ہی شہداء اور

غازیان اسلام کے تذکرے کررہی ہے بالخصوص ممتاز قادری کے احوال پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اللہ مؤلف کی سعی جمیل میں برکت ومقبولیت عطا فرمائے۔ اور ہماری نسلوں کو ناموس رسالت کے محافظوں مجاہدوں اور غازیوں کی صف میں شامل فرمائے۔ آمین

تقریظ

استاذ العلماء فاضل جلیل وعالم نبیل حضرت علامہ مولانا **محمد صادق قادری** ڈیروی صاحب

(خطیب مرکزی جامع مسجد بہار مدینہ۔ رضا آباد فیصل آباد)

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین اما بعد

فقیر نے محترم مولانا سجاد حیدر قادری صاحب کی مرتب کردہ کتاب شمشیر بے نیام بر گستاخ بے لگام کو چیدہ چیدہ مقامات سے ملاحظہ کیا۔ ماشاء اللہ موصوف نے بڑی محنت سے ناموس رسالت کا تحفظ کرنے والے اور اس کے لئے اپنے تن من دھن کی بازی لگا دینے والے عاشقان رسول ﷺ کے حالات کو دلنشین انداز میں بیان کرنے کی عمدہ سعی فرمائی ہے۔ فاضل نوجوان نے اپنے قارئین کے دلوں کو گرمانے اور ان کے اندر یہ جذبہ وارفتگی پیدا کرنے کی کاوش کی ہے کہ

بتلا دو گستاخ نبی کو غیرت مسلم زندہ ہے
دین پہ مرمٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

اللہ تعالیٰ مولانا سجاد حیدر قادری صاحب کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے اور انہیں سعادت دارین سے مالا مال فرمائے۔

(آمین بجاہ النبی الامین ﷺ)

تقریظ

حافظ محمد شاہد حسین قادری صاحب

ایڈیٹر: ماھنامہ سنی ترجمان کراچی

محبت واطاعتِ رسول وہ آب حیات ہے جس سے جاں بلب مریضوں کو شفا نصیب ہوئی۔

مصطفیٰ کریم ﷺ کے فیض وکرم نے ان اقوام کو حیات نو اور عملِ پیہم جیسی نعمت سے سرفراز کیا جو اپنی فکری وعلمی انحطاط کے سبب شاہراہ زندگی پر شکست سے دوچار تھیں۔ ان کی حقیقی کامیابی کا راز قرآن نے نوع انسان کو یہ باور کرایا کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مستحق وہی ہیں جنھوں نے عشق رسول کو اپنا مقصدِ حیات بنایا۔

بقول اقبال

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ھمہ اوست
گر باو نرسیدی تمام بولہبی است

زبان مافی الضمیر کی ترجمان اور دل کے پوشیدہ جذبات کے فطری احساسات کے اظہار کا وسیلہ اور خیالات کے بیان کا ذریعہ ہے۔ علم ودانش، حکمت ود

انائی، تصور و آگہی کے سوتے پھوٹتے تو دل ودماغ سے ہیں مگر ابلتے زبان ہی سے ہیں۔ جس نے کہا بجا کہا ہے کہ زبان کی کاٹ تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ زبان ہی ہے کہ جب کسی کے دل میں غیرت وحمیت اور عشق ومحبت کا الاؤ روشن کرتی ہے تو وہ آندھیوں سے ٹکرا جاتا ہے، طوفان کے آگے ڈٹ جاتا ہے۔ اس کی راہ میں ہمالیہ بھی آجائے تو اسے پاؤں کی ٹھوکر سے پرے ہٹا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ موت سے کھیل جاتا ہے۔ اس کتاب میں محترم علامہ سجاد قادری نے عاشقانِ رسول کو اپنا موضوع بنایا ہے۔

تحفظ ناموس رسالت اور عاشقانِ رسول کے ایمان افروز واقعات پر اگرچہ علماء نے بہت کچھ لکھا ہے مگر یہ کتاب شمشیر بے نیام اسی سلسلہ کی حسین کڑی ہے۔ جس میں محترم سجاد قادری نے بھی ایک مستحسن کوشش کی ہے اور قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور احادیث طیبہ، صحابہ وبزرگان دین اور فقہائے کرام کے اقوال وفتاوی اور آخر میں غازیانِ اسلام کے ایمان افروز واقعات شامل کیے ہیں۔

علامہ سجاد کی یہ کوشش قابلِ تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور لوگوں کی راہنمائی وہدایت کا باعث بنائے اور محترم سجاد قادری کو اس کوشش پر اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

تقریظ

ڈاکٹر محمد سعید طاہر

کالم نگار روزنامہ **امن** فیصل آباد
جوائنٹ سیکٹری فیصل آباد یونین آف جرنلٹس
ایگزیکٹو ممبر فیصل آباد کالم نویس ایسوسی ایشن

جناب سجاد حیدر قادری صاحب!

آپکی تصنیف لطیف ''شمشیر بے نیام بر گستاخ بے لگام'' پڑھی اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت عمدہ پایا جو گم راہ 295c کو حدف تنقید بناتے ہیں ان کے لئے یہ کتاب واقعی ''شمشیر بے نیام'' سے کم نہیں۔ اللہ رب العزت آپ کے علم وعمل وعمر میں برکت عطا فرمائے۔

آمین

تقریظ

چوہدری محمد احمد صاحب

(پرنسپل/ڈائیریکٹر چناب کالج فیصل آباد)

السلام علیکم!

آپ کی تصنیف ''شمشیر بے نیام بر گستاخ بے لگام'' پڑھی۔ جس میں نے آپ نے قرآن، احادیث، آئمہ وفقھاء کے فتاویٰ اور تذکرہ غازیان اسلام کیا۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کے مقابلے کے میدان میں جہاں پر ہم اور آپ لوگ بس رہے ہیں کچھ لوگ ایسے بھی نظر آتے ہیں کہ بیساختہ زبان پر ان کے لیئے داد تحسین کے کلمات جاری ہو جاتے ہیں اور حضور ﷺ کی خصوصی نظر کرم سے انکی زندگی قابل صد رشک بن جاتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے فیضان سے آپ بھی ان ہی خوش نصیبوں میں سے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے عشق رسول ﷺ کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ المختصر آپ کی کتاب کی تعریف میں چند جملے کہنے کیلئے میرے قلم کے پاس طاقت نہیں۔ خدا کرے آپ کا عشق مصطفی ﷺ قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ظاہری وباطنی علوم میں ترقی عطا فرمائے۔

(آمین) اور آپ مزید پیش رفت جاری رکھیں۔

تقریظ

محمد صدیق الحسنات ڈوگر صاحب

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
ممبر انٹی کرپشن / ڈسپلری کمیٹی ڈی۔ بی۔ اے فیصل آباد

میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ آج میرے دل و دماغ میں جو سوال زبردستی اٹھا ہے اسکا جواب چند ہی منٹوں میں ذات باری سے اس کتاب کی صورت میں مل جائے گا کیونکہ آج مؤرخہ 4/1/2012 کو روز نامہ ایکسپریس میں ایک اشتہار چھپا ہے جسکے سب سے اوپر لکھا ہوا ہے [شہید انسانیت سلمان تاثیر] اور نیچے موصوف کا فوٹو چھپا ہوا ہے اور اسکے لئے جنت الفردوس میں اعلی مقام کی دعا کی گئی ہے جسے پڑھنے کے بعد میں سوچوں میں گم ہو گیا اور یہ سوال ذہن میں پیدا ہوا کہ اگر سلمان تاثیر گستاخ رسول شہید انسانیت ہے فقط اس لئے کہ وہ دنیا کے لوگوں میں ایک اعلی عہدے [گورنر] پر فائز تھا اور دنیا والوں نے اسے شہید انسانیت کا خطاب دے ڈالا تو بارگاہ نبوت میں غازی ممتاز حسین قادری کا مقام و مرتبہ کیا ہوگا؟ ابھی اسی سوچ میں تھا کہ جناب سجاد حیدر قادری صاحب میرے دفتر تشریف لائے اور خوبصورت دلپذیر کتاب کی زیارت سیب سیراب کر گئے اور مجھے میرے سوال کا جواب مل گیا کہ حضور ﷺ کے عاشقوں کا مقام کیا ہوتا ہے۔

عرض منصف

امام الانبیاء سید المرسلین ﷺ کے حق کے ساتھ مبعوث ہونے تک یہ طریقہ رائج تھا کہ مختلف انسانی گروہ اور قومیں اپنے اپنے نبیوں اور بانیان مذاہب کو ہی مانتے تھے کسی اور کی تقلید پر قطعاً رضامند نہ ہوتے تھے۔ مثلاً یہودیوں کیلئے صرف بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کو ماننا ضروری تھا عیسائی صرف عیسٰی ابن مریم کو مان کر اپنے آپ کو سب کچھ سمجھ بیٹھے تھے۔ ہندو سری کرشن رام چند گاؤ ماتا اور دیوتاؤں کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے۔ آتش پرست آگ کے علاوہ کسی دوسری شخصیت کے پابند نہیں تھے۔ لیکن قربان جاؤں دین اسلام پر کہ مسلمانوں کیلئے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کی طرح انبیاء سابقین پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ سرکار مدینہ ﷺ کی ذات والا صفات جو ہر چھوٹی و بڑی نعمت کی تخلیق اور فروغ کا باعث ہے جس کے توسل سے انسان ظلمتوں اور تاریکیوں میں بھٹکنے کے بجائے صراط مستقیم پر آئے اور روشن و منور راہوں پر گامزن ہو کر معرفت الٰہی کے جام نہ صرف خود بلکہ دوسروں کو بھی اس کیفیت و مستی سے آشنا کرے۔ اپنے من میں ڈوب کی حقیقت کائنات تک پہنچ جائے اور ایسی ذات جس کے سبب اس کے دل کی وادی نور الٰہی سے جگمگا اٹھے اس کا سر معبود حقیقی کے ہی سامنے خم ہونے لگے۔ حتٰی کہ جس کے زریعے دولت ایمان بھی ملے دولت عرفان بھی جو ہر عقیدے کا مبدا بھی ہو اور منتہا بھی اور وہ ذات جسکی خود

خالق کائنات نے بھی مداح کی ہو اور توصیف بھی ۔ جو اسکی تخلیق کا سب سے بڑا شاہکار ہو ایسی ذات کی گستاخی و بے ادبی اور تحقیر و تنقیص ایک مومن کو بھی کبھی گوارا نہیں ہوسکتی تو خود باری تعالی کو اپنے محبوب ﷺ کی شان میں ادنیٰ سی بھی گستاخی کیسے گوارا ہوسکتی ہے ۔ اسی وجہ سے 30 اکتوبر 1990ء کو عدلیہ نے قرآن وحدیث اور ائمہ کرام کے فتاویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے گستاخ رسول کے لئے 295c مقرر کر کے مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی لیکن گزشتہ چند صدیوں کے دوران مذہبی دل آزادی اور نبی ﷺ کی اہانت نقطہ نظر سے لکھی اور طبع ہونے والی کتب رسائل و جرائد اخبارات میں چھاپے جانے والے خاکے کاٹون اور اس نوعیت کے پے در پے واقعات پھر بعض مسلمان کہلوانے والے نام نہاد سیاست دانوں کے قانون توہین رسالت 295C کو ختم کرنے یا ترمیم کرنے کے دل خراش بیانات کا ناقدانہ جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسیح مورخین ، اہل ہنود اور یہودی مصنفین کی جانب سے مسلمانوں کے جذبات اور انکے تاریخی مقدس ورثے کا مذاق اڑانا تو ایک مستقل روایت بن چکی ہے ۔ تاہم چند مذہب سے بیزار اہل مغرب کے ڈالروں پر پلنے والے نہاد ماڈرن مولوی حضرات مختلف نیوز چینلز کی پردہ سکرین پر آکر ان گستاخان رسول کی معاونت پر کمر بستہ نظر آنے لگتے ہیں ۔ مختلف وقفوں کے بعد کوئی نہ کوئی تنگ نظر گستاخ اہل قلم نبی کریم ﷺ کی شان میں یا وہ گوئی دریدہ دہنی اور تاریخی حقائق میں تحریف وتقصیر کی جسارت بے جا کا مرتکب ہوتا رہتا ہے جس سے

دنیائے اسلام میں غم وغصے کی لہر دوڑ جاتی ہے ۔ اور مسلمانوں کے نازک آبگینوں کو سخت ٹھیس پہنچتی ہے ۔ ہر محب رسول کا دل خون کے آنسوں روتا ہے اور جذبہ انتقام کا سمندر بحر بے کراں کی صورت میں ٹھاٹھیں مارتا ہے مسلمان اپنے نبی ﷺ کی محبت میں جلسے جلوس اور ہڑتالوں کی صورت میں باہر نکلتے ہیں لیکن بدقسمتی سے جلوسوں اور ہڑتالوں کی قیادت کرنے والے قاعدین وزعماء کی کم علمی یا لاشعوری کی وجہ سے گستاخان رسول کی سزا کی تعین کرنے میں گم راہ نظر آتے ہیں ۔ اور اخبارات اور نیوز چینل کو یہ بیانات دیے جاتے ہیں کہ گستاخ رسول معافی مانگیں ، اگر معافی مانگے تو انہیں معاف کر دیا جائے گا ۔ بعض اوقات تو نام نہاد مسلمان سیاستدان بیرونی آقاؤں کی خوشنودی کیلئے ملکی عدالتوں کے احکامات کو پس پشت ڈالتے ہوئے خود ہی گستاخ رسول کے لیئے معافی کا پروانہ جاری کر دیتے ہیں ۔ حالانکہ علماء سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات کے علاوہ کوئی یہ جرم معاف نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی کو معافی کا حق دیا جا سکتا ہے اس قسم کے فکری زوال وانحطاط کے دور حاضر میں درپیش مسئلہ کہ گستاخ رسول کی سزا کیا ہے؟ کو دلائل وبراہین سے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہیں اس تحریر میں آیات قرآنی احادیث نبوی ﷺ اقوال صحابہ اور فتوی اہلسنت سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے گستاخ رسول کی سزا موت ثابت کیا گیا ہے اور ملک پاکستان میں گستاخ رسول کیلئے بنایا گیا قانون 295C کو قرآنی قانون ثابت کیا گیا ہے ۔

اس مختصر تحریر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلے باب میں تعظیم وتوقیر مصطفےٰ ﷺ بیان کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں آیات قرآنی سے 295C کا ثبوت پیش کیا گیا ہیں۔

تیسرے باب میں احادیث مصطفےٰ ﷺ سے 295C کا ثبوت پیش کیا گیا ہیں۔

چوتھے باب میں عمل صحابہ و بزرگان دین اور فقہائے کرام رحمھم اللہ کے اقوال اور فتاوٰی سے 295C کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

اور آخری اور پانچویں باب میں غازیان اسلام کے ایمان افروز واقعات شامل کیئے گئے ہیں۔

(اللہ عزوجل ہمیں ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کیلیئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔)

سجاد حیدر قادری

25دسمبر2011ء

باب اول:

تعظیم و توقیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہمیں اپنی اذہان وقلوب میں اپنی حقیقت کو جاگزیں کر لینا چاہئے کہ حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر ہی اصل ایمان ہے رسول اللہ ﷺ کی الفت ومحبت ایک مومن کیلیئے سرمایہ جان ہے کوئی شخص حضور ﷺ کی نبوت ورسالت اور آپ ﷺ کی ختم نبوت پر اعتقاد رکھے اور قرآنِ کریم کو اللہ عزوجل کی نازل کردہ کتاب مانے اللہ عزوجل کی وحدانیت والوہیت اور ربوبیت پر بھی ایمان لائے اور یوں جملہ عقائد اسلامیہ کو تصدیق بالقلب کے تسلیم کرے لیکن حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر پر ایمان نہ رکھے حتٰی کہ اسکا انکاری ہو اور اسے ضروری نہ سمجھے یا اس کا تارک ہو تو وہ سب باتیں ماننے کے باوجود صریحا کافر ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ تعظیم وتوقیر مصطفےٰ ﷺ ضروریات دین میں سے ہے اور درحقیقت یہ اصل ایمان ہے۔ یہاں ایک انتہائی نکتہ عرض کرتا چلوں تا کہ کسی کو غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے وہ یہ کہ حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم ادب واحترام اصل ایمان ہے اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کامل ایمان کی پہچان ہے۔ اگر کوئی شخص اعتقاداً نہیں بلکہ عملاً اسوہ مصطفےٰ ﷺ کا تارک ہے تو ناقص ایمان والا ہے اور اس کے برعکس اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم اور ادب واحترام کا تارک ہے تو ناقص الایمان نہیں بلکہ خارج از ایمان اور کافر ہے

خلاصہ کلام یہ کہ آپ ﷺ کا تارک کافر اور آپ ﷺ کے عطا کردہ اعمال و سنن جن کی اتباع لازم ہے انکا ترک فسق وفجور اور حرام ہے۔

تعظیم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم واجب ھے

حضور ﷺ کی تعظیم کی بجا آوری امت پر آپ ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق ہے اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

انا ارسلنٰك شاهداً ومبشرًا ونزيرا لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزره وتوقروه.(سورة الفتح)

ترجمہ: بیشک اے محبوب ﷺ ہم نے تمہیں حاضر وناظر خوشخبری اور ڈر سناتا ہوا بھیجا کہ (لوگو) تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اسکے رسول کی تعظیم وتکریم کرو۔

اس آیت میں اللہ عزوجل نے حضور کریم ﷺ کی عظمت وفضیلت کو اجاگر کرنا چاہا تاکہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجائے کہ رسول اللہ ﷺ کو مبشر نزیر مرکز ایمان اور باعث ایمان الٰہی اتنی شانوں کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ لوگ اتنی ارفع واعلیٰ شانوں اور عظمتوں والے رسول ﷺ کی تعظیم وتوقیر کریں۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے تعظیم ہمیشہ کسی کی عظیم المرتبت کی ہی کی جاتی ہے تعظیم معظم کا تقاضہ کرتی ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس ذات جس کی تعظیم کی جاتی ہے اسکی عظمت وفضیلت معلوم نہ ہوجائے یہی سب تھا اللہ عزوجل

نے پہلے اپنے محبوب کی عظمتوں اور رفعتوں کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی بیان فرمایا تاکہ مسلمان اپنے نبی کی تعظیم کو عام انسانوں جیسا نہ سمجھیں۔

دل سے تعظیم کرو

تعظیم مصطفےٰ ﷺ کا درس دیتے ہوئے اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے:

لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزره وتوقروه

ترجمہ:۔تاکہ اے لوگوں تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور انکی دل سے تعظیم وتوقیر کرو۔ (سورۃ الفتح، ۴۸:۹)

گویا حضور ﷺ پر ایمان لانے کا بنیادی تقاضہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حد درجہ تعظیم وتکریم اور ادب وتوقیر بجالائی جائے اور کمال ایمان کیلئے اطاعت واتباع مصطفےٰ ﷺ میں درجہ فنائیت حاصل کیا جائے جبکہ اللہ عزوجل پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے سامنے عاجزی وانکساری کا پیکر بن کر جبین نیاز جھکائی جائے اور اس کی عبادت وریاضت میں مقام استغراق حاصل کیا جائے۔ اپنے گنہگار بندوں کو تعظیم وتوقیر مصطفےٰ ﷺ سکھاتے ہوئے اور حضور ﷺ کہ اہل ایمان کا تعلق کیسا ہو کس نوعیت کا ہو اس کو قرآن میں کچھ یوں بیان فرمایا:

فالذین امنو بهٖ وعزروہ ونصروہ واتبعو االنور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون. (سورة الاعراف)

ترجمہ: پس جولوگ اس رسول پر ایمان لے آئے اوراسکی تعظیم کی اس کے دست بازو بن گئے اورانکی مدد کی اوراس نور کی اتباع کی جواس کے ساتھ اتارا گیا یہی وہ لوگ ہے جواپنی مراد کو پہنچے۔

قرآن کریم نے یہاں واضح کردیا کہ حقیقی فلاح وکامیابی ان لوگوں کا مقدر ہے جنہوں نے اپنے اندر نسبت مصطفےٰ ﷺ کو پختہ کرلیا اور آپکی تعظیم وتکریم اورادب واحترام بجالانے کی وجہ سے مزین ہوگئے۔ آپ کے لائے ہوئے دین کی ترویج وفروغ کیلئے تگ ودو کی اورنورقرآن کی پیروی کی یقیناً ایسے لوگ کامیابی وکامرانی کی منزل پائیں گے، دنیا وآخرت میں سرخرو ہوں گے۔ بصورت دیگر اللہ عزوجل کے قہروجلال کودعوت دینے والا ہوگا۔ تعظیم رسول ﷺ زمان ومکان کی قیودات اورشرائط سے ماوراء ہے۔ ہر دور میں امت مسلمہ اسے بجالاتی رہی ہے اور رہے گی خواہ آقائے دوجہان ﷺ کی ظاہری حیات ہوخواہ اسکے بعد کی زندگی ہو ہر حال میں امت پرلازم ہے اسی سے امت کے مردہ دلوں میں زندگی ہے اورجوں جوں یہ زیادہ ہوتی جائے گی ایمان کا نوربھی بڑھتا رہے گا امت مسلمہ تاریکی وظلمت کے اندھیروں سے نجات پائے اوراسکی افزائش میں مسلسل اضافہ ہوگا۔ علامہ اسماعیل حقی امت مسلمہ پرتعظیم رسول کے وجوب کا تصور یوں بیان کرتے ہیں۔

انہ یجب علی الامة ان یعظموہ علیه السلام و یو قروہ جی جمیع الاحوال فی حال حیاتہ و بعد وفاتہ فانہ بقدر از دیا و تعظیمه و توقیرہ فی القلوب یزدار نور الایمان

(تفسیر روح البیان 216:7)

جب حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ اوروصال کے بعد تمام احوال میں آپ کی تعظیم وتوقیر بجالانا امت پرواجب ہے کیوں کہ دلوں میں جتنی حضور ﷺ کی تعظیم بڑھے گی اسی قدر نورایمان بڑھے گا۔ روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ تعظیم مصطفےٰ ﷺ سے نورایمان بڑھتا ہے جس قدر تعظیم مصطفےٰ ﷺ میں اضافہ ہوگا اسی قدر نورایمان سے دل جگمگائے گا دلوں کی ظلمت وتاریکی جھٹ جاتی ہے اوریوں قوت ایمان سے روشن وتابیاں ہوجاتے ہیں۔

جان ومال تعظیم مصطفےٰ ﷺ پرقربان:

ہر امتی کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ آقائے دوجہان ﷺ کی تعظیم وتوقیر بجالائے اور ہرطرح سے اس کا اہتمام کرئے۔ ایمان کی لذت وحلاوت اورچاشنی سے وہی لوگ شناسا ہوتے ہیں جوعزت وتوقیر تعظیم وتکریم ادب واحترام اورذکر مصطفےٰ ﷺ کی بلندی ورفعت کیلئے اپنی جان ومال سے گزجاتے ہیں اورانکا کامل نظریہ بن جاتا ہے کہ سب کچھ جاتا ہے توجائے مگر سرور دوجہان ﷺ کی عزت وناموس پرکوئی حرف نہ آئے۔

ازالۂ وہم:

تعظیم رسول کی اس بحث سے ذھن میں یہ وھم جنم لے سکتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی تعظیم کی کوئی حد ہی نہ رہی تو پھر عبادت اور تعظیم میں فرق ہی کیا رہا؟

جبکہ عبادت تو صرف اللہ عزوجل ہی کی جائز ہے اور وہی مستحق عبادت ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ تعظیم عبادت کے درجے میں اس وقت داخل ہوگی جب یہ حد سے بڑھ کر کی جائے حد سے بڑھ جانا تجاوز کر جانا اسی وقت ممکن ہے جب کسی چیز کی کوئی حد معلوم ہو چونکہ حضور ﷺ کی تعظیم کی سرے کوئی حد نہیں اس لیے تعظیم رسول میں جہاں تک جائیں وہ فقط تعظیم ہی رہے گی عبادت نہیں بنے گی۔ مزید یہ کہ اعتقاد رہے کہ حضور ﷺ اللہ عزوجل عبد مقرب ہے معبود نہیں تو پھر جو بھی معاملہ ہو گا عبدیت کا معاملہ ہوگا وہ عبدیت کاملہ کا ہوگا۔ جہاں تک حضور ﷺ کی تعظیم کی جائے وہ تعظیم ہی رہے گی اسی سبب سے تعظیم رسول کیلئے حد کا تعین نہیں کیا گیا۔

امت پر تعظیم نبی ﷺ فرض ہے:

نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر ادب واحترام امت مسلمہ پر فرض ہے حقیقتاً تعظیم رسول ہی دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہے۔

امام نبہانی جواہر البحار میں نقل کرتے ہیں:

اوجب علينا تعظيمه و توقيره و نصرته محبة والادب معه.

(جواہر البحار 3:251)

اللہ عزوجل نے ہم مسلمانوں پر حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم عزت وتوقیر مدد و نصرت، عشق ومحبت اور ادب واحترام واجب کیا ہے۔

جی ہاں آقائے نامدار مدینے کے تاجدار ﷺ کے امت مسلمہ پر جو حقوق ہیں ان میں مذکورہ بالا حقوق بھی ہے ان ادائیگی سے روح مصطفےٰ ﷺ کو راحت وسکون نصیب ہوتا ہے اور انکی عدم ادائیگی روح مصطفےٰ ﷺ کو اذیت اور تکلیف پہنچانے کے مترادف ہے اسی لیے ہر امتی پر واجب ہے کہ وہ ہر حال میں ایسا عمل بجالائے جس سے تعظیم وتکریم مصطفےٰ ﷺ کی جھلک نظر آئے۔ گستاخ رسول ٹولہ وہابیہ کا امام ابن تیمیہ اپنی کتاب الصارم المسلول میں لکھتا ہے۔

لا نا نفسك الدنيا ونبذل الا موال تعزير الرسول و تو قير ه ورفع ذكره و اظهار شرفه و علوقدره.

(الصارم المسلول 207)

ہم (اہل ایمان) حضور ﷺ کی بڑائی بیان اور آپ کی تعظیم وتکریم اور آپ کی بزرگی وعظمت کو ظاہر کرنے اور آپ کی علوقدر ومنزلت میں اپنے خون بہاتے ہیں اور اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔

الحمدللہ عزوجل امت مسلمہ تعظیم رسول ﷺ کے حوالے سے اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داری سے غافل نہیں بلکہ اسکی ادائیگی کیلئے ہر لمحہ کوشاں وکمربستہ ہے۔

ابن تیمیہ مذید لکھتا ہے:

يو جب صون عرفه بكل طريق.

(الصارم المسلول 209)

حضور ﷺ کی عزت وتعظیم کی حفاظت ہر طریق سے کرنا واجب ہے یعنی کوئی ایسی گھڑی نہیں جس میں یہ فرض اٹھ جائے بلکہ ہمہ وقت موجود ہے اسکی ادائیگی کیلئے ہر امتی ہر وقت کوشاں رہنا چاہئے اس فرض کو نبھانے ہی سے بندہ رضائے الٰہی پاسکتا ہے

قرآن سکھاتا ہے تعظیم رسول ﷺ:

نبی رحمت ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور آپ کیلئے کلمات ادب عرض کرنا تقاضائے ایمان ہے۔جس لفظ میں ترک ادب کا ذرا سا بھی شائبہ ہو وہ زبان پر لانا بھی ممنوع وحرام ہے یہی تعلیمات قرآن کا مغز اور خلاصہ ہے۔قرآن پاک نے ہر مقام میں ہر لفظ میں آقائے دو جہان ﷺ کی عزت وتوقیر اور تعظیم وتکریم کا پاس ولحاظ رکھا اللہ عز وجل جب بھی اپنے محبوب ﷺ سے مخاطب ہوا ذاتی نام سے نہیں بلکہ القابات سے مخاطب فرمایا جب کہ دوسرے انبیا کرام علیہ السلام کو جب بھی پکارہ تو انکو انکے ذاتی نام سے مخاطب کیا یہ انداز بھی اپنے محبوب کی عظمت وتوقیر بیان فرمانا مقصود تھا

جب حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب کیا تو فرمایا۔

یا ادم اسکن انت و زوجك الجنة.(سورة بقره)

اے آدم آپ اور آپ کی بیوی جنت میں رہو۔

حضرت نوح علیہ السلام کو مخاطب کیا تو فرمایا۔**یانوح اهبط**

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخاطب کیا تو فرمایا۔**یا ابراهیم اعرض عن**

هذا

حضرت موسٰی علیہ السلام کو مخاطب کیا تو فرمایا۔**یا موسٰی انی اصطفیتك**

حضرت عیسٰی علیہ السلام کو مخاطب کیا تو فرمایا۔تو یوں ارشاد ربانی ہوا۔

یا عیسٰی ابن مریم اذکر نعمتی علیك .

حضرت داؤد علیہ السلام کو یوں یاد فرمایا۔

یا داؤد انا جعلنٰك خلیفة فی الارض .

حضرت یحیٰی علیہ السلام کو مخاطب کیا تو فرمایا۔

یا یحیٰی خذ الکتاب بقوه.

لیکن جب امام الانبیا والمرسلین ﷺ کو مخاطب کرنے کا وقت آیا تو انداز خطاب ہی بدل گیا حضور ﷺ کو ذاتی نام نامی اسم گرامی کے بجائے مختلف صفات و القابات سے مخاطب کیا کبھی **یا ایها النبی** تو کبھی **یا ایها الرسول** فرما کر خطاب فرمایا کبھی **یا ایها المزمل** کبھی **یا ایها المدثر** کے پیارے بھرے الفاظ سے پکارا اور کبھی **طٰه، یا سین** کہہ کر مخاطب فرمایا۔گویا حضور ﷺ کی تعظیم توقیر بجالانا تعلیمات قرآن کی تعمیل ہے اور اس فعل عظیم کا ترک تعلیمات قرآن سے انحراف ہے تعظیم رسول ﷺ کا ہر لمحہ خیال رکھنا سنت الٰہی ہے اسی لیے امت محبوب کو حکم دیا کہ تم کبھی بھی پہلی امتوں کی روش کو اختیار مت کرنا۔میرے محبوب کو ذاتی نام لے کر روکھے سوکھے سے نہ

پکارنا جیسے نصرانیوں نے حضرت عیسٰی سے کہا۔

اذقال الحواریون یا عیسٰی ابن مریم هل یستطیع ربك ان ینزل علینا مائده من السماء. (المائده)

قبل اس کے کہ امت محمدیہ ﷺ بھی سابقہ امم کے طرز کو اپناتی حضور ﷺ کو اس انداز سے پکارتی اللہ عزوجل نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کے اداب سکھاتے ہوئے ادب سکھاتے ہوئے ہر جگہ ہر مقام پر اپنے محبوب کے امتیوں کی رہنمائی فرمائی۔

ادب ہوتو ایسا:

عروہ بن مسعود حدیبیہ کے مقام پر آیا سب کچھ دیکھا اور پھر بیان کیا کہتا ہے میں ان کے ہاں گیا اور دیکھا حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ چودہ پندرہ سو صحابہ کرام مختلف روایات کے مطابق قطار اندر قطار سرکار ﷺ کے گرد یوں جمع ہو گئے جس طرح شمع کے گرد پروانے جمع ہوتے ہیں۔عروہ کہتے ہے اے قوم میں بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور قیصر و کسری اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں اللہ کی قسم میں کسی نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اسکے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی صحابہ کرام علیھم الرضوان محمد ﷺ کی کرتے ہیں۔حتٰی کہ میں دیکھتا ہوں۔

واذا توضاء کادوا یقتتلون علی وضوئه

(صحیح بخاری 379:1)

جب آقا ﷺ وضو کرتے تو قریب ہوتا کہ وہ آپ کے وضو کے پانی پر لڑ پڑیں۔حالانکہ ماء مستعمل پانی کا استعمال شرعاً مکروہ ہے لیکن یہاں عشق کا رنگ

دیکھیں کہتا ہے اوروں کا مستعمل ہوگا نبی رحمت ﷺ کا مستعمل پانی تو حوض کوثر و تسنیم کی طہارتوں اور نظافوں سے بھی بالاتر ہے اگر وہ ناک صاف کرتے ہیں تو اسکی رطوبت ان میں سے کسی کے ہاتھ آتی ہے جسے وہ اپنے بدن پر مل لیتے ہیں عروہ بن مسعود کے اس قول کو امام بخاری نے اسکو یوں بیان فرمایا ہے کہ

واللہ ان یتنخم تحامة الا وقعت فی کف رجل منهم فذلك بهاوجه و حلده

(صحیح بخاری 379:1)

خدا کی قسم وہ تھوک مبارک نہیں پھینکتے مگر وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ اسے اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا.

(سورۃالنور 63:24)

ترجمہ تم لوگ رسول کو بلانے کو ایسے ہرگز نہ سمجھنا جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

سبحان اللہ کیا خوب فرمایا کہ میرے محبوب کی توجہ اگر اپنی طرف حاصل کرنا چاہو تو اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ تعظیم و ادب کے جملے پیش نظر رکھے جائیں۔اور یہ طریقہ خلاف ادب ہے کہ حضور ﷺ کو دوسرے لوگوں کی طرح ذاتی نام سے **یا محمد** ﷺ **یا احمد** ﷺ کہہ کر پکارا جائے بلکہ آپ کہ صفات مختلف القابات یعنی **یانبی اللہ** ﷺ، **یا رسول الله** ﷺ، **یا حبیب الله** ﷺ جیسے

القابات سے پکارہ جائے۔حاصل کلام یہ ہے جو بندہ جس قدر ادب واحترام بجالائے گا اسی قدر ایمان کی حلاوت وچاشنی زیادہ حاصل ہوگئی دل نور مصطفےٰ ﷺ سے جگمگائے گا یہی وہ بارگاہ ہے جہاں بڑی بڑی ہستیاں سراپا ادب بن کر حاضر خدمت ہوتی اور خوب خوب فیض مصطفےٰ ﷺ حاصل کرتی ہیں۔

صحابہ بھی سکھائے تعظیم رسول ﷺ:

اگر تعظیم وتوقیر ادب واحترام محبت وعشق رسول ﷺ کا کوئی درس حاصل کرنا ہے تو پھر ہمیں صحابہ کرام علیہ الرضوان کی بارگاہ میں حاضری دینا پڑے گی کیونکہ اس سے بہتر سبق کسی اور کے پاس نہیں اور ہمیں یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہئے کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط و مستحکم کرنے کیلئے کیا کیا ترکیبیں سوچا کرتے تھے اور ہر موڑ پر ادب کی مثالیں چھوڑتے تھے کہ کفار بھی دیکھتے رہ جاتے تھے۔

حدیبیہ کے مقام پر بیعت ہو رہی تھی اہل ایمان حج کے ارادے سے آئے تھے مشرکین کو اطلاع ہوجاتی ہے وہ عروہ بن مسعود کو آگاہی کیلئے بھجتے ہیں جاؤ محمد ﷺ اور انکے رفقاء کا جائزلو کس پوزیشن میں ہے کتنا لشکر ہے افرادی قوت سامان جنگ کے بارے میں معلومات کرو کیا وہ ہمارے مدمقابل آنے کی ہمت رکھتے ہیں یا نہیں عروہ بن مسعود کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ کسی کام کے کرنے کا کسی کو حکم دیتے ہیں تو ایک میں سے ہر ایک دوسرے میں سبقت لے جانے میں کوشش کرتا ہے بلا تاخیر فوری بجا آوری ان کا شیوہ حیات بن چکا ہے اور اطاعت واتباع کے کمال درجہ پر

فائز ہیں۔امام بخاری نے عروہ کے قول کو کچھ یوں بیان فرمایا ہے۔

واذا امرھم ابتدار امرہ (صحیح بخاری 1:379)

اور نبی ﷺ کوئی حکم کرتے ہیں۔تو صحابہ کرام علیھم الرضوان اس کو بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔صحابہ کرام علیھم الرضوان حضور ﷺ کو ہونٹ مبارک کی معمولی سی جنبش محسوس کرتے اور زبان اقدس سے کوئی حکم جاری ہوتا تو سنتے ہی مصطفےٰ ﷺ کے دیوانے اس پر عمل کرگزرتے اشارہ پاتے ہی کام کو تکمیل تک پہنچادیتے بلکہ ایک سے دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور یوں اپنے ایمان کو مضبوط کرتے اور لذت پاتے۔جب حضور ﷺ کلام فرماتے تو پوری توجہ انہماک کے ساتھ سنتے بلکہ ہر وقت اسی اشتیاق میں رہتے کہ محبوب خدا کب کس وقت کیا کلمہ ارشاد فرماتیں تاکہ اس پر عمل پیرا ہوں آپ کی مجلس میں یوں بیٹھتے گویا ان کا سارہ جسم سراپا گوش بن چکا ہے۔

عروہ کے ان الفاظ کو امام بخاری نے یوں نقل کیا ہے۔

اور جب حضور ﷺ گفتگو کرتے تو وہ اپنی آوازوں پست کرلیتے۔

جی ہاں صحابہ نے قرآن پڑھا تھا انکو بارگاہ مصطفےٰ ﷺ کے آداب کا پتہ تھا انکو معلوم تھا کہ یہاں معمولی سی بے ادبی اور رفع صوت سے ساری عمر کی کمائی لٹ سکتی ہے سارے اعمال برباد ہوسکتے ہیں اگر کچھ پانا ہے تو ادب مصطفےٰ ﷺ بے حد ضروری ہے یہاں ذراسی بے احتیاطی بہت بڑے نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔

تعظیم رسول ﷺ میں حد سے بڑھو:

سوچنے کی بات ہے کہ صحابہ جو کچھ کررہے ہیں کیا حد کے اندر ہے کہ حد سے بڑھکر؟ یقیناً حد سے بڑھ کر ہے کیونکہ اسی بات کا حکم قرآن دے رہا ہے۔

فالذین امنو ابه وعزروه ونصروه والتبعوالنور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون.

(سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۷)

ترجمہ:۔ پس جولوگ اس (نبی ﷺ) پر ایمان لے آئے اور آپ کی (حد سے بڑھ کر) تعظیم کی اور آپ کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اتارا گیا وہی خوش نصیب کامیاب وکامران ہیں۔

یہاں ایک فرق سمجھنا ضروری ہے۔ وہ فرق تعظیم اور تعزیر میں تعظیم ادب کرنا مگر حد کے درجہ میں رہ کر کرنا جب کہ حد سے بڑھ کر مبالغہ کے ساتھ کی جانے والی تعظیم اصلاح قرآن سے موسوم ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان نہ صرف مبالغہ کرتے بلکہ حد سے بڑھ کر جاتے تھے درحقیقت یہی ایمان ہے۔

موئے رسول ﷺ کا ادب:

عروہ بن مسعود نے جو دیکھا بیان کرتے ہیں:

والا تسقط منه شعرة الا ابتدروها.

(صحیح بخاری 379:1)

اور جب حضور ﷺ کا کوئی بال مبارک گرتا تو اسے حاصل کرنے میں جلدی کرتے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے اپنی ٹوپی میں حضور ﷺ کے موئے مبارک سی رکھے تھے جس کی برکت سے آپ ہر میدان میں فتحیاب ہوتے تھے کسی میدان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شکست کا سامنا نہ کرنا پڑا جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کامیابی کا راز کیا ہے تو آپنے ٹوپی میں موجود سرکار مدینہ ﷺ کے موئے مبارک کو اپنی ہر میدان میں کامیابی کا راز بتایا۔ یہ ہے عشق ومحبت کے پیکر جو کسی بھی وقت ادب واحترام رسول ﷺ کو فراموش نہیں کرتے تھے۔

آواز بلند نہ کرو:

اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

لاترفعوا اصواتكم فوق صوت النبی ولاتجهروا له كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون.

(سورۃ الحجرات، آیت ۲)

ترجمہ:۔ (اے ایمان والوں) اپنی آوازیں اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے بلند نہ کرو اور انکے پاس بات چلا نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو صحابہ کرام نے ادب کی ایسی مثالیں پیش کیں جسکی نظیر رہتی دنیا تک کوئی قوم نہیں دے سکے گی۔

حضرت اسامہ بن شریک فرماتے ہیں۔

اتیت النبی واصحابه حوله کانما علی رؤسهم الطیر

(شفا، باب ثالث 592)

میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو صحابہ کرام آپ کے اردگرد اس طرح بیٹھے تھے گویا ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہیں ۔یعنی انتہائی سکون واقرار اور سنجیدگی سے بیٹھتے حتیٰ کہ جنبش بھی نہ کرتے یوں بارگاہ مصطفےٰ ﷺ میں بیٹھتے جیسے ان سروں پر کوئی پرندہ بیٹھا ہے معمولی سی بھی حرکت کریں گے تو وہ اڑ جائے گا۔یہی مضمون اس حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے جس میں حضور ﷺ کے وصف کا بیان ہے۔

جب حضور ﷺ کلام فرماتے تو صحابہ کرام سروں کو جھکا دیتے اور خاموش ہو جاتے گویا ان کے سروں پر کوئی پرندے بیٹھے ہیں یہ بارگاہ مصطفےٰ ﷺ میں بیٹھنے والوں کے اوصاف ہیں جو دنیا کے کسی بھی بڑے بڑے عالی مرتبہ شہنشاہ کے دربار میں بیٹھنے والے درباریوں میں بھی نظر نہیں آتی یہی وجہ ہے کائنات ارض صحابہ کرام جیسے ادب وتعظیم اور احترام وتکریم کی مثال ونظیر آج تک پیش کرسکی اور نہ قیامت کرسکے گی۔

دیدارِ مصطفےٰ ﷺ میں بھی ادب:

تعظیم رسول ﷺ کی وجہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان آقائے دو جہان ﷺ کو دیکھنے اور آپ کو دیدار کرنے کے بھی انداز بدل گئے۔عروہ کہتے ہیں۔

مایحدون النظر الیه تعظیماً له.

(صحیح بخاری کتاب الشرط)

صحابہ کرام علیہم الرضوان تعظیماً حضور ﷺ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھتے جب کریم آقا ﷺ کی نگاہ رحمت اپنے غلاموں پر پڑتی آپ انہیں دیکھتے تو بے ساختہ ان کی نگاہ تعظیم وتکریم ادب واحترام مصطفےٰ ﷺ کے باعث خم ہو جاتی جب حضور ﷺ دوسری جانب دیکھتے تو یہ دیوانہ چپکے سے اپنے آقا کی زیارت کر لیتے یو دیدار مصطفےٰ ﷺ سے محبت وتشنگی کا سامان کرتے ۔یو نگاہیں چورا چورا کر دیکھنا بذات خود یہ عمل محبت اور تعظیم وتکریم ادب وعشق کا مسئلہ سب مسئلوں کی جان ہے۔جب عروہ بن مسعود نے حدیبیہ کے مقام پر اصحاب رسول ﷺ ایمان افروز روح پرور مناظر دیکھے تو واپس قریش کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

ان رائیت ملکا قط یعظمه اصحابه مایعظم محمد ااصحابه وقدرائیت قومالا یسلمونه ابدا وانه قدعرض علیکم خطة اشدفاقیلوها.

(صحیح بخاری، کتاب الشروط 1:379)

میں نے ہرگز ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کے اصحاب اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے اصحاب آپ ﷺ کی کرتے ہیں اور میں نے صحابہ کرام کو ایسی قوم پایا

کہ کبھی بھی حضور ﷺ کو غیر کے سپرد نہ کریں گے (اور آپ ﷺ کی امداد ترک نہ کریں گے) اور انہوں نے تم پر ایک نیک امر پیش کیا ہے اسے قبول کرو۔

صحابہ کرام کے تعظیم رسول ﷺ کرنے سے متاثر ہو کر عروہ بن مسعود اہل قریش کو یہ بات سمجھا رہا ہے کہ میں نے بادشاہ روم وایران اور بادشاہ حبشہ کا ادب واحترام ان کے دربار میں ہوتا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں نے بڑے بڑے بادشاہ وشہنشاہ دیکھیں ہیں۔ ان کے درباروں میں انکے آداب ملاحظہ کیے ہیں امراء وزاراں ان کی تعظیم وتکریم ہوتے ہوئے دیکھا ہے سب کچھ دیکھا لیکن اللہ عزوجل کی عزت وجلال کی قسم آج تک دنیا کے کسی بھی بڑے بڑے شہنشاہ کی عزت وتعظیم اور ادب واحترام ہوتا ہوا نہیں دیکھا جس قدر محمد ﷺ کی تعظیم وتکریم اور ادب و احترام آپ کے صحابہ کرام میں ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ عروہ بن مسعود اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے تم مسلمانوں پر ہرگز حملہ آور نہ ہونا تم انہیں شکست نہیں دے سکتے۔ (وجہ کیا ہے توجہ فرمائیں۔)

اس لئے کہ انکا اپنے رسول کے ساتھ تعظیم ومحبت کا تعلق اس طرح استوار ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ کے جسم اطہر پر مس ہونے والے پانی، آپ کے لعاب دھن اور موئے مبارک کا زمین پر گرنا برداشت نہیں کر سکتے۔ صحابہ کرام کی یہ حالت ہے کہ وہ نبی رحمت ﷺ کے اشارہ پر مرمٹنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں آپ کے حکم پر تن من دھن کی بازی لگانے میں کمر بستہ ہو جاتے ہیں جب تک انکا اپنے رسول کے ساتھ ایسا تعلق تعظیم ومحبت ہے دنیا کی کوئی بھی طاقت انہیں شکست نہیں دے سکتی مسلمان صرف اس وقت قابل شکست ہونگے جب انکا اپنے رسول سے ایسا تعلق نہیں

ہو گا۔ عروہ بن مسعود یہ سمجھتا تھا کہ امت مسلمہ کی قوت وطاقت ہیبت وجلالت اور ناقابل شکست ہونے کا راز فقط اپنے رسول ﷺ سے والہانہ محبت وپیار اور عقیدت و احترام ہے جب تک یہ موجود ہے امت مسلمہ کو شکست نہیں دی جا سکتی۔ اور الحمد للہ عزوجل عروہ بن مسعود نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور ﷺ سے عقیدت ومحبت اور آپ کی تعظیم وتوقیر اور ادب واحترام کی یہ جھلک دیکھ کر بے ساختہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گیا۔

جی ہاں یہی وہ لوگ تھے جنکے ادب واحترام کو دیکھ کر کفار بھی مشرف باالسلام ہو جایا کرتے تھے لیکن آج کے دور کے نام نہاد مسلمان کہلانے والے نبی کی شان میں بے ادبی وگستاخی والے جملے بکتے ہیں جن کو سن کر کفار بھی کانوں کو ہاتھ لگائیں۔

تعظیم رسول ہر حال میں واجب ہے:

الغرض ادب ایک ایسا فعل ہے جو کہ مؤدب کو بامراد وکامران کرتا ہے اسکا دامن طلب اسکی وجہ سے بھرتا بشرطیکہ وہ اس پر استقامت کے ساتھ عمل پیرا رہے اس لئے بارگاہِ رسالت ﷺ کے ادب واحترام کو واجب قرار دیا گیا ہے تا کہ لوگوں پر فیضان مصطفےٰ ﷺ کی بارش جاری وساری رہے اور کسی بھی لمحے رکنے نہ پائے پس جو لوگ طریقہ ادب کو ترک کر دیتے ہیں بے ادبی پر اتر آتے ہیں پھر وہی لوگ نہ کام ونامراد ٹھرتے ہیں۔

امام رازی علیہ رحمہ نے تفسیر کبیر میں اس آیت **لا تقد موابین یدی الله ورسوله** کے تحت ادب رسول کے وجوب کا قول کیا ہے۔

اور آداب نبوت کو ملحوظ خاطر نہ رکھنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم اور رحمت سے ابدی طور پر محروم کر دیا جاتا ہے اور غضب الٰہی کا اس قدر مستحق ٹھہرتا ہے کہ اللہ عزوجل اسے اپنے خطاب کے بھی قابل نہیں سمجھتا۔

جی ہاں بنی اسرائیل کے جملہ جرائم میں سے ایک سنگین جرم انبیاء کرام علیہم السلام کی شان اقدس میں بے ادبی وگستاخی تھا جس کی بنا پر اللہ عزوجل نے انکو مخاطب فرمانا بھی مناسب نہ سمجھا۔ گویا جو گستاخِ نبی ہے اس کے لئے نرمی کی امید رکھنا بیوقوفی ہے بلکہ گستاخِ رسول ناراضگی خدا و مصطفٰے ﷺ کا مستحق ہے اور بے ادب و گستاخ عذاب نار کا حق دار ہے اللہ عزوجل ہمیں اپنے حبیب ﷺ کی بے ادبی و گستاخی سے محروم فرمائے بے ادبوں اور گستاخوں کی محبت سے بھی بچائے باادب عاشق رسول ﷺ بنائے۔ (آمین)

باب نمبر 2:

آیات قرآنیہ سے 295C کا ثبوت

توھین رسالت کی ابتداء کس طرح ھوئی؟

توہین حق ورسالت کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب شیطان نے اللہ عزوجل کا حکم جھٹلایا اور یہ کہہ کر حضرت آدم علیہم السلام کی توہین کی کہ وہ مٹی سے پیدا ہوا ہے اور میں آگ سے اس لئے میں ان سے بہتر ہوں تکبر کے باعث شیطان نے بنی نوع انسان کے پہلے نبی کی توہین کا سلسلہ شروع کیا جواب بھی جاری ہے اسکے بعد شیطان نے اولاد آدم میں اپنے ایجنٹ پیدا کرنے شروع کر دیے۔ جنہوں نے شیطان کی طرح ہر نبی کا مذاق اڑایا اسکی توہین کی بے ادبی و گستاخی کے ساتھ پیش آتے رہے جب مشرکین مکہ و مدینہ کے یہود و نصاریٰ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی رویہ اختیار کیا تو اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے محبوب یہ صرف آپ کے ساتھ ہی نہیں ہو رہا بلکہ ہر نبی کے ساتھ ہوا ہے ویسے تو قرآن کی تمام آیات ہی میرے مصطفٰے ﷺ کے مقام اور مرتبے کی گواہ ہیں کہیں آپ کی بعثت کو ایمان والوں پر احسان قرار دیتا ہے کہیں نبی کی اتباع کو اپنی محبت کا راستہ بتاتا ہے کہیں آپ ﷺ کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی ہر بات کو وحی فرمایا جاتا ہے کبھی اپنے محبوب ﷺ کی عمومی نبوت اور رسالت کا اعلان کرتا ہے کسی آیت میں آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کا حسین تذکرہ ملتا ہے تو دوسری آیت میں آپ ﷺ کی ازواج

مطہرات رضی اللہ عنھم آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہوتا ہے۔ان تمام آیات کو جمع کیا جائے تو ضخیم کتاب بھی نہ کافی ہو گی ہم اپنی تحریر میں بطور نمونہ صرف چند آیات کا ذکر کریں گے جن میں خاص طور پر آپ ﷺ کی حرمت ناموس کو بیان کیا گیا اور بے ادب وگستاخ کی سزا موت بیان کی گئی ہے۔

آیت نمبر 1:

قاتلو االذین لا یؤمنون باالله ولا با لیوم الاخرو لایحرمون ماحرم الله ورسوله ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتٰب حتیٰ یعطوا الجزیة عن یدوھم صغرون 0

(سورۃ توبہ آیت 29)

ترجمہ کنزالایمان:۔لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اسکے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔

اس آیت کریمہ میں ہمیں حکم ہے کہ ہم خدا اور روز جزا کے منکروں کے خلاف صف آراء رہیں اور اس وقت تک جنگ بندی جائز نہیں۔جب تک انکا دم خم نکل نہیں جاتا یا یہ لوگ ذلیل ہو کر جزیہ دینے کیلئے راضی نہیں ہو جاتے۔کیونکہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے شان الوہیت میں گستاخی کرے لوگوں کے

سامنے دین اسلام پر اعتراض کرے ایسے مغرور ومتکبر گستاخ کیلئے جنگ یا پھر ذلیل ہو کر جزیہ دے اس آیت کریمہ میں بھی توہین رسول کرنے والے کے خلاف جنگ کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

آیت نمبر 2:

وان کثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمة الکفر

(سورۃ توبہ، آیت ۱۲)

ترجمہ کنزالایمان:۔اور عہد کر کے اپنی قسمیں توڑے اور تمہارے دین پر منہ (طعن کریں) تو کفر کے سرغنوں سے لڑو۔

خزائن العرفان میں مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو کافر ذمی دین اسلام پر ظاہر طعن کرے اسکا عہد باقی نہیں رہتا اور وہ ذمہ سے خارج ہو جاتا ہے اسکا قتل کرنا جائز ہے۔

(خزائن العرفان صفحہ 339)

جو شخص بانی اسلام پر طعن کرے اسکا قتل بدرجہ اولی جائز ہے صاف بات ہے کہ جو شخص کھلے بندوں ہمارے پروردگار عزوجل اور اسکے پیارے نبی ﷺ اور ہمارے دین اور ہماری کتاب کی توہین کرے وہ اپنے عہد پر قائم نہیں یہ عہد برقرار نہیں رہتا۔ہمارے لئے فرض ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ حق کیلئے اپنی جان اور مال قربان کردیں تا کہ ہمارے ملک میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اذیت کی اعلانیہ جسارت نہ کی سکے۔اس آیت کے اندر بھی کفر کے سرغنوں سے لڑنے اور انہیں قتل کرنے کا حکم

ہے جسمیں 295C کا واضح ثبوت ہے۔

آیت نمبر3:

الاتقاتلون قوما نكثوا ايمانهم وهموا باخراج الرسول وهم بدؤكم اول مره واتخشونهم فالله احق ان تخشوه ان كنتم مؤمنين ط قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم.

ترجمہ کنزالایمان:۔ کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا حلانکہ انہی کی طرف سے پہل ہوئی ہے کیا ان سے ڈرتے ہو اللہ اسکا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو تو ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں۔ (سورۃ توبہ ۱۲،۱۳)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ جو شخص صرف عہد شکنی کرے اسے امان دی جا سکتی ہے مگر دین اسلام کو نشانہ بنانے والا طعن و تشنیع کرنے والے کے ساتھ جنگ ضروری ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہی طرز عمل رہا ہے آپ ﷺ اللہ اور اسکے رسول کو اذیت دینے والوں اور دین اسلام پر تنقید کرنے والوں کے خون رائیگاں قرار دیتے تھے مگر دوسروں کے قتل سے احتراز فرماتے تھے۔ اس آیت سے بھی الحمدللہ 295C کا ثبوت روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کیونکہ جب ذمی رسول اللہ کی شان میں گستاخی

کرنے کا طعن فی الدین کرے گا تو اسکا عہد ٹوٹ جائیگا جسکی سزا میں اسے قتل کیا جائے گا۔ اللہ عزوجل نے کافروں کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو نکال دینے کے ارادے کو قتال اور برانگیختہ کرنے کے مترادف قرار دیا وجہ یہ تھی کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کو اذیت دینے کا قصد تھا جبکہ گالی دینا تو اس سے بڑا جرم ہے اسی وجہ سے گالی دینا اس سے بڑا جرم ہے اسی وجہ سے گالی دینے والے کو معاف نہیں کیا گیا۔ پس ذمی جب نبی اکرم ﷺ کو گالی دے گا تو عہد شکنی کا مرتکب ہوگا اور یہ جرم رسول اللہ ﷺ کو نکال دینے سے بڑا جرم ہے۔ اس لئے واجب القتل قرار پائے گا۔

آیت نمبر4:

الم يعلموا انه من يحادد الله ورسوله فان له نار جهنم خالدا فيها ذلك الخزى العظيم.

ترجمہ کنزالایمان:۔ کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کیلئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ یہی بڑی رسوائی ہے۔ (سورۃ توبہ، آیت ۶۳)

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اذیت دینا دراصل اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے دشمنی کرنا ہے۔ جو اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ سے دشمنی کرے اللہ و رسول کی شان میں گستاخی کرے بے ادبی کے الفاظ زبان پر لائے دین اسلام پر طعن کرے اسے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو قتل کرنے

کا حکم دیا ہے لیکن اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اسے صرف قتل ہی نہیں کیا جائے گا کوئی گستاخ رسول یہ سمجھ بیٹھے کہ قتل ہونے کے بعد جان چھوٹ جائے گی نہیں بالکل نہیں بلکہ ایسے بے ادب اور گستاخِ رسول کیلئے آخرت میں بھی اللہ عزوجل نے دردناک عذاب تیا کر رکھا ہے۔ اور وہ عذاب ایک دو دن کیلئے نہیں بلکہ اس گستاخ و بے ادب کیلئے ہمیشہ کیلئے ہوگا۔

آیت نمبر 5:

والا ان کتب الـلـه عليهم الجلاء لعذبهم فى الدنيا ولهم فى الاخره عذاب النار 0 ذٰلك بانهم شاقو الله ورسوله ومن يشاق الله فان الله شديد العقاب.

(سورہ حشر آیت 4,3)

ترجمہ کنز الایمان: اگر اللہ تعالیٰ ان کی جلاء وطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا اور ان کے لئے آخرت میں عذاب ہے یہ اس لئے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول سے پھٹا (جدا) رہے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی دشمنی کو دنیا اور آخرت میں استحقاق عذاب کا سبب قرار دیا گیا اور جو شخص نبی اکرم ﷺ کو اذیت دیتا ہے وہ اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ کا دشمن ہے۔ اور عذاب کی یہاں دو صورتیں ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب۔ (۲) مسلمانوں کے ہاتھوں تباہی۔

ورنہ اس سے کم تر عذاب مثلاً مالوں کی غارت اور جلا وطنی کی مصیبت تو پہلے ہی سے سہ چکے تھے۔

آیت نمبر 6:

ان الـذيـن يـؤذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والاخره و اعدلهم عذابا مهينا ٥ والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنٰت بغيرما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناوّ واثما مبيناه

(سورۃ الاحزاب 58,57)

ترجمہ کنز الایمان:۔ بے شک وہ جو اللہ اور اسکے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت فرمائی اور ان کیلئے رسوا کن عذاب تیا کر رکھا ہے اور وہ اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو بے کیے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور صاف گناہ اپنے سر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی اذیت کو اپنی اذیت کے برابر قرار دیا جس طرح کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کہا۔ اس لئے جس نے حضور ﷺ کو اذیت دی اس نے اللہ عزوجل کو اذیت دی یہ مسئلہ نص قرآنی سے ثابت ہے۔ جو اللہ عزوجل کو اذیت دے اسکا خون مباح ہے۔ وہ سارے لوگ جن پر اللہ عزوجل نے قرآن میں لعنت کی ہے مثلاً۔ وحی الٰہی کو چھپانے والے راہ حق سے روکنے والے نبی ﷺ کو اذیت دینے والے گستاخی کرنے والے، مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے یہ سب کافر ہیں اور مباح الدم ہیں اس آیت میں بھی 295C کا

ثبوت ہے۔

آیت نمبر 7:

لاتجعلو دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا قد یعلم الله الذین یتسللون منکم لواذا فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنة او یصیبھم عذاب الیھم۔

(سورۃ النور، آیت 63)

ترجمہ کنزالایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے بے شک اللہ خوب جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ بنا کر پس ان لوگوں کو ڈر جانا چاہئے جو فرمان رسول کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں انہیں فتنے سے دو چار نہ ہونا پڑے اور انہیں دردناک عذاب نہ آئے۔

اللہ عزوجل مخالفت رسول ﷺ کرنے کو فتنہ سے تعبیر کیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا۔

وقاتلو ھم حتیٰ لا تکون فتنه

(سورۃ بقرہ آیت 193)

ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

والفتنه اکبر من القتل

(سورۃ بقرہ آیت 215)

فتنہ قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔

الحمدللہ عزوجل یہ بات روز روشن کی طرح صاف عیاں ہوگئی کہ گستاخ رسو ل سے بچو کہ یہ فتنہ ہے اور فتنہ کہ خلاف لڑنے اور فتنہ کو ختم کرنے کا حکم قرآن نے دیا اور فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے ہو بھی کیوں نہ کہ اس میں نبی ﷺ کی توہین کے سبب پوری امت مسلمہ میں غم وغصہ پایا جاتا ہے جس سے ملک کا نظام درھم برھم ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ عزوجل نے فتنہ کو قتل کرنے کا حکم فرمایا جو کہ الحمدللہ عزوجل 295C پر دلیل ہے۔

آیت نمبر 8:

قاتلوھم یعذبھم الله بایدیکم ویخزھم ولینصر کم علیھم وشف صدور قوم مؤمنین

(سورۃ توبہ، آیت 14)

ترجمہ کنزالایمان:۔ لڑو ان سے کہ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب کرے اور رسوا کرے ان کو مدد دیوے تمہیں اوپر ان کے اور ایمان اور ایمان والوں کے سینوں کو شفا دے۔

گستاخ رسول پر مؤمنین کے سینوں کا داغدار ہو جانا عین ممکن ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ تم ان سے قتال کرو میں تمہیں مدد دونگا تمہارے ہاتھوں سے ذلیل ورسوا کرونگا انہیں دنیا میں عذاب تمہارے ہاتھوں دونگا۔ صاف ظاہر ہے جب تک مومن گستاخ رسول کو جہنم رسید نہ کرلیں اس کے دل کو تشفی نہیں ہوسکتی اللہ عزوجل

فرماتا ہے میں تمہیں مدد دونگا دل کو تشفی بھی ملے گی۔

یہ آیت میں بھی 295C کا واضح ثبوت موجود ہے۔

آیت نمبر 9:

فاضربوا فوق الا عناق واضربوا منهم كل بنان0 ذلك بانهم شاقو الله ورسوله و من يشاقق الله ورسوله فان الله شديدالعقاب

(سورۃ الانفال 12,13,8)

ترجمہ کنزالایمان: کافروں کی گردنوں سے اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور (جوڑ) پر ضرب لگاؤ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

یہ آیت سورۃ انفال کی ہے جو 2ھ میں مدینہ منورہ میں اس وقت نازل ہوئی جبکہ اسلامی ریاست معرض وجود میں آ رہی تھی اور دشمنان اسلام اللہ عزوجل اور اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت میں ایذا رسانی پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ اس آیت میں بھی گستاخ رسول کی سزا موت یعنی 295c کا واضح ثبوت ہے۔

آیت نمبر 10:

ئن لم ينته المنفقون والذين في قلوبهم مرض

ترجمہ کنزالایمان: اگر باز نہ آئیں منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ جھوٹ

والمرجفون فى المدينة لنغرينك ثم لا يجاورونك فيها الا قليلا ج ملعونين اينما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتيلا0

(سورۃ الاحزاب، آیت 61,60)

اڑانے والے تو ضرور ہم تمہیں ان شہ (حوصلہ) دیں گے پھر وہ مدینہ پھر مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں۔

توہین رسالت کا جرم واضح طور پر اس آیت کے مضمون میں داخل ہے اور ایسے مجرموں کو گن گن کر قتل کرنے کا حکم ہے اور یہی 295C ہے جو لوگ اسکو غلط کہتے ہیں وہ گویا کہ قرآن پاک کی آیات کے منکر ہیں۔

آیت نمبر 11:

انما جزؤ الذين يحاربون الله و رسوله ويسعون فى الارض فسادا ان يقتلو او يصلبوا او تقطع ايديهم وار جلهم من خلاف او ينفوا من الارض ذلك لهم خزى فى الدنيا ولهم فى الاخره عذاب عظيم0

(سورۃ المائدہ، آیت 33)

ترجمہ کنزالایمان: وہ کہ اللہ اور اسکے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں انکا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دے دیے جائیں یا ان کے ایک طرف سے ہاتھ اور دوسری طرف سے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

اس آیت کریمہ میں زمین پر فساد کرنے والوں کی سزا قتل بتائی گئی ہے۔

جس ڈاکوں نے کسی کو قتل کیا اس کا عمل ''فساد فی الارض'' ہے۔ تو جس نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی اس کا عمل ''فساد فی الارض'' کیوں نہیں''۔؟

آج اگر کوئی عیسائی کسی مسلمان کو معاذ اللہ قتل کرتا ہے تو اس سے امت مسلمہ کو اتنی تکلیف نہیں پہنچے گی جتنی کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین سے تکلیف پہنچے گی آج جس نے ایسا کیا اس نے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو تکلیف دی ہے۔ اس لیے ایسے مجرم کی سزا قرآن مجید نے قتل بتائی ہے۔

اور یہی ہمارے ملک کا 295C ہے جو کہ عین شریعت کے مطابق ہے۔

آیت نمبر 12:

فلا و ربك لا يؤمنون حتىٰ يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما

(سورۃ النساء، آیت 65)

ترجمہ کنزالایمان: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنا کیس لے گئے آپ ﷺ نے انکا فیصلہ کر دیا جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا

کہ ہمیں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں پس چلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ اے ابن خطاب رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہے اس نے کہا ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو آپ ﷺ نے بھیج دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس سے فرمایا کیا واقعی ہی ایسی بات ہے اس نے کہا ہاں پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اپنی اپنی جگہ بیٹھو میں آ کر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں آپ تلوار لے کر انکی طرف نکلے جس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجو اس کا سر قلم کر دیا دوسرا بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اس نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ خدا عزوجل کی قسم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے اور اگر میں بھی جلدی سے نہ نکلتا تو مجھے بھی قتل کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تو یہ گمان نہیں کرتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مؤمنین کے قتل کی جرأت کریں؟

اس پر اللہ عزوجل نے مذکورہ بالا آیت **فلا وربک لا یؤمنون**۔ نازل کر دی پس رسول اللہ ﷺ نے اس بندے کا خون باطل قرار دے دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے بری کر دیا۔

(تفسیر در منثور جلد 2 ص 585 تفسیر ابن کثیر جلد 1 ص 533)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک توہین کیا ہے اور ان کے نزدیک توہین رسول ﷺ کی سزا کیا ہے پھر قرآن اور صاحب قرآن کا فیصلہ بھی آپ نے ملاحظہ کیا

حالانکہ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اس نے زبان سے کوئی گالی نہیں دی تھی بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے بعد اسے مسترد کرتے ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں اپیل دائر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف اس کی تصدیق کی کہ اس نے واقعی رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو مسترد کیا ہے اسکے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بھی نہیں پوچھا حالانکہ حضور ﷺ تھوڑے ہی فاصلے پر موجود تھے کہ یہ توہین ہے یا نہیں اگر ہے تو پھر اس مومن کی جو مرتد ہو گیا ہے تین دن بعد قتل کرنا ہے اگر توبہ نہ کرے۔ یا ابھی قتل کر دینا ہے نہیں کچھ نہیں پوچھا بلکہ اسی وقت سر تن سے جدا کر دیا مزے کی بات تو یہ کہ ایک بظاہر مومن کی محض اتنی سی بات پر قتل کر دینے پر اللہ عزوجل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کی حمایت کی کہ مقتول توہین رسالت کی وجہ سے مومن نہیں رہا تھا اور نہ اس کیلئے توبہ کی گنجائش تھی لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ نے بری الذمہ قرار دیا۔

المیہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو خبر ہی نہیں قرآن سے کس مسئلہ کو ثابت کرنے کے کتنے طریقے ہیں اور کسے ثابت بالقرآن کہا جائے گا انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ قرآن سے ثابت نہیں کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔

باب نمبر 3:

قانون تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

295C احادیث کی روشنی میں

ابو رافع یہودی کا قتل بھی ثابت کرتا ہے 295C:

ابو رافع یہود کا سردار اور عرب کا مالدار آدمی تھا غزوہ کیلئے اس نے مشرکین مکہ کو ابھارہ انکی مالی مدد بھی کی سب سے بڑا جرم یہ کہ حضور ﷺ کی ہجو کر کے آپ کو تکلیف پہنچاتا تھا چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے قتل کا فیصلہ فرمایا۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں:

بعث رسول الله الیٰ ابی رافع الیهودی دجالاً من الانصار وامر علیهم عبدالله بن عتیك و کان ابو رافع یوذی رسول الله ویعن علیه.

(صحیح بخاری کتاب المغازی 577/2)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ابو رافع یہودی کی طرف انصار کے چند آدمی بھیجے اور ان پر حضرت عبد اللہ بن عتیک کو امیر بنایا، ابو رافع رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتا تھا اور حضور ﷺ کے مخالفین کی مدد کرتا تھا۔

ابو رافع یہودی کا مکمل نام عبد اللہ بن ابی الحقیق تھا یہ سرزمین حجاز میں اپنے قلعہ میں رہتا تھا۔

جب مجاہدین اسلام اس قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج ڈوب چکا تھا لوگ اپنے مویشی لے کر آ چکے تھے حضرت عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم اپنی جگہ بیٹھو میں دربان سے جا کر کوئی حیلہ کرتا ہوں ہو سکتا ہے کہ میں اندر داخل ہو جاؤں وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ وہ دروازے کے قریب پہنچ گئے اور اپنے آپ کو کپڑوں میں اس طرح چھپایا گویا کہ وہ رفع حاجت کر رہے ہیں سب لوگ اندر داخل ہو چکے تھے دربان نے آواز دی اے اللہ کے بندے اگر قلعہ کے اندر داخل ہونا ہے تو جلدی آجاؤ دروازہ بند ہونے لگا ہے حضرت عبد اللہ بن عتیک فرماتے ہیں میں قلعہ میں داخل ہو کر روپوش ہو گیا جب سب لوگ آ گئے تو دربان نے دروازہ بند کر کے چابیاں ایک لوہے کہ کیل میں لٹکا دیں۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے چابیوں تک رسائی حاصل کی چابیاں لیں اور دروازہ کھول دیا ابورافع کے پاس لوگ رات گئے تک بیٹھے باتیں کرتے رہتے تھے۔ جب ابورافع اپنے بالا خانے میں تھا میں بھی اس کے بالا خانے کی طرف بڑھا اور اس کے اوپر چڑھ گیا جب بھی کوئی دروازہ کھولتا میں اس نیت سے بند کر دیتا کہ اگر لوگوں کو میرا پتہ چل بھی جائے تو وہ مجھ تک نہ پہنچ سکیں حتی کہ میں اس بد بخت کو قتل کر دوں۔ اس طرح میں ابورافع کے پاس پہنچ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اندھیرے کمرے میں سو رہا ہے یہ پتہ نہیں چل رہا کہ وہ کس جگہ ہے۔ میں نے آواز دی اے ابورافع کہنے لگا یہ کون؟

میں نے اس آواز کی طرف آگے بڑھ کر تلوار کی ضرب لگائی اس وقت میرا دل دھڑک رہا تھا وار خالی گیا اس نے چیخ و پکار شروع کی میں کمرے سے باہر آ گیا تھوڑی دیر بعد

پھر اندر گیا آواز بدل کر کہا اے ابورافع یہ آواز کیسی ہے اس نے کہا تیری ماں کیلئے خرابی ہو ابھی ایک آدمی اندر آیا اس نے مجھ پر حملہ کیا ہے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے پھر زور سے تلوار ماردی بد بخت شدید زخمی ہو گیا مگر قتل نہ ہوا۔

ثم وفعت خيب السيف فى بطنه حتىٰ اخذى فى ظهره فعرفت انى قتله.

(صحیح بخاری کتاب المغازی۔ 577/2)

پھر میں نے اس کے پیٹ میں تلوار کی دھار رکھی زور سے اسے دبا دیا حتیٰ کہ وہ اسے چیرتی ہوئی اسکے پیٹ تک پہنچ گئی اب یقین ہو گیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے اب میں ایک ایک دروازہ کھولتا جاتا یہاں تک کہ میں سیڑھی تک پہنچ گیا نیچے اترنے لگا چاندنی رات تھی میں نے قدم ہوا میں رکھا اور سوچا کہ زمین تک پہنچ گیا ہوں میں گر پڑا میری پنڈلی ٹوٹ گئی جسکو میں نے عمامہ کے ساتھ باندھ لیا پھر چلا اور دروازے کے پاس آ کر بیٹھ گیا دل میں سوچا جب تک اس کے قتل کا یقین نہ ہو جائے باہر نہیں نکلوں گا جب صبح ہوئی مرغ نے آواز بلند کی تو منادی نے اس کے قتل کا اعلان کیا کہ اہل حجاز کا تاجر ابورافع انتقال کر گیا ہے پھر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انہیں کہا کہ جلدی جلدی چلو اللہ عزوجل نے ابورافع کو قتل کر دیا ہے۔ پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تفصیل کے ساتھ سارا واقعہ بیان کیا آقا ﷺ نے فرمایا اپنا پاؤں آگے پھیلاؤ میں نے اپنا پاؤں پھیلایا آپ ﷺ نے ٹوٹی ہوئی ہڈی پر اپنا دست شفا پھیرا تو وہ ایسی ہو گئی گویا اسے کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی 577/2)

ابورافع جب اہانت رسول اور اسلام دشمنی کا مرتکب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے قتل کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اسکے قتل کیلئے بھیجا۔ علامہ بدرالدین فرماتے ہیں۔

جواز الا غیال علی من اعان علی رسول اللہ بید او مال اورای وکان ابو رافع یعادی رسول اللہ ویولب الناس علیه.

(عمدۃ القاری ج4 ص378)

جو شخص اپنی رائے مال اور ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف مدد کرے یہ حدیث اس کے قتل پر دلیل جواز ابورافع گستاخ رسول تھا اور لوگوں کو بھی رسول اللہ ﷺ کی دشمنی پر ابھارتا تھا اس حدیث پاک قانون توہین رسالت 295C کا ثبوت روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے۔ جو لوگ توہین رسالت 295C یعنی سزائے موت کو برا کہتے ہیں گویا وہ حکم نبی اور عمل صحابہ کو نشانہ بناتے ہیں ایسے بد بخت کم علم لوگوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔

کعب بن اشرف کا قتل اور 295C کا ثبوت:

کعب بن اشرف ایک امیر جاگیردار یہودی تھا اس کا تعلق قبیلہ بنی قریظہ سے تھا یہ اپنے قبیلے کا سردار تھا سے شعروشاعری کا بہت زیادہ شوق تھا اسلام سے سخت دشمنی رکھتا تھا توہین رسالت کا مرتکب تھا اپنے اشعار میں رسول اللہ ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا جب اسے فتح بدر کی خبر ملی تو اسے بہت زیادہ رنج پہنچا سرداران کی ہلاکت پر کہنے لگا اب زندہ رہنے سے

مرجانا بہتر ہے قتل ہونے والے کفار کو یاد کر کر کے رویا کرتا تھا مسلمانوں کے خوف سے مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ حاصل کر لی۔ اور مطلب بن ابی وراعہ سیمی کے پاس ٹھہرا بد بخت اپنی حسب عادت قریش کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا رہا دین اسلام انکے عقیدے اور مذہب کی برتری ثابت کرتا رہا حتیٰ کہ اس بد بخت لعین نے کفار کو حضور ﷺ کے قتل پر آمادہ کر لیا۔ پھر دوبارہ مدینہ منورہ پلٹ آیا اور اپنے اشعار میں شان رسالت میں گستاخی واہانت، تنقیص وتحقیر کرتا رہا۔

اہل ایمان کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ بھی توڑ دیا جس کی وجہ سے اسلامی ریاست میں اس کی جان مال کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اٹھ گئی تھی تو اس پر حضور ﷺ نے بذات خود اس بد بخت کو قتل کرنے کا حکم نامہ جاری فرمادیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ من الكعب ابن اشرف فانه قد اذى الله ورسوله.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کرے گا اس بد بخت نے اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ کو تکلیف دی ہے اس پر حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ اتحب ان قتله قال نعم.

یارسول اللہ ﷺ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں آپ ﷺ نے فرمایا

ہاں! حضرت محمد بن مسلمہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ پھر آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت عطا فرمائیں (یعنی آپ کے خلاف الفاظ کہوں جن کو سن کر خوش ہو جائے) آپ ﷺ نے فرمایا اجازت ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہا یہ شخص (رسول اللہ ﷺ) ہم سے صدقہ مانگتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا دیا اس لئے تیرے پاس قرض لینے آیا ہوں کعب بن اشرف نے جواب میں کہا اللہ کی قسم تم اس سے اور بھی بہت کچھ اٹھاؤ گے، محمد بن مسلمہ نے کہا ہم نے اس کی اتباع کی ہے اور یہ پسند نہیں کرتے کہ اسے چھوڑ دیں دیکھتے ہیں یہ معاہدہ کیا رخ اختیار کرتا ہے تم سے ایک دو وسق قرض لینے آیا ہوں کعب نے کہا کوئی چیز میرے پاس گروی رکھو پھر دونگا محمد بن مسلمہ نے کہا تیرا کیا چیز گروی رکھنے کا ارادہ ہے کعب نے کہا اپنی عورتیں گروی رکھ دو تو انہوں نے کہا کہ تم عرب کی خوبصورت حسین وجمیل نوجوان ہو ہم تیرے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ سکتے ہیں اس نے کہا اپنے بیٹے گروی رکھ دو انہوں نے جواباً کہا کہ ہم اپنے بیٹے کیسے تمہارے پاس گروی رکھ سکتے ہیں جوان سے لڑے گا تو انہیں گالی دے گا ''ایک یا دو وسق میں گروی رکھے ہوئے'' یہ ہمارے لئے بہت ہی شرمندگی کی بات ہے البتہ ہم تمہارے پاس کچھ ہتھیار گروی رکھ سکتے ہیں اس نے دوسری مرتبہ آنے کا وعدہ کیا کعب اس بات پر راضی ہو گیا چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رات کے وقت اس کے پاس آئے ان کے ساتھ کعب بن اشرف کا رضائی بھائی ابو نائلہ بھی ساتھ تھا ۔دوسری روایت کے مطابق حارث بن اوس، ابو عبسی اور عباد بن بشیر کو بھی ساتھ لانے کا وعدہ کیا کعب نے انہیں قلعہ میں بلا لیا اور ان کی طرف نیچے اترنے لگا اس کی بیوی نے کہا اس

وقت کہا جا رہے ہو؟ میں اس وقت ایسی آواز سن رہی ہوں جس میں خون ٹپکتا ہے۔ کعب بن اشرف نے کہا محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی نائلہ ہے (فکر مند ہونے کی کوئی بات نہیں) اگر شریف آدمی کا رات کے وقت بھی نیزہ بازی کیلئے پکارہ جائے تو اسے جانا چاہئے دوسری جا نب حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا جب کعب بن اشرف آیا تو میں اس کے سر کے بال پکڑ کر سونگھوں گا جب تم دیکھو کہ میں نے اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا ہے تو تم لوگ اسے قتل کر دینا۔ کعب بن اشرف ان کے پاس چادر اوڑھ کر آیا اس سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں۔

محمد بن مسلمہ نے اسے کہا آج کی طرح میں نے کبھی اتنا خوشبو میں بسا ہوا نہیں دیکھا اس پر کعب بن اشرف نے جواب دیا ہاں عرب کی حسین وجمیل اور سرمایہ دار عورت میرے پاس ہے محمد بن مسلمہ نے فرمایا کیا میں تمہارے سر سونگھ سکتا ہوں؟ اس نے جواب دیا ہاں کیوں نہیں؟

محمد بن مسلمہ نے سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھنے کی دعوت دی ایک ایک کر کے سب نے سونگھا تو پھر ایک نے دوبارہ سونگھنے کی دوخواست کی جسے کعب بن اشرف نے بخوشی قبول کر لیا۔

فلما استمکن منه قال دونکم فقتلواه ثم اتو النبی فاخبروه.

(صحیح بخاری کتاب المغازی 576/2،)

(صحیح مسلم کتاب الجماد واسیر، 2)

حضرت محمد بن مسلمہ نے اسے پوری طرح قابو کر لیا تو اپنے ساتھیوں سے کہا

قریب آجاؤ اور اسے قتل کردو تو انہوں نے ایسا ہی کیا پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور پورے واقعہ کی اطلاع دی۔اس سے قلیل وکثیر خفیف وہلکی کا اعتبار نہیں جس نے بارگاہ رسالت میں ادنیٰ سی بھی گستاخی کی مباح الدم ہو جائے گا یعنی اس پر 295C کا نفاذ ہوگا اور جو لوگ گستاخ رسول کی معافی کی صورتیں تلاش کرتے ہیں ان کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

علامہ بدرالدین کعب بن اشرف کے قتل پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

كعب بن الاشرف اليهودي القر على الشاعر كا ن يهجو النبي ﷺ والمسلمين ويظاهر عليهم الكفار ولما اصاب المشركين يو م بدر ما اصا بهم اشد عليهم و كان يبكي على قتلى بدر وينشد الاشعار.

(عمدۃ القاری ج17 صفحہ 176)

کعب بن اشرف یہودی شاعر تھا نبی کریم ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرتا تھا جب بدر کے دن کفار کو شکست کا سامنا ہوا تو یہ کفار مقتولین بدر پر رویا اور انکے لیے مرثیہ لکھا۔

بیت اللہ میں گستاخ رسول کا قتل:

جب مسلمانون کے سر فتح مکہ کا تاج سجا اللہ عزوجل نے اپنے پیارے محبوب کو فتح مبین عطا فرمائی تو اب وہ لوگ جنہوں نے ہمیشہ حضور ﷺ کو اذیت وتکلیف دی۔آپ کی شان میں گستاخی وبے ادبی کی اخیر کردی ساری زندگی اسلام سے دشمنی بغض وعداوت کو

اپنا وطیرہ بنائے رکھا تھا کوئی موقع اسلام کے خلاف سازش کرنے میں ہاتھ سے جانے نہ دیا کبھی دین کے کاموں میں رکاوٹیں ڈالی تو کبھی مسلمانوں کے تجارتی قافلے کو لوٹا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کیا تو کبھی مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کی رسول اللہ ﷺ پر قاتلانہ حملے کیے تو کبھی ہجو میں اشعار لکھے اسی وجہ سے حکم الٰہی کے پیش نظر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی وہاں بھی ان دین اسلام کے دشمنوں نے مسلمانوں کو اطمنان سے نہ رہنے دیا جب آٹھویں ہجری میں اللہ عزوجل نے فتح مکہ کی صورت میں مسلمانوں کو کفار پر غلبہ عطا فرمایا تو اس وقت کفار نا ہنجار نے اپنے آپ کو غیر محفوظ پایا اور اپنی جان کی فکر لگ گئی کے اب چند منٹوں کے بعد گردنیں گاجر مولی کی طرح تن سے جدا کردی جائیں گی۔لیکن قربان جاؤ اپنے رحمت والے آقا ﷺ کے مبارک فیصلہ پر اور ایسا فیصلہ صادر فرمایا جسکی رہتی دنیا تک کوئی مثال نہ دے سکے گا، اعلان فرمایا۔

لا تشريب عليكم اليوم اذهبوا فانتم الطلقاء.

(البرایہ والنھایہ 301/4)

آج تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

لیکن اس عام معافی میں حضور ﷺ نے چار مردوں اور دو عورتوں مستثنیٰ قرار دیا۔

اسکی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی وبے ادبی اور تحقیر وتنقیص کا جرم کیا تھا دین اسلام کے خلاف نازیبہ زبان استعمال کی تھی 4 مردوں میں عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن ابی خطل، مقیس بن صبابہ، اور عبداللہ بن ابی السراح تھا اور دو عورتوں میں عبداللہ بن ابی السراح کی دو لونڈیاں شامل تھیں۔

حضور ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے ان گستاخوں کا خون مباح قرار دیتے ہوئے
بڑا واضح اور صریح حکم ارشاد فرمایا۔

اقتلوهم وان وجدتموهم متعلق باستار الكعبه .

(سنن نسائی کتاب المحاربہ 169/2)

(یہ 6 گستاخان رسول جہاں کہیں بھی ملیں) انہیں قتل کر دو اگر چہ کعبہ کے
پردوں سے ہی چمٹے ہوئے پاؤ۔

اس حدیث مبارکہ میں ان جاہل اینکرز، تجزیہ نگار، کالم نگار، ماڈرن پروفیسر کیلئے
مقام غور ہے جو آج فتح مکہ کا حوالہ دے کر مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں کیا ان عقل
کے اندھوں کو ان 6 گستاخان رسول کے بارے میں جاری ہونے والا فیصلہ کہیں نظر نہیں
آتا کیا یہاں مسلمانوں کی تربیت نہیں کہ ہر بڑے سے بڑا گناہ ہر بڑے سے بڑا جرم
معاف کر دینا۔لیکن جو میری شان میں بے ادبی گستاخی کرے وہ اگر گورنر صدر وزیر کے
پاس تو کیا کعبہ کے پردوں میں چھپ جائے تو پھر بھی قتل کرو پھر اسے سزائے موت دو
میرے گستاخ کو ہرگز معاف نہ کرنا، کیا یہ سیرت نبی ﷺ ہے معافی والے پہلو کو لیتے ہو اور
جن گستاخوں کی گردنیں تن سے جدا کروائیں انکا ذکر تک نہیں کرتے ہو کیا یہ تاریخ میں خیا
نت نہیں ڈوب مرنا چاہئے ان حکمرانوں جاہل پروفیسروں کو جو توہین رسالت کے قانون کو
کالا قانون کہتے ہیں ختم کرنے یا ترمیم کرنے کا سوچتے ہیں اور حوالہ فتح مکہ کا دیتے ہیں۔

عبداللہ بن خطل کا قتل:

جب عبداللہ بن خطل مسلمان ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوا تو سرکار ﷺ نے اسے

زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا اس کے ساتھ ایک خادم بھی تھا ایک جگہ انہوں نے پڑاؤ کیا تو
عبداللہ بن خطل نے خادم کو کہا بکرا ذبح کر کے کھانا تیار کرو اور خود سو گیا خادم بھی سو گیا جب
عبداللہ بن خطل جاگا اور اس نے دیکھا کہ خادم نے کھانا تیار نہیں کیا تو اسے قتل کر دیا اور خود
مرتد ہو کر مشرکین مکہ کے پاس چلا گیا وہاں اس نے لونڈیاں رکھی جو حضور ﷺ کی ہجو میں وہ
اشعار گاتی تھیں جو عبداللہ بن خطل کہتا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

**ان رسول الله دخل عام الفتح واعلى راسه المضفر فلما
نزعه جاءه رجل فقال ان ابن خطل متعلق باستار الكعبه فقال اقتلوه.**

(بخاری شریف ابواب المرۃ جلد 1 صفحہ 249)

جب رسول ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے اور حضور ﷺ سر اقدس پر
خود پہنے ہوئے تھے جب اسکو اتارا تو ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کی ابن خطل کعبہ
کے پردوں میں چھپا ہوا ہے فرمایا اسے قتل کر دو۔

اسی واقعہ کو امام نسائی نے یوں بیان کیا ہیں۔

**ماما عبدالله بن خطل فادرك وهو متعلق باستار الكعبة فاسق اليه
سعيد بن حريث وعمار بن ياسر فسبق سعيد عماراً وكان ،،،،
الرجلين فقتله.**

(سنن نسائی، کتاب المحاربہ 169/2)

عبداللہ بن خطل کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا پایا گیا۔ اسے قتل کرنے کیلئے

حضرت سعید بن حارث اور حضرت عمار بن یاسر دوڑے لیکن حضرت سعید حضرت یاسر سے زیادہ نوجوان تھے آپ نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔ گویا گستاخ رسول عبداللہ بن خطل یہ اپنے ذھن میں یہ گمان فاسد کرتے ہوئے کعبۃ اللہ کے پردوں کے پیچھے پناہ اختیا کی کہ وہاں شاید جان بخشی ہو جائے۔ وہاں اسے جان کی امان مل جائے گی وہاں قتل ہونے سے بچ جائے گا۔ لیکن بے ادبی و گستاخی رسول کے جرم عظیم کا مرتکب تھا دین اسلام کا باغی تھا اسی لیے حضور ﷺ نے واضح اعلان جاری کیا کہ اگر یہ گستاخ اس جرم سے بچنے کیلئے کعبہ میں چھپ جائے وہاں بھی اس کی گردن اڑادی جائے اور اس گستاخ رسول کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کے بعد اسے کعبہ کے پردوں سے گھسیٹ کر زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان قتل کر دیا۔

یہ حدیث کی قانون دانوں کو آئینہ پیش کر رہی ہے کہ قاضی اسلام یعنی حکمران صدر وزیر اور برسر اقتدار پارٹی کو چاہیے کہ گستاخ رسول کے معاملے میں کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کیا جائے اگر گستاخ رسول کو استثنیٰ حاصل ہوتا اگر گستاخِ رسول کی قتل کے سوا کوئی سزا ہوتی تو حضور ﷺ جو کہ شریعت کے احکام واضح فرمانے والے ہیں ان گستاخوں کو ضرور سزائے موت معاف فرماتے اور دوسری سزا دیتے لیکن آپ ﷺ نے واضح اعلان کر کے پھر انکے قتل پر خوشی کا اظہار کر کے رہتی دنیا تک کہ حکمرانوں کو بتا دیا اگر تمہارے دور میں ایسا واقعہ پیش آجائے تو اسے قتل کرنے میں سوچ و بچار کا شکار نہ ہونا بلکہ میرے واضح فیصلوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے سزائے موت سناتے ہوئے اس کا سر تن سے جدا کر دینا تا کہ دوبارہ

کوئی میری شان میں بے ادبی و گستاخی کا سوچ بھی نہ سکے۔ لیکن افسوس ہے ان ڈالروں اور ریالوں کے پجاری نااہل حکمرانوں پر اس قانون توہین رسالت 295C کا مزاق اڑاتے اسے غلط ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

بیعت میں تاخیر اور قتل کی خواہش:

عبداللہ بن ابی السرح کا شمار کاتبان وحی میں ہوتا تھا شیطان مردود کے ورغلانے پر گمراہی کے عمیق گھڑوں میں گر گیا تھا دین اسلام سے مرتد ہو کر کفار کے ساتھ جا ملا تھا فتح مکہ کے دن یہ گستاخ رسول ان چار بدبختوں میں شامل تھا جن کا خون حضور ﷺ نے مباح قرار دیا اور قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ یہ گستاخ حضور ﷺ کی شان میں نہ صرف گستاخی و بے ادبی کرتا تھا بلکہ آپ ﷺ کی طرف کذب و افترا بھی منسوب کرتا تھا قرآن پاک کے متعلق بھی بکواسات کرتا تھا یہ نظریہ رکھتا تھا کہ حضور ﷺ کی طرح میری طرف بھی وحی آتی ہے اس کا یہ فعل حضور ﷺ کی ختم نبوت اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کے بارے میں بہت بڑا افترا تھا اگر یہ صرف مرتد ہوتا تو اس کی معافی کی صورت ممکن تھی لیکن یہ گستاخ رسول کا بھی مجرم تھا اور یہ جرم کفر سے کئی درجہ بڑھ کر ہے جسکی کسی صورت معافی نہیں جب عبداللہ بن السرح تائب ہو کر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اسکی بیعت لینے سے اعراض فرمایا۔ بارہا کوشش کے باوجود موقع نہ دیا اور یہ خواہش کی کہ کوئی آگے بڑھ کر اسے قتل کر دے۔ یہ سارا واقعہ حضرت مصعب بن سعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔

لما کان یوفتح مکه اختبار عبدالله بن سعدبن ابی سرح عند عثمان ابن عفان

(ابوداؤدج2ص251)

جب فتح مکہ کا دن آیا تو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان بن عفان کے پاس چھپ گئے پھر حضرت عثمان اسے لائے اور بارگاہ رسالت میں لاکر پیش کردیا اور درخواست کی یارسول اللہ ﷺ عبداللہ سے بیعت لے لیجئے آپ نے اپنا سرانور اوپر اٹھایا تین دفعہ عبداللہ کی طرف دیکھا ہر دفعہ بیعت سے انکار فرمایا آخر تین دفعہ کے بعد اسے بیعت کیا پھر اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کیا تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں تھا کہ جب میں نے اسکی بیعت لینے سے انکار کردیا اپنا ہاتھ روک رکھا تھا کہ وہ اسے قتل کردیتا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ ﷺ کے دل میں کیا ہے آپ ﷺ ہمیں آنکھ سے اشارہ فرمادیتے آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ ظاہر میں چھپ رہے اور آنکھ سے اس کے خلاف ارشاد کرے۔

اس حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور ﷺ کی دلی خواہش تھی کہ اس گستاخ کو قانون توہین رسالت کے مطابق قتل کردیا جائے لیکن جب اس نے بار بار معافی کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے حسن اخلاق کی عظیم مثال قائم کرتے ہوئے اسے معاف فرما دیا لیکن یہ یاد رہے یہ معافی اپنے گستاخ کو رسول اکرم ﷺ نے خود دی تھی کسی صحابی نے اٹھ کر اسے معاف نہ کیا تھا جیسا کہ آج کل جب کوئی ملک ہمارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو ہمارے کم فہم لوگوں کی طرف سے معافی کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر وہ معافی

مانگ لے تو یہ کم فہم جاہل طبقہ اسے معاف کردیتا ہے حالانکہ اس بات کا اسکو اختیار ہی نہیں یہ صرف نبی ﷺ کا خاصہ وہ ہی اپنے گستاخ کو معاف فرماسکتے ہیں اسکے سب پر قانون کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے۔

ابوجہل کی عبرت ناک موت:

ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام ہے یہ بنی مخزوم کا سردار تھا جنگ بدر میں کفار کا سپہ سالار تھا عہدہ جاہلیت میں اسکی کنیت ابوالحکم تھی حضور ﷺ نے اس کی کنیت ابوجہل رکھی اور اسی سے مشہور ہوا اسے اس امت کا فرعون بھی کہا جاتا ہے۔ابوجہل رسول اکرم ﷺ کا جانی دشمن تھا اسلام سے نفرت کرنے اور مسلمانوں کی تضحیک کرنے میں پیش پیش رہتا تھا یہ لعین رسول اللہ ﷺ کو جسمانی اذیت شدید درد اور ذہنی رنج پہنچانے میں سب سے آگے تھا وہ ابو جہل ہی تھا جسے رسول اللہ ﷺ پر غلاظت پھینکنے کا ناقابل یقین امتیاز حاصل تھا اس لعین نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی شازش بھی کی یعنی یہ بد بخت گستاخی و توہین کرنے میں انتہا درجے کو پہنچا ہوا تھا۔اسکے قتل ہونے کا واقعہ حضرت عبدالرحمن بن عوف بیان فرماتے ہیں:

بینا انا واقف فی الصف یوم بدر نظرت عن یمینی وعن شمالی فاذا انا بفلا مین من الانصار حدیثه اسنا نهما ،،،ان اکون بین اضلع منهما ،،،امد هما فقال یا عمر هل تصرف اباجهل قلت نعم ماحا جتك الیے یا ابن انی قال اخبرت الیه یسب رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لئن رایة لا یفارق سوادی سواده حتیٰ یموت الا

عجل منا ،،، لذٰلك ،،، الاخر فقال لی مثلها فلم ،،، ان نظرت الٰی ابی جهل یجعل فی الناس فقلت الا ان هذا صاحبكما الذی سالتمانی عنه فابتدراه ،،،،، حتّٰی قتلا ه ثم انصر فاالی رسو ل الله فاخبراه فقال ایكما قتله قال كل واحد منهما انا كلا كما قتله

(بخاری کتاب الجہاد ج1 ص444)

جنگ بدر کے دن میں صف میں کھڑا تھا میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا میرے دونوں جانب انصار کے دو کمسن بچے تھے مجھے خواہش ہوئی کہ کاش میں ان سے زیادہ طاقت ور کے درمیان میں ہوتا میں یہ سوچ رہا تھا کہ ایک نے مجھے دبایا اور پوچھا اے چچا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں پھر میں نے پوچھا تمہیں اس کی کیا حاجت ہے اے بھتیجے اس نے کہا مجھے پتا چلا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں گالیاں بکتا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں اسے دیکھ لوں گا تو اس وقت تک جدا نہ ہوؤں گا جب تک وہ مر نہ جائے جسکی موت میں نے اسی پر تعجب کیا اب دوسرے نے مجھے دبایا اور یہی بات کہی تھوڑی دیر کے بعد میں نے ابوجہل کو دیکھا کہ لوگوں کے درمیان تیزی سے آجا رہا تھا میں نے ان دونوں بچوں سے کہا دیکھو وہ ہے جس کے بارے میں تم نے مجھ سے پوچھا تھا یہ سنتے ہی دونوں اپنی تلواروں کیساتھ اس پر جھپٹے اور اسے مار کر قتل کر دیا پھر رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کو بتایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا اپنی تلواریں صاف کر لیں دونوں نے عرض کیا نہیں اب حضور ﷺ نے دونوں کی تلواریں ملاحظہ فرمائیں اور فرمایا تم دونوں نے اسے قتل کیا۔ ذرا غور فرمائیں ان

دونوں منے غازیان اسلام نے اس بدبخت کو قتل کرنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے نازیبا زبان استعمال کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سلطنت مدینہ میں مسئلہ مشہور و معروف تھا کہ گستاخی رسول ناقابل معافی جرم ہے گستاخ رسول کی سزا صرف اور صرف قتل ہے۔ اور طبرانی میں ہے کہ ابوجہل کے قتل پر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور سجدہ شکر ادا فرمایا۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان دونوں ننھے منے غازیوں کو حضور ﷺ نے حکم فرمایا تھا؟ کیا انہوں نے قانون ہاتھ میں نہیں لیا حضور ﷺ سے فیصلہ کروانے کی بجائے خود ہی کام تمام کر دیا۔ تو اس کا جواب دینے کی حاجت نہیں کیوں کہ اسکا جواب پہلے گزر چکا ہے یعنی مدینہ منورہ میں یہ مسئلہ مشہور تھا کہ گستاخ رسول کی سزا موت ہے اس کے سوا کسی بات پر سمجھوتہ نہیں ہوسکتا یہ تو انکی عدالتیں ہیں جو اپنی ذمہ داریاں بھول چکی ہیں اور گستاخان رسول کو کٹہرے میں لانے اور سزائے موت سناتے ہوئے تختہ دار پر لٹکانے کی بجائے غازیان اسلام کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے گھسیٹ رہی ہیں۔

ام ولد (لونڈی) کو گستاخی رسول پر سزائے موت:

جب دل میں عشق مصطفےٰ ﷺ جگمگا رہا ہو تو پھر سر کی آنکھوں کی حاجت نہیں ہوتی دیوانے اس کے بغیر بھی اپنا کام کر دکھاتے ہیں۔ ایک نابینا صحابی کی ام ولد تھی جو حضور ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی اور اہانت و تنقیص کیا کرتی تھی سب و شتم اس کی عادت میں شامل تھا نابینا صحابی اس لونڈی کے آقا، مولی ہونے کے ناطے اسے منع کرتے

لیکن مجال ہے کہ اس بد بخت خاتون پر اس عاشق رسول کی نصیحت کا کوئی اثر ہوتا ڈانتے جھڑکتے لیکن وہ اپنی خباثت سے باز نہ آتی بلکہ ہٹ دھرمی اور ضدی پن کا مظاہرہ کرتی کسی صورت گستاخی کا پہلو ہاتھ سے جانے نہ دیتی حسب عادت ایک دفعہ اس نے سرکارِ مدینہ ﷺ کی شان میں بے ادبی و گستاخی کا آغاز کیا اور نازیبا زبان استعمال کی صحابی رسول کی غیرت ایمانی جوش میں آ گئی اپنے آقا و مولیٰ مدینے والے مصطفےٰ ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہ کر سکے چھرا اٹھایا اور اس گستاخ رسول کے پیٹ میں گھونپ دیا اور یوں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس کا قصہ ہی تمام کر دیا جب صبح ہوئی بارگاہ رسالت میں اسکا مقدمہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے سب لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

انشد الله رجلا فعل مافعل لی علیه حق الازم فقام الا عمی یتعلی الناس هو یتزلزل حتٰی قعد بین یدی انس فقال رسول الله ﷺ انا صاحبا کانت تشتمك وقع فیك فانها جلا تنتهیٰ واز جرها فلا تنزجوونی منهاابنان مثل النو لوتین و کانت بی رفیقه فلما کان البارحة جعلت تشتمك ونقع فیك فاخذت المفول فوقته فی بطنیا واتکات علیها حتٰی قتلتها فقال النبی الا اشهدوا ان دمها هدر.

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الحدود۔ 281)

جس شخص نے یہ کلام کیا ہے میں اسے خدا عزوجل کی قسم دیتا ہوں اور اپنے حق کی جو میرا اس پر ہے وہ کھڑا ہو جائے (اقرار کرے کہ میں نے یہ قتل کیا ہے) یہ سن کر وہی عاشق رسول نابینا صحابی کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے گزرتے آئے یہاں تک کہ سرکا

ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس لونڈی کو قتل کیا ہے وہ آپ کو برا بھلا کہتی تھی آپ کی ہجو کرتی تھی میں اسے منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہ آئی جھڑکتا تھا پھر بھی نہ مانی اس کے پیٹ میں موتیوں جیسے دو میرے بیٹے ہیں وہ میری رفیقہ حیات تھی (یعنی میری اس سے کوئی ذاتی لڑائی نہ تھی)

گذشتہ رات وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگی اور ہجو کرنے لگی تو میں نے چھرا اس کے پیٹ میں رکھا اور زور سے دبایا یہاں تک کہ وہ مر گئی حضور ﷺ نے فرمایا گواہ ہو جاؤ اس کا خون رائیگاں گیا، (یعنی اس کے قتل سے قصاص یا دیت وغیرہ کچھ بھی نہیں لیا جائے گا)

سبحان اللہ اس نابینا صحابی کا عشق رسول ﷺ اور پھر آقا ﷺ کا مبارک فیصلہ مجرم عدالت میں کھڑا اقرار کر رہا ہے کہ میں نے قتل کیا ہے وجہ یہ تھی کہ گستاخی رسول کی ﷺ تھی کیا عشق رسول کہ دو بچوں کی ماں ہے گھر سنبھالنے والی ہے خود نابینا ہے لیکن جب ذات مصطفےٰ ﷺ کا معاملہ آیا تو سب کچھ قربان کر دیا۔ سرکار ﷺ نے بھی رہائی کا پروانہ جاری کر کے بتا دیا کہ گستاخ رسول کے قاتل کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے نہیں بلکہ اسے مقدمہ سے بری کر دیا جائے تا کہ میرے گستاخوں کو خوف لاحق ہو اور یوں میری ذات بے مثل و بے مثال کے اندر گستاخی سے باز رہیں اگر سرکار ﷺ ایسے مبارک فیصلے نہ کرتے تو ہر عیرہ غیرہ اٹھ کر نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی کر سکتا تھا۔ لیکن آقا ﷺ کے ان مبارک فیصلوں نے گستاخان رسول کو لگام ڈال دی

گستاخ رسول قتل:

ایک شخص رسول اکرم ﷺ کو سب وشتم کیا کرتا تھا آپ نے فرمایا۔

من یکفنی عدوی ۔ میرے دشمن کی کون خبر لے گا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں بھیجا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا

(شفاء، صفحہ 372)

جو لوگ کہتے ہیں کہ توہین رسالت کی سزا قرآن و حدیث میں ذکر نہیں ان کو 12 نمبر کی عینک لگا کر یہ حدیث بار بار پڑھنی چاہیے۔

یہودیہ کا قتل:

حضرت علی رضی الله عنه فرماتے هیں .ان یهودیه کانت تشتم النبی وتقع فیه فخنقها رجل حتی ماتت فابطل رسول الله ﷺ دمها .

(ابوداؤد کتاب الحدود جلد 2 صفحہ 252)

ایک یہودی عورت نبی پاک ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ اور آپ ﷺ کے بارے میں نازیبا کلمات کہتی تھی تو ایک آدمی نے اسکا گلا گھونٹ دیا حتیٰ کہ وہ مرگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون رائیگا قرار دے دیا۔

ابوعفک یہودی کا قتل:

جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو ابوعفک 120 سال کا بوڑھا آدمی تھا اس گستاخ رسول یہودی نے رسول اکرم ﷺ کیلئے شدید دشمنی کا اظہار کیا تھا لوگوں کو رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے خلاف بھڑکانا اس کا معمول تھا بدر کی فتح عظیم کے بعد اس

کی عداوت میں اور زیادہ تیزی آگئی اور نظمیں لکھنا شروع کر دیں جن میں انتہائی غلیظ اور گستاخانہ زبان استعمال کرتا تھا جب اسلام کے دشمن الحارث بن سوید بن صامت کو موت کی سزا دی گئی تو ابوعفک یہودی نے ایک نظم لکھی جس میں رسول اللہ ﷺ کیلئے گالیاں بکی انتہائی غلیظ اور ہتک آمیز زبان استعمال کی نیز اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑایا جب رسول اللہ ﷺ نے یہ نظم سنی تو فرمایا تم میں کون اس غلیظ بدکردار آدمی کو ختم کرے گا حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خدمات پیش کی اور نذر مانی کہ اس گستاخ رسول کو میں قتل کروں گا یا خود مر جاؤں گا وہ ابوعفک کے پاس گئے اور اس کے جگر میں تلوار اتنے زور سے ماری کہ بستر کے پار نکل گئی ابوعفک چیخا اس کے آدمی دوڑے لیکن اس کو بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور یوں گستاخ رسول واصل جہنم ہو گیا۔ اگر اس دور میں ایسا کام ممتاز قادری جیسا عاشق رسول کر دے تو اسے سزائے موت سنا دی جاتی ہے یہ ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

اس واقعہ کو ابن سعد نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

کان ابو عفك من بنی عمرو بن عوف شیخا کبیرا قد بلغ عشرین ومائة سنة وکان یهودیا وکان یحرض علی رسول الله فقال سالم بن عمیر وهو اور الكائین وقد شهد بدرا علی نزر ان اقتل ابا عفك او اموت دونه فامهل یطلب له غرة حتیٰ کانت لیلة صائفة فنام ابو عفك باالفناء وعلم به سالم بن عمیر فاقبل فوضع السیف علی کبده ثم اعتمد علیه حتیٰ خشی فی الفراش وصاح ،،،، فتاب

الیہ ناس ممن هم علی قوله فادخلوه منزله و قبره.

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 28)

ابوعفک عمرو بن عوف ایک سو بیس (120) سا کا بوڑھا شخص تھا یہودی تھا لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر ابھارتا تھا شعر کہا کرتا تھا حضرت سالم بن عمیر جو بکثرت روزے والوں میں تھے اور بدر میں حاضر ہوئے تھے کہا مجھ پر نذر ہے میں ابوعفک کو قتل کرونگا یا اس کیلئے مر جاؤں گا وہ ٹھہرے ہوئے، اسکی غفلت کے انتظار میں تھے کہ وہ کب غافل ہوتا ہے اور میں اس کا کام تمام کروں یہاں تک کہ گرمی کی ایک رات کو ابوعفک میدان میں سویا سالم بن عمیر کو اس کا علم ہو گیا اور وہ آئے اور تلوار اس کے جگر پر رکھ دی پھر دبا کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ وہ بستر میں گھس گئی اللہ عزوجل کا دشمن چیخا تو اس کے ماننے والے دوڑے پس اسے اٹھا کر اس کے گھر لے گئے اور اسکی لاش کو دفن کر دیا۔

جی ہاں! جب گستاخ رسول گستاخی کی ہمت کرے تو آگے سے جواب دینے والا بھی حضرت سالم بن عمیر جیسا ہونا چاہئے جو اپنے آقا کے حکم پر گستاخ رسول کو واصل جہنم کر نے کی قسم کھالے اور نذر مان لے کہ اس کو قتل کر کے چھوڑوں گا یا پھر اسی کام میں خود مر جاؤں گا مزے کی بات تو یہ کہ اس عاشق رسول کے دل میں یہ ذرا برابر بھی نہ آیا کہ اس کا قتل کہیں مجھے مہنگا نہ پڑ جائے مجھے آزمائش میں نہ ڈال دے بلکہ اس وسوسے کی کاٹ وسوسہ سے قبل ہی کر دی اور نذر مان لی کہ ہر صورت میں گستاخ کو قتل کرنا ہے۔

گستاخ رسول بنت مروان کا قتل:

جب عفک کی موت کے بعد عصمہ بنت مروان نے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا

کرنے کی کوشش کی اپنی ایک نظم میں نبی کریم ﷺ کی تضحیک اور بے حرمتی کی اس سے سرکار ﷺ اور مسلمانوں سے سخت نفرت تھی جب رسول اللہ ﷺ نے اس کا کلام سنا تو فی الفور اپنے صحابہ سے اس گستاخ رسول سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ عصمہ کے اپنے ہی قبیلے کا نو مسلم اپنے آقا و مولیٰ کا فرمان سن کر عصمہ کے گھر گیا اور اسی رات اس گستاخ کا کام تمام کر دیا دوسری صبح اس عاشق صادق نے بارگاہ رسالت میں آکر خوشخبری سنائی کہ اس نے اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ کی مدد کی ہے حضور ﷺ نے صحابہ کو مخاطب فرما کر فرمایا اگر ایسا شخص دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اسکے رسول کی مدد کی ہو تو وہ عمیر کو دیکھ لو۔ گویا گستاخ رسول کو قتل کرنا اللہ اور رسول کی مدد کرنا ہے اگر یہ کام ممتاز قادری کر دے تو پھر مجرم کیوں؟

مشہور سیرت نگار امام محمد بن سعد اس بدبخت گستاخ رسول عورت کے واقعہ کو اپنی کتاب طبقات ابن سعد میں کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

کانت عصمه عند یزید ابن حصن الخطمی و کانت تصیب الاسلام و توذی النبی و تحرض علیه وتقول الشعرفجاء ها عمیر بن عدی فی جوف اللیل حتیٰ ذجل علیها بیتها و حولها نفر من ولدها ینام منهم من تر فسصه فی صدر ها فحسها بیده و کان ضریرا البصر ونحی الصبیی عنها و وضع سیفه علی صدرها حتیٰ انفذه من ظهرها ثم صلی الصبح مع النبی با المدینه فقال له رسول الله اقتلت ابنة

مروان ؟قال نعم فهل علی فی ذلك من شیء فقال لا ینتطع فیها عنزان فكا فت هذه اكلملة اول ماسعت من رسول الله عمير البصر.

(طبقات اب سعد جلد 2 صفحہ 27)

عصمہ یزید بن زید بن حصن الخطمی کے پاس تھی اسلام میں عیب بہت نکالتی تھی نبی کریم ﷺ کی ہجو کرتی آپ کی مخالفت پر ابھارا کرتی اور اشعار کہتی تھی عمیر بن عدی رات کے وقت آئے اور مکان میں داخل ہو کر اس کے پاس آئے عصمہ کے ارد گرد اسے بچے سو رہے تھے اس کے پاس ایک چھوٹا دودھ پینے والا بچہ سو رہا تھا حضرت عمیر نابینا تھے ہاتھ سے ٹٹول کر بچے کو ماں سے علیحدہ کیا تلوار اس کے سینے پر رکھی جو جسم کے پار ہو گئی حضرت عمیر نے فجر کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھی رسول اکرم ﷺ نے پوچھا کیا تم نے بنت مروان کو قتل کر دیا؟ انہوں نے عرض کی ہاں کیا اس بارے میرے ذمہ کچھ اور ہے آپ نے فرمایا نہیں اس بارے میں 2 بھیڑیں لڑیں گی یہ کلمہ وہ تھا جو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے سنا گیا رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عمیر بصیر (بیٹا) رکھا۔

قارئین کرام! دیکھا آپ نے اپنے گستاخ سے زمین کو پاک کرنے میں سرکار ﷺ کو کتنی جلدی فرماتے تھے صبح ہوتے ہی اپنے عاشق سے پوچھ لیا کیا ذمہ داری پوری کی ہے اور عاشق بھی کیسا خوش بخت تھا کہ آنکھوں سے نابینا ہے لیکن اس کمزوری کو عذر نہیں بنایا اور پھر انسانیت کا کتنا احترام تھا قتل ناحق سے کتنے بچے تھے کہ دودھ پیتے بچے کو جدا کیا کہ کہیں وہ بھی اس گستاخہ کے ساتھ قتل نہ ہو جائے لیکن ایک آج کا پرفتن دور ہے کہ گستاخان رسول دندناتے پھر رہے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں کبھی گستاخانہ خاکے بناتے ہیں تو کبھی فلم و

ڈرامہ اور اسلامی جمہوریہ کے حکمران ہیں ٹس سے مس نہیں ہوتے اگر کوئی گستاخ رسول گرفتار ہو بھی جائے تو نام نہاد این جی اوز غیر ملکی دباؤ ڈلوا کر رہا کروا لیتی ہیں عوام کی توجہ ہٹانے کیلئے پیشیاں ڈال دی جاتی ہے تاریخوں پر تاریخیں ڈال دی جاتی ہیں جبکہ بانی قوانین اسلامیہ حضرت محمد ﷺ اپنے گستاخ کو قتل کروانے میں جلدی فرماتے تھے لیکن آج کے قانون دان اور عدالتوں کو یہ روایات نہ جانے نظر کیوں نہیں آتی۔

گستاخ رسول عتیبہ کا بھیانک انجام:

ابولہب کے بیٹوں کا نام عتبہ اور عتیبہ تھا اعلان نبوت سے قبل حضور ﷺ کی دو شہزادیوں کا رشتہ ان سے طے ہوا تھا مگر جب سورۃ لہب نازل ہوئی تو ابولہب کے کہنے پر یہ رشتہ ختم ہو گیا عتیبہ اپنے باپ کی طرح بہت بدزبان اور گستاخ رسول تھا ایک دن حضور ﷺ کے پاس آیا اور گستاخانہ لہجے میں قرآن پاک کی بعض آیات کا انکار کیا پھر آپ کی طرف تھوکا (جو آپ ﷺ پر نہ پڑا) اس کی اس گستاخی سے آپ ﷺ کو زیادہ دلی صدمہ ہوا آپ ﷺ نے دعا کی الٰہی اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو اس پر مسلط فرما اس واقعہ کے چند دن بعد عتیبہ اپنے باپ کے ساتھ شام کی طرف تجارتی قافلے میں گیا قافلے نے ایک رات ایسی جگہ پر قیام کیا جہاں اس کے علاقے کے باشندوں نے بتایا کہ راتوں کو اکثر جنگلی درندے آتے ہیں اس قافلے کے حفاظتی انتظامات کیے گئے لیکن ابولہب کے حکم پر عتیبہ کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا گیا اور وہ یوں کہ اس کے ارد گرد اپنے اونٹ بٹھا دیئے پھر سب لوگ اطمنان سے سو گئے دعائے مصطفیٰ ﷺ کا اثر کچھ یوں ظاہر ہوا کہ رات ایک

شیر آیا اور اونٹوں کے درمیان سے گزر کر عتیبہ کو چیر پھاڑ کر کھا گیا۔

امام ابو نعیم سے اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ دلائل النبوۃ میں کچھ یوں بیان کیا ہے۔

واما عتیبه فانه طلقها واتی رسول الله و کان یزید الخروج الیٰ احشام فقال اللهم سلط علیه کلبا بك ،،، حوران فطر فهم الاسد فتنخطی الی عتیبه بن یبین اصحابه فقتله.

(دلائل النبوۃ جلد 2 ص 613)

اور عتیبہ پس اس نے حضور ﷺ کی شہزادی سے رشتہ ختم کیا اور جب اس نے ملک شام کیلئے سفر کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا (اور بدکلامی کی) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے اللہ اس پر اپنے درندوں میں سے کوئی درندہ مسلط فرما وہ مقام حوران پر اترے (یہ شیروں کا علاقہ تھا) رات کے وقت ایک شیر ان کے پاس آیا اور عتیبہ کو اس کے ساتھیوں سے تلاش کر کے قتل کر دیا۔

قارئین کرام اس واقعہ میں چند باتیں نہایت ہی توجہ کی مرکز ہیں۔

ایک تو یہ کہ دعائے مصطفےٰ ﷺ میں کتنا اثر ہے جو مانگا ویسا ہوا دوسرا یہ کہ سرکار ﷺ اپنے گستاخ کی سزا میں موت کے علاوہ کوئی اور سزا پسند نہ کرتے اور اپنے گستاخ کو واصل جہنم کروا کر دم لیتے۔

تیسری بات اس وقعہ میں بڑی اہم ہے کہ کفار کا لیڈر و رہنما زبان مصطفےٰ ﷺ سے نکلے ہوئے ہر کلمہ کو حق جانتا تھا اسی لئے تو اپنے بیٹے کیلئے خصوصی حفاظتی انتظامات

کروائے اور انتظامات میں طرز بھی وہ اپنایا جو درندوں سے بچا سکے یعنی جانوروں کا حصار لیکن شیر نے اس رات اپنا شکار یہ جانور نہیں بلکہ ان جانوروں سے گھٹیہ حرکات کرنے والا گستاخ رسول سمجھا اور رات کے اندھیرے میں پورے مسافروں میں تلاش کر کے اپنے حدف کو نشانہ بنایا اور یوں ایک اور گستاخ رسول سے زمین کو پاک کر دیا۔

ذرا غور فرمائیں کہ ایک کافر تو نبی کے فرمان کو سنا اسے سچ سمجھتے ہوئے بچنے کی تدبیریں کی اور اسی نبی ﷺ کا امتی مسلمان کہلوانے والا چار دن کے اقتدار کو بچانے کیلئے حیلے بہانے تلاش کرے قرآن و حدیث میں گستاخ رسول کی سزائے موت کا انکار کرے۔

تف ہے ایسے اقتدار پر جسکو پانے کیلئے اپنے نبی ﷺ کے فرامین کو بھلانا پڑے۔

گستاخ رسول اور فیصلہ فاروقی:

اکثر مفسرین نے سورۃ نساء کی .الم تر الی الذین یزعمون انهم آمنو بما انزل الیك وما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقدامروا ان یکفروا به.

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایک یہودی اور ایک بشیر نامی منافق کے درمیان جھگڑے کو ذکر کیا دونوں کے درمیان جھگڑا ہوں یہودی نے کہا ہم اپنا فیصلہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے چلتے ہیں منافق نے انکار کرتے ہوئے کہا کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں کیوں کہ حضور ﷺ نے حق پر مبنی فیصلہ کرنا تھا اور منافق جھوٹا تھا اس لئے کعب بن

اشرف کا کہہ رہا تھا کیونکہ کعب بن اشرف انتہائی لالچی اور رشوت خور تھا یہودی نے حضور ﷺ کے پاس جانے پر اصرار کیا جو کہ منافق کو ماننا پڑا دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اپنا مقدمہ پیش کیا حضور ﷺ نے دونوں کے بیانات سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا باہر نکلتے ہی منافق نے یہودی سے کہا میں اس فیصلے سے راضی نہیں ہوں چلو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرواتے ہیں۔ دونوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ نے اپنے آقا و مولیٰ کے فیصلے کو درست قرار دیتے ہوئے اسی کو برقرار رکھا اور یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا منافق پھر بھی نہ مانا اور کہنے لگا چلو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرواتے ہیں یہودی پھر بھی مان گیا دونوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور عرض کی حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں مگر یہ فیصلہ پر راضی نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساری صورت حال جاننے کے بعد منافق سے فرمایا کیا واقعی حضور ﷺ فیصلہ فرما چکے ہیں اس نے کہا ہاں ایسا ہو چکا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں سے فرمایا۔

رويد كما حتٰى اخرج اليكما فرخل عمر البيت واخذ السيت واشتمل عليه ثم خرج فضرب عنق المنافق حتٰى برد

(تفسیر مظہری 154/2)(تفسیر کشاف 525/1)

یہیں ٹھہرے رہوں یہاں تک کہ میں تمہاری طرف نکل آؤں حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے تلوار اٹھائی چادر اوڑھی پھر باہر نکلے اس منافق کی گردن اڑا دی

یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

هكذا افضٰى بين من لم يرضٰ بفضاء اليه و قضاء رسوله

(تفسیر مظہری 154/2)

میں اس طرح فیصلہ کرتا ہوں اس شخص کا جو اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ کے فیصلے سے راضی نہ ہو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی حضور ﷺ کی بارگاہ میں بھی یہ واقعات پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک کلمہ گو کو ناحق قتل کر دیا۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ما كنت اظن عمر يجترى على قتل مومن.

(تفسیر کشاف جلد 1 صفحہ 525)

میں گمان نہیں کرتا کہ عمر کسی مومن کے قتل کا اقدام کرے۔

اللہ عزوجل نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اقدام قتل کو درست قرار دیتے ہوئے اور قتل مسلم سے باعزت بری قرار دیتے ہوئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

فلا و ربك لا يؤمنون حتٰى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدو في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما.

(سورۃ النساء، آیت ۶۵)

پس اے محبوب آپ کے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب کہ آپس کے اختلاف میں آپکو (دل و جان) سے حاکم نہ بنائیں پھر جو فیصلہ کر دیں اس سے پھر کسی بھی طرح دل گیر نہ ہوں اسے بخوشی قبول کریں۔

گویا جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو آخری و قطعی و حتمی نہیں سمجھتا اسے دل و جان سے تسلیم نہیں

کرتا وہ ہرگز مسلمان ہو ہی نہیں سکتا آپ کی بے ادبی توہین وگستاخی پر قتل ایک مومن کو قتل کرنا نہیں بلکہ گستاخ رسول کو قتل کرنا ہے قاتل سے دیت یا قصاص کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ جب بشیر منافق کے قرابت دار اور ورثاء بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور خون بہا لینے کا مطالبہ کرتے ہوئے حلفا کہنے لگے ہم تو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس احسان و بھلائی کے ارادے سے گے تھے کہ وہ ان دونوں کے درمیان صلح کروا دیں جب کہ آپکی شان میں بے ادبی توہین وگستاخی فیصلہ سے انحراف یا انکار کی تو نیت ہی نہ تھی۔

لہذا ہمیں ہمارے مقتول کا خون بہا دیا جائے لہذا ہم خون کا بدلا خون سے لیں گے اللہ عزوجل نے انکی نفسیات وصفات سے آگاہ کرتے ہوئے اپنے حبیب ﷺ کو قرآن میں کچھ یوں مخاطب فرمایا۔

اولئك الذين يعلم الله مافي قلوبهم فاعرض عنهم.

(سورۃ النساء، آیت ۶۵)

یہ وہ (منافق) لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا پھر پس آپ ان سے اپنا رخ پھیرلیں۔

تفسیر مظہری میں مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کچھ یوں بیان کی گئی ہے۔

فاعرض عنهم ای عن قبوله اعتدارهم او عن اجابتهم فی مطالبه دم المقتول فان دمه صدر

(تفسیر مظہری 2:156)

آپ نے عذر کو قبول کرنے مقتول کے خون کے مطالبے کا جواب دینے سے انکا

رکردیں کیونکہ اسکا خون رائیگا وضائع ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام قتل کو درست قرار دیتے ہوئے اور اس پر شہادت کی گواہی کیلیئے جبرائیل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے عرض کی۔

ان عمر فرق بين الحق و الباطل

(تفسیر مظہری 2:154)

یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حق و باطل میں فرق کر دیا ہے۔ اس پر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تاریخی و بے مثال لقب عطا فرمایا جو آپ کی پہچان بن گیا۔

فقال النبی العمر انت الفاروق

(تفسیر کبیر 10)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے عمر آج سے تم فاروق (حق و باطل میں بڑا فرق کرنے والا) ہوگئے۔

یہاں یہ بات نہایت ہی قابل غور ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو توبہ کا موقع دیئے بغیر اور نیت پوچھے بغیر اور حضور ﷺ سے اجازت لئے بغیر بلا تاخیر اس منافق کو قتل کر دیا سرے سے توبہ کا موقع ہی نہ دیا۔ اور نہ ہی کوئی تین، چار، پانچ رکنی بینچ بنایا کہ تحقیق کریں اس کا یہ فعل گستاخی ہے یا نہیں اور نہ ہی اس سے دوبارہ سوال کیا کہ ارے اے شخص تو میرے پاس کس نیت سے آیا تجھے نبی ﷺ کا فیصلہ کیوں قبول نہیں؟

نہیں نہیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کوئی ایسا اقدام نہ کیا اور نی

الفور اس گستاخ کی گردن تن سے جدا کر دی جب اسکی اطلاع حضور ﷺ کو دی گئی اور شوشہ چھوڑا گیا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قتل ناحق کر دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا نہیں عمر رضی اللہ عنہ قتل ناحق نہیں کر سکتا۔ یہاں حضور ﷺ چاہتے تو کوئی تین، چار، پانچ رکنی کمیٹی بنا دیتے سارے واقعہ کی تحقیق کی جاتی گواہوں کے بیان ریکارڈ کروائے جاتے پھر حضور ﷺ فیصلہ فرماتے یہ صرف حضور ﷺ نے ہی گواہی نہ دی بلکہ قرآن نے بھی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو درست قرار دے دیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا قرار دے دیا لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج اگر کسی گستاخ رسول کے حوالے سے اعلیٰ حکام یا عدلیہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو نام کے مسلمان ڈالروں اور پاؤنڈز کی پیداوار اپنے آقاؤں کے اشارہ پر چلتے ہوئے اس کی رہائی کی راہیں تلاش کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دیگر کیسز کے مجرم تو سزا پاتے ہیں لیکن گستاخ رسول کو سزا دی گئی ہو اسکی مثال نہیں ملتی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

حضرت ابو برزہ اسلمی سے مروی ہے کہ ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے اسی دوران اس مجلس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر بہت غصہ فرمایا یہاں تک کہ آپ کا رنگ متغیر ہو گیا جب میں نے یہ حالت دیکھی تو عرض کی۔

فقلت تاذن لی یا خلیفة رسول الله اضرب عنقه

(ابوداؤد کتاب الحدود 2:252)

اے خلیفہ رسول مجھے اجازت دیں میں اس گستاخ کی گردن اڑا دوں۔

فان اکنت فاعلا لو امرتك فلت نعم

(ابوداؤد کتاب الحدود 2:252)

آپ نے فرمایا اگر میں تجھے اسکے قتل کرنے کا حکم دیتا تو کیا ایسا ہی کرتے عرض کی ہاں ایسا ہی کرتا۔

اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا۔

قا ل لا و الله ماکنت بشر بعد محمد

(ابوداؤد کتاب الحدود 2:252)

نہیں حضور ﷺ کے بعد کسی بھی فرد کو یہ حق حاصل نہیں۔

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے صحابہ کو یہ فتویٰ جاری کیا کہ کسی بھی فرد کی توہین و تنقیص بے ادبی و گستاخی پر قتل کی سزا نہیں ہو سکتی۔ سوائے ذات مصطفٰے ﷺ کی بے ادبی و گستاخی پر پوری کائنات میں یہ مرتبہ و مقام یہ عزت و شان یہ خصوصیت و امتیاز صرف اور صرف امام الانبیاء علیہ السلام کی ہی ذات کو حاصل ہے گویا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ رسول کے منصب پر فائز ہو کر اسلامی ریاست کے حاکم (حکمران) ہونے کی حیثیت سے اسلامی ریاست و مملکت میں قانون توہین رسالت کو بیان فرما دیا جس کی رو سے اسلامی ریاست و مملکت میں بے ادبی و گستاخی کی سزا موت ہے

اگر آج اس قانون صدیقی کو باقی رکھا جاتا ہے تو کسی کے پیٹ میں تکلیف کیوں ہوتی ہے۔

مذکورہ حدیث کی وضاحت بیان کرتے ہوئے۔ قاضی ابو محمد بن نصر فرماتے ہیں:

لم یخالف علیه احد و استدلال الائمه بهذا الحدیث علی قتل من انحضب النبی بکل ما اغضبه او اذاه او سبه

(شفاء 2:196)

جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کو (قول و فعل حرکت و اشارہ تحریر و تقریر) کسی بھی صورت میں غضبناک کرے یا آپ کو سب شتم کرے تو اسکی سزا قتل پر تمام آئمہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ کسی فرد نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔

غور فرمائیں حکمران اسلامی ریاست کا قانون بیان فرما رہا ہے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دے رہا ہے اس لئے تو غصہ پی گئے کہ کہیں میری محبت میں یہ میرا دیوانہ اس کو قتل نہ کرے حالانکہ یہ خاصا صرف حضور ﷺ کا ہے۔

اور آج کے حکمران ہیں کہ بنے ہوئے قانون پر عمل تو کیا کروانا ہے اس بنے ہو ئے قانون کو تنقید کا نشانہ بنا دیتے ہیں کہ ہم سیاست عبادت سمجھ کے کرتے ہیں میں پوچھنا چاہتا ہوں اگر ایسی سیاست کا نام عبادت ہے تو صحابہ نے ایسی سیاست کیوں نہ کی۔ صحابہ نے کبھی کسی گستاخ رسول کو معاف کیوں نہ کیا وہ تو یہ کہہ سکتے تھے کہ اب حضور ﷺ ہم میں ظاہری طور پر حیات نہیں ہیں اب کون سا حضور ﷺ کی بظاہر دل آزاری ہو گی لہذا گستاخ رسول کیلئے یہ سزا نہیں ہونی چاہئے اب یہ سزا ختم کر دینی چاہئے یہ مشورہ اس وقت کے کسی وزیر یا مشیر نے کیوں نہیں دیا؟

افسوس ہے ایسے نا اہل سیاستدانوں پر جو جعلی ڈگریاں لے کر آج کی جھوٹی گناہوں بھری سیاست کو عبادت کہہ کر دونوں کو بدنام کر رہے ہیں۔

باب نمبر 4:

آئمہ و بزرگان دین کے اقوال سے 295C کا نفاذ

توہین مدینہ پر امام مالک کا فتویٰ:

شفاء شریف میں قاضی عیاض علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ایک شخص نے کہا کہ مدینہ طیبہ کی مٹی خراب ہے۔حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فتویٰ دیا کہ اسے تیس (30) درے مارے جائیں اور قید کیا جائے۔اور فرمایا'' کہ ایسا شخص تو اسی لائق ہے کہ اس کی گردن ماردی جائے وہ (مقدس) زمین جس میں رسول اللہ ﷺ آرام فرمارہے ہیں اس کی نسبت گمان کرتا ہے کہ وہ خراب ہے

سنت کی توہین پر چہرہ سیاہ ہونا:

ایک عالم دین کا بیان ہے کہ ہمارے پاس ایک شخص تھا جو مسلسل روزے رکھا کرتا تھا مگر روزہ دیر سے کھولتا تھا ایک دن اس نے خواب میں دیکھا کہ دو سیاہ فام آدمی اس کے بازو اور کپڑے پکڑ کر شعلے والے تندور میں ڈالنے کیلئے اسے لیجارہے ہیں وہ ان سے کہتا ہے مجھے اس میں کیوں ڈالتے ہوں۔وہ بولے کیوں کہ تم رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف کرتے ہو کہ آپ ﷺ نے جلدی روزہ کھولنے کا حکم دیا تھا مگر تو دیر کر کے کھولا کرتا ہے اس کے بعد جب وہ اٹھا اس کا چہرہ آگ کے شعلے سے سیاہ ہو چکا تھا اور وہ چہرے پر نقاب ڈالے رہتا تھا۔

گستاخ رسول جل کر راکھ:

وہابیہ کا امام ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن کثیر نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک نصرانی مدینہ میں جب اشہد ان محمد رسول اللہ ﷺ سنتا تو کہتا کذاب جل جائے ایک مرتبہ رات کو اس کے خادم نے گھر میں آگ جلائی کوئی پتنگا اڑا جس سے گھر میں آگ لگ گئی وہ شخص اور اس کا گھر بار سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا

(تفسیر ابن کثیر جلد 1 صفحہ 114)

شاتم رسول کے قتل کی مستند حدیث سنانے پر ایک ہزار درہم انعام پایا:

امام ابن حزم نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف اعلیٰ میں ابن عبد المالک سے متعلق شاتم رسول ﷺ کے بارے میں ذکر اس طرح کیا ہے علی بن المدینی ایک مرتبہ خلیفہ ابن عبد المالک کے پاس آئے تو اس نے ان سے پوچھا کہ تم کو کوئی ایسی حدیث معلوم ہے جو شاتم رسول کے بارے میں مستند ہو علی ابن المدینی اثبات میں جواب دیتے ہوئے عبدالرزاق بن ہمام صاحب المصنف کی وہ حدیث سنائی جس میں حضرت خالد بن ولید نے آپ ﷺ کے حکم پر شاتم رسول کو قتل کیا تھا جس پر خلیفہ نے علی ابن المدینی کو خوش ہو کر ایک ہزار درہم بطور انعام دیے۔

شاتم رسول کو قتل کروانا:

دور ملوکیت میں عرب حکمرانوں کا طرز و بود باش اگر چہ سلد الحسین عجمہ کی طرح تھا یعنی غیر اسلامی تھا لیکن ملک کا قانون عام شریعت کے تابع تھا اس ضمن میں ایک واقعہ صاحب المصنف کے حوالے سے نقل کر رہے ہیں ہوا اس طرح کہ ایوب بن الحی (جو

عبدالمالک کے دورِ حکومت میں حاکم عدن مقرر ہوئے تھے) جب عدن پہنچے تو ان کے سامنے ایک نصرانی کو لایا گیا جس نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی ایوب نے اس کے بارے میں عبدالرحمن صنمانی سے مشورہ کیا جنہوں نے اس جرم کی پاداش میں اس کے قتل کا فتوی دیا تو اس کو قتل کر دیا گیا عبدالرحمن صنمانی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اکتساب علم کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے تربیت یافتہ ہیں پھر ایوب نے اس بارے میں عبدالمالک کو خبر دی جس پر اس نے جواب دیا تم نے بالکل ٹھیک کیا ہے

فقہاء اندلس کا فتویٰ:

فقہائے اندلس نے بالاتفاق حاتم طلیطی کے قتل اور سولی کا فتوی دیا تھا جس نے ایک مناظرے کے دوران رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو یتیم اور علی خسر کیا تھا اور اس خیال کا اظہار کیا کہ آپ ﷺ کا زھد اختیاری نہیں تھا بلکہ اگر آپ ﷺ کو دنیا کی نعمتیں میسر ہوتیں تو آپ ﷺ انکو استعمال فرماتے۔

گستاخ رسول کو پھانسی کی سزا:

ابراہیم بہت سے علوم میں مہارت رکھنے والا شاعر تھا اور قاضی ابوالعباس طالب کی مجالس مناظرہ میں اکثر حاضر ہوا کرتا اس پر یہ الزام عائد ہوا کہ اس نے اپنے بہت سے اشعار میں اللہ تبارک وتعالیٰ، انبیا کرام علیہ السلام، اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے اسے قاضی یحییٰ بن عمر کی عدالت میں پیش کیا گیا اس وقت عدالت میں دوسرے بہت سے فقہاء موجود تھے قاضی نے اس کی پھانسی اور قتل کا حکم دیا چنانچہ اسکو پھانسی پر لٹکا دیا

گیا بعض نے لکھا ہے کہ جب سولی پر لٹکایا گیا تو وہ لکڑی خود بخود چکر کھانے لگی جب اس کا چہرہ قبلہ کی طرف سے پھر گیا تو لکڑی ٹھہر گئی لوگوں نے اس واقعہ کو اللہ عزوجل کی نشانی سمجھ کر بلند آواز سے تکبیر کہی اس کے بعد ایک کتا آیا اور ابراہیم کا خون پی گیا۔یحی بن عمر نے کہا کہ آپ ﷺ نے صحیح اشارہ فرمایا کہ کتا مسلمان کو خون نہیں پیتا۔

گستاخ رسول کے سر قلم کا حکم:

(موسیٰ بن مہدی) دین کے معاملے میں بہت سخت تھا اس نے دین کو قرآن و حدیث کی روشنی ہی میں تسلیم کیا اس دور میں طرح طرح کے (یونانی ،ایرانی) فلسفے اسلام میں داخل کیے جا رہے۔ہادی نے ان سب کی سرکوبی کیلئے بڑی کوشش کی اس کے خلاف سخت معرکہ رکھا انکی بڑی تعداد قتل کروائی اس کا یقین تھا کہ ایمان کی بنیاد رسول اللہ کی محبت ہے جو آپ کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اس کا سر قلم کر دیا جائے۔

ایک دفعہ ایک شخص کو خلیفہ ھادی کے دربار میں گرفتار کر کے لایا گیا کہ وہ قبیلہ قریش کے لوگوں کو گالیاں دیتا تھا۔ھادی نے پوچھا کیا تم نے بلا استثناء کے تمام اہل قریش کو گالیاں دی ہیں اس نے اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے کہا ہاں میں نے بلا استثناء سب کو برا بھلا کیا ہے ھادی نے جلاد کو حکم دیا کہ چونکہ اس نے قریش کو گالیاں دینے میں رسول اللہ ﷺ کی پاک ذات کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا اس طرح رسول اکرم ﷺ کی اہانت کا مرتکب ہوا اس لئے اس کا سر قلم کر دو چنانچہ اس کا سر قلم کر دیا گیا

(تاریخ خطیب جلد 22)

قبر انور کی توہین کا ارادہ اور عبرتناک انجام:

91ہجری میں اموی خلیفہ ولید عبدالملک کے حکم سے مدینہ منورہ کے گورنر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسجد نبوی کی تعمیر کیلئے قبر انور کے حجرہ کی دیواروں کو منہدم کرنے کا حکم دے دیوار گرتے ہی قبر انور نظر آنے لگی ایک رومی معمار نصرانی تھا اس نے یہ دیکھا کہ اس وقت مسجد میں کوئی مسلمان موجود نہیں ہے اپنے نصرانی ساتھیوں سے کہا کہ میں معاذ اللہ پیغمبر اسلام کی قبر انور پر پیشاب کروں گا۔

اس کے ساتھیوں نے اس کو اس ناپاک حرکت سے ہر چند منع کیا وہ نہ مانا اور اس ارادہ سے چلا ہی تھا کہ اوپر سے ایک پتھر اس کے سر پر گرا اور اس کا بھیجا پاش پاش ہو کر بکھر گیا ۔یہ معجزہ دیکھ کر بہت سے نصرانی معمار مشرف باسلام ہو گئے

(وفاء الوفاء جلد 3 صفحہ 510)

جھوٹے سوداگر کا عبرتناک انجام:

یوحنا ایک عیسائی سوداگر تھا وہ اپنا مال بیچنے کیلئے بطور فریب یہ صدا لگایا کرتا تھا قسم ہے محمد ﷺ کی میرے مال سے بہتر کہیں مال نہ ملے گا کتنا ہی ڈھونڈو گے اس کے ہم پیشہ مسلمان تاجروں نے اس سے کہا۔ یوحنا تو ہمارے پیغمبر خدا علیہ السلام کا مقدس نام ہر وقت لیتا رہتا ہے کہ جو لوگ تم سے ناواقف ہے وہ تجھے مسلمان سمجھیں ہم ہرگز اس بات کو برداشت نہیں کرتے کہ جھوٹی باتوں پر تو ہمارے رسول ﷺ کا پاک نام لے کر ان کی قسمیں کھائے۔ یوحنا نے معذرت کر لی کہ اس کی نیت یہ تھی کہ مسلمان کے دل کو کسی طرح تکلیف

پہنچے۔لوگ یوحنا کو پکڑ کر قاضی کے پاس لائے جس نے اسے چار سو درے لگانے کا حکم دیا اس سزا کے بعد یوحنا کو گدھے کی دم کی طرف منہ کر کے سوار کرایا گیا اور اس صدا کے ساتھ اس کی تشہیر کی گئی کہ دیکھو یہ ہے سزا اس کی جو پیغمبر خدا کی جناب میں بے ادبی کرتا ہے اس کے بعد اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر زندان میں ڈال دیا گیا۔

(عبرتنامہ اندلس)

حارث دمشقی کی ذلت میں گرفتاری:

جب حارث کے استدراج اور شعبدوں نے شہرت اختیار کر لی اور خلق خدا زیارہ گمراہ ہونے لگی تو ایک شقی رئیس قاسم بن نجیرہ اس کے پاس آیا کہا تم کیا چاہتے ہو کس چیز کے دعویدار ہو حارث آگے سے بولا۔

''میں اللہ کا نبی ہوں'' قاسم نے کہا اے دشمن خدا تو بالکل جھوٹا ہے حضرت خاتم المرسلین ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو چکا ہے۔ قاسم وہاں سے اٹھ کر سیدھا خلیفہ وقت عبد المالک بن مروان کے پاس گیا اور ملاقات کرنے کے بعد حارث کے دعوائے نبوت اور لوگوں کی بداعتقادی کا تذکرہ کیا عبدالمالک نے حکم دیا کہ حارث کو گرفتار کر کے دربار میں پیش کیا جائے۔ جب پولیس پہنچ چکی تو وہ بیت المقدس فرار ہو چکا تھا حارث نے وہاں اپنی باقاعدہ نبوت کی دکان کھول لی اور لوگوں کو گمراہ کرنے لگا۔

بصرہ کے ایک سمجھ دار شخص نے حارث سے ملاقات کی اور بعد دیر تک اس سے تبادلہ خیال کیا جس سے اس کو یقین ہو گیا کہ وہ جھوٹا ہے اور خلق خدا کو گمراہ کر رہا ہے یہ شخص بہت عرصہ حارث کے پاس رہا جب اس کو اعتماد میں کر لیا تو یہ کہہ کر کہ میں بصرہ جا رہا ہوں

اور وہاں آپ کی نبوت کی طرف دعوت دونگا پھر وہ شخص سیدھا خلیفہ عبدالمالک کی خدمت میں پہنچا اور حارث کی شرانگیزیوں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ کچھ آدمی میرے ساتھ کر دیں تو حارث کو گرفتار کر کے یہاں لاؤں گا خلیفہ عبدالماک نے چالیس سپاہی اس کے ساتھ کردئے۔ وہ پوری رات کے وقت حارث کی قیام گاہ پر پہنچا اور اپنے ساتھیوں کو قریب ہی کہیں چھپادیا کہ جب آواز دوں تو سب اندر آجانا بصری چونکہ حارث کا معتمد تھا اس لئے کسی نے نہ روکا اندر جاتے ہی ساتھیوں کو آواز دی اس طرح اس کو پاؤں میں زنجیر ڈال کر روانہ ہوئے۔ تمہارے پیغمبر کا نام کبھی نہ لوں گا اور لعنت ہے اس پر جو نام لے۔

لوگ یوحنا کو پکڑ کر قاضی کے پاس لائے جس نے اسے چار سو درے لگانے کا حکم دیا اس سزا کے بعد یوحنا کو گدھے کی دم کی طرف منہ کر کے سوار کرایا گیا اور اس صدا کے ساتھ اس کی تشہیر کی گئی کہ دیکھو یہ ہے سزا اس کی جو پیغمبر ﷺ کی جناب میں بے ادبی کرتا ہے۔

اس کے بعد اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر زنداں میں ڈال دیا گیا۔

(عبرت نامہ اندلس)

اب آیئے ائمہ وفقہاء کرام کے ان تاریخ ساز فتووں پر بھی نظر ڈالتے ہیں جو انہوں نے اپنے مبارک ادوار میں ناموس رسالت ﷺ کے ایک سپاہی کی حیثیت سے جاری کئے تاکہ امت مسلمہ پر حضور ﷺ کے جو حقوق ہیں مسلمان اس میں غفلت نہ برتیں ان نفوس قدسیہ نے ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی بیان کر دیا جن سے ذہن میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے لئے خطرہ ثابت ہوسکتا تھا۔ قرآن پاک میں اللہ عزوجل

نے ارشاد فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝﴾

(پارہ۲۶، الحجرات:۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

فقہاء کرام نے اس آیہ کریمہ کی روشنی میں ایسی جملہ چھوٹی سے لے کر بڑی چیزوں کو بیان کیا ہے جو کہ بے ادبی و گستاخی اور شان رسالتمآب ﷺ کی عزت و حرمت، عظمت وتکریم کے خلاف صادق آتی ہیں۔ غرضیکہ ہر وہ چیز جس کا حضور ﷺ کے ساتھ ربط وتعلق ہے اس کے متعلق ادنیٰ سی گستاخی بھی خرمن ایمان کو خاکستر کرسکتی ہے اس لئے کمال تقویٰ وادب یہی ہے کہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ ایسے قول وفعل سے بچا جائے جو بارگاہ نبوت کے ادب اور تقدس کے خلاف ہو اس لئے کہ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

انہی وجوہ کی بنا پر امت مسلمہ کے ایمان کی بقاء وسلامتی کی خاطر فقہاء کرام

نے ایسی تمام چیزوں کی نشاندہی کر دی ہے جو بے ادبی و گستاخی کی راہ پر گامزن کرتی ہیں۔

عیب ونقص کا انتساب کفر اور باعث قتل ہے:

ہر وہ شخص جو حضور ﷺ کی ذات اقدس میں عیب ونقص کا متلاشی ہو آپ کے اخلاق و کردار، عظمت وسیرت، خصائل واوصاف حمیدہ، نسب پاک کی طہارت و پاکیزگی اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کی عظمت وحرمت کی طرف کمی و خامی اور عیب منسوب کرنے کے لئے نہ وہ صرف سرگرداں ہو بلکہ عملاً ایسا کر بھی رہا ہو حتی کہ آپ کے ذکر مبارک کا چرچا عام کرنے کی بجائے اسے کم کرنے اور گھٹانے کی فکر اور مرض میں مبتلا ہو تو ایسا شخص واجب القتل ہے۔

ایک طرف نظر ڈالتے ہیں تو ان فقہاء کے یہ تاریخ ساز فتوے نظر آتے ہیں جب دوسری جانب نام نہاد کرائے کے ملاں اور چند ٹی وی اینکرز حضور ﷺ کے گستاخ کی رعایت کی بات کرتے ہیں اور بطور بحوالہ ان فقہاء کا کوئی ایک قول پیش کرتے ہیں جس کا مقصد حالانکہ کچھ اور ہوتا ہے اب آیئے ذرا قاضی عیاض علیہ الرحمہ کے مبارک بیان کی طرف اس چیز کو قاضی عیاض علیہ الرحمہ تفصیلاً بیان کرتے ہیں:

”ہر وہ شخص جس نے حضور ﷺ کو گالی دی یا آپ کی طرف کوئی عیب منسوب کیا یا آپ کی ذات اقدس کے متعلق اور نسب وحسب اور آپ کے لائے

ہوئے دین اسلام یا آپ کی عادات کریمہ میں سے کسی عادت کریمہ کی طرف کوئی نقص وکمی منسوب کی یا اشارۃً و کنایۃً آپ کی شان اقدس میں نامناسب ونا موزوں بات کہی یا آپ کو کسی شے سے گالی دینے کے طریق پر تشبیہ دی یا آپ کی شان کی عظمت وتقدس اور رفعت کی تنقیص وکمی چاہی، یا آپ کے مقام ومرتبے کی کمی کا خواہش مند ہوا یا عیب جوئی کی تو فرماتے ہیں:

”فھو ساب والحکم فیه حکم الساب یقتل.

(الشفاء، ج۲،ص۹۳۲)

یہ شخص سب وشتم کرنے والا ہے اس میں گالی دینے والے کا حکم ہی جاری ہوگا اور وہ یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

آگے فرماتے ہیں کہ یہ گستاخی صراحتاً کرے یا اشارۃً کرے اس میں دونوں صورتیں برابر ہیں اسی طرح وہ شخص جو (معاذ اللہ) آپ پر لعنت بھیجے یا آپ کے حق میں بد دعا کرے یا آپ کے نقصان کا خواہش مند ہو یا اپ کی طرف بطریق مذمت ایسی چیز منسوب کرے جو آپ کے شایان شان نہ ہو یا آپ کی ذات مقدسہ کے متعلق جہالت وحماقت سے فحش وقبیح قسم کا کلام کرے یا حدیث کا انکار کرنے والا ہو یا آپ کی طرف جھوٹی بات کا انتساب کرے، یا آپ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ کو تکلیف وآزمائش میں ڈالنے والی ہو یا آپ کے عوارض بشریہ کے بارے میں زبان طعن دراز کرے جو فطرتاً اور عادتاً آپ اور سب انبیاء علیہم السلام کے مابین پائے جاتے ہیں، اس پر آخر میں فرماتے ہیں:

"وهذا كله اجماع من العلماء و ائمة الفتوى من لدن الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين الى هلم جرا"

(الشفاء، ج۲،ص ۹۳۳)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور سے لے کر آج تک علماء اور ائمہ فتاویٰ کے مابین اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم رسول مستحق قتل ہے۔

ائمہ فقہاء نے یہ بھی فرمایا جو مسلمان حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی واہانت کا ارتکاب کرے اس کے اس طرز عمل کی بنا پر اس کی بیوی اس کے عقد سے آزاد ہو جائے گی۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ايما رجل مسلم سب رسول الله او كذبه او عابه او تنقصه فقد كفر"

کوئی بھی مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا آپ کی تکذیب کرے یا عیب جوئی کرے یا آپ کی شان میں کمی کرے اس نے یقیناً اللہ کا انکار کیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ (جدا ہو گئی)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"كل من شتم النبى او تنقصه مسلما كان او كافرا فعليه القتل".

(الصارم المسلول، ص ۵۲۵)

ہر وہ شخص جو حضور اکرم ﷺ کو سب وشتم کرے یا آپ کی تنقیص وتحقیر

کرے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اس پر سزائے قتل لازم ہے۔

"من سب رسول الله ﷺ او شتمه او عابه او تنقصه قتل مسلما كان او كافرا ولا يستتاب"

(الصارم المسلول، ص ۵۲۶)

جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کو گالی دی یا آپ کی طرف عیب منسوب کیا یا آپ کی شان اقدس میں تنقیص وتحقیر کا ارتکاب کیا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

ابن تیمیہ نے مختلف ائمہ کرام کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"قد اتفقت نصوص العلماء من جميع الطوائف على ان التنقص له كفر مبيح للدم ولا فرق فى ذلك بين ان لا يقصد عيبه بل المقصود شئى آخر حصل السب تبعا له او لا يقصد شيئا من ذلك بل يهزل ويمزح او يفعل غير ذلك"

(الصارم المسلول، ص ۵۶۷)

تمام مکاتب فکر کے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف عیب ونقص منسوب کرنے والا کافر اور مباح الدم ہے۔ اس میں یہ فرق نہیں کیا جائے گا کہ اس نے عیب کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ مقصد کوئی اور بات تھی اور گستاخی تبعاً ہو گی یا اس نے عیب جوئی کا ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ طنز ومزاح وغیرہ کیا ہے۔

حسین احمد مدنی نے "الشہاب الثاقب" میں لطائف رشیدیہ کے حوالے

سے لکھا ہے کہ

"لفظ بت یا صنم یا آشوب ترک یافتہ عرب"

حضور ﷺ کی نسبت یہ الفاظ قبیحہ بولنے والا اگرچہ حقیقی معنی مراد نہ بھی لے اور نہ ہی مجازی معنی کا قصد کرے تاہم پھر بھی یہ طریقہ ایہام گستاخی واہانت اور اذیت حق تعالیٰ اور جناب رسول ﷺ سے خالی نہیں۔

جن الفاظ میں ایہام گستاخی و بے ادبی کا پہلو نکلتا تھا ان کو بھی باعث ایذاء جناب رسالتمآب ﷺ ذکر کیا اور آخر میں فرمایا پس ان کلمات کفر کے لکھنے والے کو جہاں تک ہو سکے شدت سے منع کرنا چاہئے اگر باز نہ آئے تو قتل کر دینا چاہئے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول امین ﷺ کا گستاخ وموذی ہے۔

(الشہاب الثاقب،ص۵۰،۵۷)

مزید اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے صفحہ ۵۷ پر لکھا ہے:"جو الفاظ موہم تحقیر بحضور سرور کائنات ﷺ ہوں اگرچہ ان کے کہنے والے نے نیت حقارت بھی نہ کی ہو مگر پھر بھی ان کے کہنے سے کافر ہو جائے گا۔

(الشہاب الثاقب،ص۵۰،۵۷)

اشارۃً وکنایۃً بھی زبان طعن دراز کرنا کفر ہے:

اشارۃً یا کنایۃً توہین رسالت ﷺ کرنا بھی کفر ہے بعض کم بخت تو ذکر مصطفیٰ ﷺ کو نہایت بے ادبی سے کرتے ہیں اور بعض اوقات صراحۃً تو نہیں کرتے مگر مقصود توہین رسالت ﷺ ہی ہوتی ہے اور اپنے زعم فاسد میں پھر بھی اپنے آپ کو

مسلمان سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ پھر بھی دین کے ٹھیکیدار بن رہے ہوتے ہیں حالانکہ بارگاہ نبوت ﷺ میں معمولی وادنی سی بے ادبی و گستاخی بھی دولت ایمان کو جلا کر ہمیشہ کے لئے خاکستر کر دیتی ہے۔ پھر ضلالت و گمراہی، تاریکی وظلمت کی وادی میں بھٹکنا انسان کا مقدر بن جاتا ہے اس لئے علماء ومفکرین ہر دور میں امت مسلمہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کے ادب و تعظیم کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کی متضاد صفت بے ادبی و گستاخی کے دروازوں کی قفل بندی کر کے انہیں ہمیشہ کے لئے مسدود بھی کرتے رہے ہیں اور گستاخانہ طرز عمل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نتائج وعواقب سے آگاہ بھی کرتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔

"من اذی رسول اللہ بطعن فی شخصہ او دینہ او نسبہ او صفۃ من صفاتہ او بوجہ من الوجوہ الشین فیہ صراحۃً او کنایۃً او تعریفاً او اشارۃ کفر و لعنہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہ عذاب جھنم"

(تفسیر مظہری، ج۷،ص۳۸۱)

جس شخص نے حضور ﷺ کو اشارۃً وکنایۃً، صریح وغیر صریح طریق سے عیب کی جملہ وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے یا آپ کی صفات میں سے کسی ایک صفت میں، آپ کے نسب میں، آپ کے دین میں یا آپ کی ذات مقدسہ کے متعلق کسی قسم کی زبان طعن دراز کی تو وہ کافر ہوا اللہ نے دنیا وآخرت میں اس پر لعنت کی اور

اس کے لئے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے حضور ﷺ کے موئے مبارک کو حقارت وتضحیک، استخفاف واہانت کے انداز میں بطور تصغیر "شُعَیْرَۃٌ" (معمولی چھوٹے بال والا) کہہ دیا تو اس کی گستاخی کے سبب وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

(الشفاء، ج ۲، ص ۳۸۶)

حضور ﷺ سے زیادہ علم کا اثبات:

علامہ شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے حضور ﷺ پر کسی کی علمی فضیلت و برتری ثابت کرتے ہوئے یوں کہا "فلان اعلم منہ" کہ فلاں شخص حضور ﷺ سے بھی زیادہ صاحب علم ہے۔ اس طرح کہنے سے حضور ﷺ کی طرف عیب ونقص منسوب کرنے کا مرتکب ٹھہرے گا۔ یہ طرز عمل گستاخی بارگاہ رسالتمآب ﷺ کا آئینہ دار ہے اس لئے وہ کافر ہو جائے گا۔

(نسیم الریاض، ج ۴، ص ۲۳۶)

بوجہ اہانت، فقیر و مسکین کہنا:

باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضور ﷺ کی نسبت ارشاد فرمایا:

﴿وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى 0﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

امام زرکشی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی دونوں حالتوں کا ذکر موجود ہے مگر باوجود اس کے، حضور ﷺ کو فقیر یا مسکین کہنا جائز

نہیں بایں وجہ کہ آپ ہی بعد از خدا سب سے بڑے غنی ہیں۔

(نسیم الریاض، ج ۴، ص ۳۳۶)

وجود مصطفیٰ ﷺ کو نعمت عظمیٰ ماننے سے انکار:

امت مسلمہ کو دوسری امم پر جس قدر فضیلت و برتری اور فوقیت حاصل ہے یہ سب کچھ حضور ﷺ کی وجہ سے ہے۔ اللہ رب العزت کا امت مسلمہ پر احسان عظیم ہے کہ اس نے اپنے حبیب ﷺ کو خاتم النبیین کی خلعت پہنا کر اس امت میں مبعوث فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾

(پ ۴، آل عمران: ۱۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

پروردگار عالم نے امت مسلمہ کو ان گنت ولاتعداد نعمتوں سے نوازا ہے لیکن کسی بھی نعمت پر احسان نہیں جتلایا جس طرح حضور ﷺ کی ذات اقدس کی صورت میں انہیں سب سے بڑی نعمت عطا کر کے جتلایا ہے اب اگر کوئی فرد حضور ﷺ کو اللہ کی نعمت عظمیٰ تسلیم نہیں کرتا تو وہ درحقیقت آیات قرآنی کا انکار کر کے کفر و ضلالت کی راہ اختیار کر رہا ہے۔

علامہ زین العابدین ابن نجیم حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"یکفر بقوله ما کان علینا نعمته من النبی ﷺ لان البعثته من اعظم النعم.

(بحر الرائق، ج۵، ص۱۲۱)

جس شخص نے یہ کہا کہ حضور ﷺ کا وجود اقدس ہم پر نعمت کی حیثیت نہیں رکھتا (تو ایسا کہنے سے) اسے کافر قرار دیا جائے گا اس لئے کہ حضور ﷺ کی بعثت اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے۔

حضور ﷺ کے وجود مسعود کو نعمت عظمیٰ تسلیم کرنے سے انکار در حقیقت نبوت و رسالت محمدی ﷺ کا انکار ہے جو صریح کفر ہے اس لئے کہ ایمان کی تکمیل توحید کے ساتھ ساتھ دہلیز نبوت پر جھکے بغیر کامل نہیں ہوسکتی۔

ناموزوں کلمات کا انتساب:

حضور نبی اکرم ﷺ اور جملہ انبیاء علیہم السلام نے دنیا میں اپنی حیات ظاہری کا مخصوص و مقرر عرصہ پورا کرنے کے بعد اس جہان فانی سے ظاہراً پردہ فرمالیا اب وہ ہر دیکھنے والی آنکھ کو نظر نہیں آتے مگر بہت سی آنکھوں کو اپنی دید سے نوازتے بھی ہیں اس لئے کہ وہ حقیقتاً حیات ہیں۔

حضور ﷺ نے خود اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے اور ارشاد فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق

(ابن ماجہ، ج۱، ص۵۲۴)

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے پاکیزہ جسموں کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔

باوجود اس کے اگر کوئی سرور کائنات ﷺ کی حیات مقدسہ کا انکار کرتے ہوئے آپ کے ایمان کے متعلق تشکیک میں مبتلا ہو جائے تو امام زین العابدین ابن نجیم حنفی علیہ الرحمہ ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں۔

یکفر بقوله لا ادری ان النبی ﷺ فی القبر مؤمن او کافر.

(بحر الرائق، ج۵، ص۱۲۱)

یہ قول کرنے والا شخص کافر ہو جاتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ حضور ﷺ قبر انور میں حالت ایمان میں ہیں یا (نعوذ باللہ) حالت کفر میں ہیں۔

مزید برآں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی فرد انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان اقدس میں گستاخی و بے ادبی، تنقیص و اہانت کا ارتکاب کرے اور ان کی طرف برائی، عیب کو منسوب کرے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

چادر مصطفیٰ ﷺ کی توہین کرنے والا قتل کیا جائے:

قربان جاؤں امام مالک کے عشق مصطفیٰ ﷺ اور جذبۂ تحفظ ناموس رسالت پر کہ آپ نے گستاخ رسول کے قتل کا فتویٰ صادر فرما کر رہتی دنیا تک تمام غلامان مصطفیٰ ﷺ کو درس دے دیا کہ گستاخ رسول کسی رعایت کا حقدار نہیں ہوسکتا۔

امام مالک حضور نبی اکرم ﷺ کی چادر مبارک کی حرمت و تقدس کو قائم

رکھنے اوراس کی تکریم وتعظیم کرنے کے لئے فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

روی ابن وھب عن مالک من قال ان رداء النبی ﷺ ویروی زر النبی ﷺ وسخ اراد عیبه قتل.

(الشفاء، ج۲،ص ۹۳۷)

امام ابن وہب علیہ الرحمہ نے امام مالک علیہ الرحمہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے یہ کہا کہ حضور ﷺ کی چادر میلی ہے یا قمیص مبارک کا آستین میلا ہے اوراس سے حضور ﷺ کے عیب کا ارادہ کیا تو ایسا شخص قتل کردیا جائے گا۔

حضور کو یتیم یا مزدور کہنے والا قتل کیا جائے:

عاشق رسول کی لسٹ میں امام ابوالحسن قابسی کا بہت بڑا مقام ہے آپ عاشق صادق تھے کبار آئمہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے آپ نے بھی تحفظ ناموس رسالت کے مسئلہ پر کوئی رعایت نہیں برتی بلکہ گستاخ رسول کے لئے قتل کا فتویٰ جاری کیا۔

آئے ابوالحسن قابسی کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

افتی ابو الحسن القابسی فیمن قال فی النبی ﷺ الحمال یتیم ابی طالب بالقتل

(الشفاء، ج ۲،ص ۹۳۸)

ابوالحسن قابسی علیہ الرحمہ نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا جس نے حضور ﷺ کو (ارادہ اہانت سے) بوجھ اٹھانے والا (پانڈی، مزدوروغیرہ) اورابو طالب کا یتیم کہا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ہر کام اپنے دست مبارک سے کیا۔ تکلیف و مشقت برداشت کی، اپنا اور دوسروں کا بوجھ اٹھایا، جب کبھی بازار سے کوئی چیز خریدتے تو اسے بذات خود اٹھاتے، راستے میں اگر کوئی صحابی مل جاتا اور حضور ﷺ کو اس عالم میں دیکھ کر وفور محبت واحترام سے آگے بڑھ کر سامان اٹھانے کی کوشش کرتا تو آپ فرماتے: 'سامان کے مالک کے لئے اپنا بوجھ خود اٹھانا زیادہ بہتر ہے'۔ آپ نے معاشرے کے غریب و نادار، بے سہارا افراد کا ہر طرح کا بوجھ اٹھایا، ان کی معاشی کفالت کی اور بنیادی ضروریات زندگی فراہم کیں حتی کہ ان کے گھریلو کام کاج میں بھی مدد ومعاونت کی۔

جہاں تک حقیقت یتیمی کا تعلق ہے تو آپ کے والد ماجد آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے، آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب اور چچا ابوطالب نے آپ کی پرورش کی، یہ سب مبنی بر حقیقت ہے اس سے انکار نہیں مگر اس کے باوجود اگر کسی فرد نے اہانت وتنقیص، تحقیر واستخفاف کی نیت سے آقائے دو جہاں ﷺ کو بوجھ اٹھانے والا اور یتیم ابی طالب کہا تو اسے اس گستاخانہ طرز عمل کے باعث قتل کردیا جائے گا۔

نبی کے حسن کا منکر قتل کیا جائے گا:

اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کو حسن و جمال کی بے مثال نعمت سے نوازا، لیکن کچھ کم بخت پھر بھی حسن مصطفیٰ ﷺ کو نشانہ بناتے ہیں ایسے گستاخ شان رسول

کے لئے آئمہ نے قتل کا فتویٰ ارشاد فرمایا آیئے ایک نظر فتوے پر ڈالتے ہیں:

افتی ابو محمد بن زید بقتل رجل سمع قوما یتذاکرون صفته النبی ﷺ اذ مر بهم رجل قبیح الوجه واللحیة فقال لهم تریدون تعرفون صفة هی فی صفته هذا المار فی خلقه ولحیته قال ولاتقبل توبته وقد کذب لعنه الله ولیس یخرج من قلب سلیم الایمان.

(الشفاء، ج۲،ص۹۳۹)

امام محمد بن ابی زید علیہ الرحمہ نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا ہے جو اس قوم کی باتیں سننے لگا جو حضور ﷺ کی مدح اور صفات جمیلہ کا تذکرہ کر رہی تھی اچانک ایک قبیح چہرے، داڑھی والا شخص وہاں سے گزرا تو وہ شخص ان سے کہنے لگا کیا تم حضور ﷺ کی صفت جاننا چاہتے ہو؟ تو حضور ﷺ کی صفت، خلقت اور داڑھی مبارک (معاذ اللہ) اس گزرنے والے کی صفت (کی طرح) ہے۔ امام محمد بن ابی زد نے یہ بھی فرمایا اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس لعنتی نے حضور ﷺ کے حسن سراپا کو گزرنے والے قبیح الوجہ سے تشبیہہ دے کر جھوٹ بولا اللہ اس پر لعنت کرے اور اس طرح کی بات کسی ایسے شخص کے دل سے نہیں نکل سکتی، جس کا ایمان سلامت و محفوظ ہو۔

وہ حسن و جمال کا درخشندہ آفتاب جس کی ضیاء پاشیوں اور نورانیت کی قسمیں خود باری تعالیٰ نے کھائیں۔ جس کے جمال جہاں آراء کا مشاہدہ صحابہ کرام نے کیا۔ جب وہ چودھویں رات کے چاند کے ساتھ چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی نورانیت کا

موازنہ کرتے تو چاند کی روشنی و نورانیت کو حسن مصطفیٰ ﷺ کے سامنے ماند پاتے۔

حضرت جابر بن سمرہ علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات چاند پورے جوبن پر تھا (اور ادھر حضور نبی اکرم ﷺ بھی تشریف فرما تھے) میں کبھی چاند کو اور کبھی سرخ دھاری دار چادر میں لپٹے ہوئے مدینے کے چاند کو دیکھا، حضور ﷺ مجھے چاند سے بھی کہیں زیادہ حسین معلوم ہوئے۔ (ترمذی، دارمی)

اسی طرح ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے ربیع بت معوذ رضی اللہ عنہا سے کہا ہمارے سامنے رسول اللہ کا تذکرہ فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا بیٹے تم اگر حضور ﷺ کا چہرہ اقدس دیکھ لیتے تو یو محسوس کرتے جیسے سورج طلوع ہوگیا ہے۔ (دارمی)

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

غرضیکہ وہ وجود اقدس جو انوار الٰہیہ کا مظہر اتم ہے اس کے بارے میں کوئی شخص عداوت و دشمنی، حسد و بغض اور کینے کی وجہ سے آپ کی نسبت کوئی گری ہوئی صفت منسوب کرے تو اس پر بھی ائمہ کرام نے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔

امام احمد بن سلیمان علیہ الرحمہ نے فرمایا:

من قال ان النبی کان اسود یقتل

(الشفاء، ج۲،ص۹۳۹)

جس شخص نے کہا کہ حضور ﷺ کا رنگ سیاہ ہے تو وہ قتل کیا جائے گا۔

جہالت کی نسبت پر قتل:

کوئی نادان و کم فہم حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو برابری و مساوات کی سطح و درجے پر لاتے ہوئے اور اپنی ذات پر قیاس کرتے ہوئے آپ کی طرف لاعلمی و جہالت کی بات منسوب کرے تو یہ نہ صرف کھلی گمراہی و ضلالت ہے بلکہ اس روش و طرز کی وجہ سے انسان وجوب قتل کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ فقہاء اسلام نے ایسے شخص کے قتل کا فتویٰ صادر کیا ہے۔

افتی ابو عبد الله بن عتاب فی عشار قال لرجل ادواشك الی النبی ﷺ وقال ان سالت او جهلت فقد جهل وسال النبی بالقتل.

(الشفاء، ج ۲، ص ۱۹۱)

ایک ظالم عشر وصول کرنے والے نے ایک شخص کو ستایا اور ٹیکس دینے کا مطالبہ کیا (مزید برآں) کہنے لگا بے شک میرے اس ظلم کی شکایت حضور ﷺ سے کر دینا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میں نے اگر (کسی معاملے میں) سوال کیا یا جاہل رہا تو (معاذ اللہ) حضور ﷺ بھی (بعض امور سے بے خبر) جاہل رہے اور انہوں نے بھی سوال کیا، اس پر امام عبداللہ بن عتاب نے اس کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔

گستاخ رسول کو سولی پر چڑھانے کا فتویٰ:

فقہاء اندلس نے ابن حاتم طلیطلی کو قتل کرنے اور سولی چڑھانے کا فتویٰ دیا کیونکہ اس کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی، تحقیر و تنقیص اور استخفاف کا مرتکب ہونے کی معتبر شہادتیں موصول ہوئیں تھیں۔ اس نے ایک مناظرے کے دوران گستاخانہ لہجے میں حضور نبی اکرم ﷺ کو یتیم اور حیدر (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا سسر کہا اور یہ گمان بھی کیا کہ

ان زهده لم يكن قصدا ولو قدر على الطيبات اكلها

(الشفاء، ج ۲، ص ۹۴۰)

حضور نبی اکرم ﷺ کا زہد اختیار نہیں (بلکہ اضطراری ہے) اور اگر آپ اچھے کھانے کھانے پر قدرت رکھتے تو ضرور انہیں کھاتے۔

اس سے اس کا مدعا سرور کائنات ﷺ کے زہد اختیاری پر زبان طعن دراز کرنا تھا۔ وہ اس بات کو فروغ دینا چاہتا تھا کہ حضور ﷺ کا زہد و فقر اختیاری نہیں بلکہ اضطراری تھا۔ یہ نازیباں صریح گستاخی و بے ادبی ہے جبکہ حقیقت میں حضور اکرم ﷺ تو مقام رضا پر فائز ہیں۔ اگر آپ کسی چیز کی خواہش کرتے تو وہ طلب سے پہلے ہی مل جاتی۔ آپ ہی دنیا میں باری تعالیٰ کی عطا کردہ جملہ نعمتوں کے بانٹنے و تقسیم کرنے والے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انما انا قاسم والله يعطى

(صحیح بخاری، ج ۱، کتاب العلم)

میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں اور عطا کرنے والا اللہ ہی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے یہ قوت عطا کی تھی کہ اگر آپ چاہتے تو مکہ مکرمہ کے پہاڑ سونا بن جاتے مگر آپ ہر حال میں صبر وقناعت کرتے رہے اور یہی امت کو درس دیا یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی ااوصاف کی باوصف ذات اقدس کے بارے میں کوئی فرد بشر انگشت اعتراض بلند کرے تو وہ کیسے ملعون و مردود نہ ہوگا۔ بایں وجہ ائمہ کرام نے فقر اضطراری پر اصرار کرنے والے فرد کے قتل کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی گستاخی کفر ہے:

فتاوی بزازیہ میں ہے کسی شخص نے یوں کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام اگر ممنوعہ دانہ پھل نہ کھاتے تو ہم شقی و بد بخت اور محروم نہ ہوتے تو اتنا کہنے سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح کسی شخص کے سامنے یہ بیان کیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کپڑا بنتے تھے تو سننے والے نے کہا پھر تو ہم جولاہے کی اولاد ہوئے۔ یہ کلمہ کہنے سے بھی وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

(فتاویٰ بزازیہ برحاشیہ عالمگیری، ۶:۳۶۷)

سنت رسول ﷺ کی گستاخی کفر ہے:

ایمان بالرسالت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کی نسبت کسی بھی حوالے سے حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ اس کی تعظیم وتکریم کی جائے، اس در پر اپنی ذاتی

پسند اور ناپسند کے تمام وضع کردہ پیمانے اور معیارات ختم کر دیئے جائیں۔ یہاں تو فقط ایک ہی پیمانہ ومعیار یعنی اطاعت واتباع مصطفیٰ ﷺ ہی باقی رہ جاتی ہے۔ جو اس کو اپنا لیتا ہے وہی دنیا وآخرت میں سرخرو ہوتا ہے۔ اسی منزل کی طرف گامزن کرنے کے لئے فقہاء کرام نے نہ صرف راستے کی رکاوٹوں سے آگاہ کیا بلکہ اس میں پھنس جانے کی صورت میں ج خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جن نتائج سے واسطہ پڑتا ہے ان سے بھی خبردار کیا ہے۔

گستاخ رسول کے قتل پر ائمہ کا اجماع:

ہر دور میں عشاق نے اپنی روایت برقرار رکھی جی ہاں عہد نبی ﷺ سے لیکر آج جب بھی کسی گستاخ رسول نے سر اٹھایا اہل قلم نے اس کا سر قلم کرنے کا حکم صادر فرمایا اور سعادت مند امتی نے اس فرض کو پورا کر دکھایا اب ہم آپ کو اکابر فقہائے کرام کے فتاوی پیش کرتے ہیں جس میں ان مبارک ہستیوں نے گستاخ رسول کو واجب القتل ٹھہرایا۔

امت مسلمہ کے تمام ادوار میں عہد نبی ﷺ سے لے کر عہد صحابہ تک اور پھر تابعین، تبع تابعین اور بعد کے سارے ادوار میں امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع رہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بے ادبی و گستاخی، اہانت وتنقیص اور سب وشتم کا مرتکب نہ صرف اپنے عمل سے کافر ہو جائے گا بلکہ اسے قتل کرنا امت مسلمہ پر واجب ہے، ہم اس مسئلے کو قرآن وسنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں واضح کر چکے ہیں۔ اب

یہاں پر ائمہ وفقہاء کی آراء، مذکورہ مسئلے پر پیش کی جارہی ہیں۔

امام ابو بکر بن المنذر النیشا پوری اس بارے میں فرماتے ہیں

اجمع عوام اهل العلم علی ان من سب النبی یقتل وممن قال ذٰلك مالك ان انس والليث واحمد واسحاق،وهو مذهب الشافعي ،وهو مقتضی قول ابی بكر

(الصارم المسلول، ردالمختار،۴:۲۳۲)

سب اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کو سب وشتم کیا وہ قتل کیا جائے گا جن ائمہ کرام نے یہ فتوی دیا ان میں امام مالک ،امام لیث ،امام احمد،اورامام اسحاق شامل ہیں یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور یہی حضرت ابوبکر صدیق کے قول کا مدعا ہے۔

امام ابن سخنون مالکی نے فرمایا۔

اجمع المسلون ان شاتمه کافر و حکمه القتل ومن شك فی عذابه و کفر ہ کفر.

(ردالمختار،۴:۲۳۴)

مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کا حکم قتل ہے جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

امام ابن عتاب مالکی:

نے حضور ﷺ کی بے ادبی وگستاخی کرنے کی سزائے موت کا فتوی دیا ہے فرماتے ہیں۔

الکتاب والسنة موجبان ان من قصد النبی باذی او نقص معرضا او مصرحا وان قل فقتله واجب فهذا الباب کله مما عده العلماء مبا او تنقصا یجب قتل قائله لم یختلف فی ذٰلك متقدمهم ولا متاخرهم.

قرآن وحدیث اس بات کو واجب کرتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کی ایذاء کا ارادہ کرے یا صریح وغیر صریح طور پر یعنی اشارہ وکنایہ کے انداز میں آپ کی تنقیص کرے اگرچہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو تو ایسے شخص کو قتل کرنا واجب ہے۔اس باب میں جن جن چیزوں کو ائمہ وعلماء کرام نے سب وتنقیص میں شمار کیا۔ائمہ متقدمین اور متاخرین کے نزدیک بالاتفاق اس کے قائل کا قتل واجب ہے۔

امام اسحاق بن راہویہ:

یہ جواجل ائمہ میں سے ہیں فرماتے ہیں۔

اجمع المسلون علی ان من سب الله و سب ر سوله او دفع شیئا مماانزل الله عزوجل او قتل نبیا من انبیا ء انه کافر.بذالك و ان کان مقرابکل ما انزل الله

(الصارم المسلول:۴۰۳)

اس بات پر امت مسلمہ کا اجماع ہے جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دی ،یا اللہ تبارک وتعالی کی نازل کردہ کسی چیز کا انکار کیا،یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو قتل کیا تو وہ ایسا کرنے کی وجہ سے کافر ہوا اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کی

نازل کردہ سب وسماوی کتب کا اقراری ہی کیوں نہ ہو۔

ابن تیمیہ:۔

ان الساب ان كا ن مسلما فانه يكفر و يقتل بغير خلاف وهو مذهب الائمه الاربعه وغيرهم.

(الصارم المسلول:۴)

بے شک حضور نبی اکرم ﷺ کو سب وشتم کرنے والا مسلمان ہی کہلاتا ہو وہ اس گستاخی کی بنا پر کافر ہو جائے گا اور ائمہ اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) کے نزدیک اور دیگر ائمہ کے نزدیک بلا اختلاف اسے قتل کیا جائے۔

امام حصکفی فرماتے ہیں:

من نقص مقام رسالته بقوله بان سبه او يفعله بان بغضه بقلبه قتل احدا.

(ردالمحتار۴:۲۳۲)

جس شخص نے مقام رسالتمآب ﷺ کی تنقیص وتحقیر اپنے قول کے ذریعے بایں صورت کی کہ حضور ﷺ کو گالی دی یا اپنے فعل سے اس طرح کہ دل سے حضور ﷺ سے بغض رکھا، تو وہ شخص بطور حد قتل کیا جائے گا۔

امام محقق ابن الھمام حنفی فرماتے ہیں:

والذی عندی ان سبه او نسبه مالا ينبغی الی الله تعالی ان كان مما لا يعتقدونه كنسبته الولد الى الله تعالى وتقدس عن ذلك اذا اظهره يقتل به و ينتقض عهده.

(فتح القدیر۵:۳۰۳)

میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ ذمی نے اگر حضور ﷺ کو گالی دی یا غیر مناسب چیز اللہ تبارک وتعالی کی طرف منسوب کی جو کہ ان کے عقائد سے خارج ہے جیسے اللہ تبارک وتعالی کی طرف بیٹے کی نسبت، حالانکہ وہ اس سے پاک ہے۔ جب وہ ایسی چیز کا اظہار کرے گا تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کا عہد ٹوٹ جائے گا

علامہ اسماعیل حقی ''روح البیان'' میں بیان فرماتے ہیں:

واعلم ان قد احتمعت الامة على ان الاستحفاف بنبيا وهای بنى كان من الانبياء كفر سواء فعله فاعل ذلك استحلالا ام فعله معتقدا محرمة ليس بين العلماء خلاف فى ذلك والقصد للسب وعدم القصد سواء اذلا يعذر احد فى الكفر بالجهالة ولا بدعوى زلل اللسان اذا كان عقله فى فطر ته سليما.

(روح البیان،۳:۳۹۴)

(اے مخاطب) تو اس بات کو بخوبی جان لے امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اور انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کی بھی گستاخی کفر ہے اس میں برابر ہے خواہ اس گستاخی کا ارتکاب کرنے والا

اس سے جائز سمجھ کر کرے یا اس کو حرام جانتے ہوئے اس کا ارتکاب کرے اور حضور ﷺ کو ارادی طور پر یا غیر ارادی طور پر گالی دینا دونوں صورتیں برابر ہے کیونکہ کفر کے مسئلہ میں کسی کو جہالت کی بنیاد پر معذور نہیں سمجھا جائے گا اور نہ یہ دعوی مانا جائے گا کہ زبان پھسل گئی جبکہ اس کی فطرت میں عقل سلامت تھی۔

امام ابن عابدین نے ساری بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

والحاصل انه لا شك ولا شبهة فی كفر شاتم النبی و فی استباحته قتله وهو المنقول عن الائمة الا ربعة.

(ردالمحتار۴:۲۳۸)

خلاصہ کلام یہ کہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ۔چاروں ائمہ (امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک ،امام شافعی، امام احمد بن حنبل) سے یہی منقول ہے۔

امام ابوسلیمان الخطابی گستاخ رسول کی سزائے موت پر اجماع امت کا قول کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لا اعلم احدا من المسلمين اختلف فی وجوب قتله اذا كان مسلما.

(الشفاء،۲:۹۳۵)

میں مسلمانوں میں سے کسی ایک فرد کو بھی نہیں جانتا جس نے گستاخ رسول کی سزا سزائے موت ہونے میں اختلاف کیا جب کہ وہ مسلمان بھی ہو۔

امام ابو بکر جصاص:

حضور ﷺ کی شان اقدس میں استخفاف وتحقیر اور توہین کا ارادہ کرنے والے کے متعلق فرماتے ہیں۔

ولا خلاف بين المسلمين ان من قصد النبی بذالك فهو ممن ينتحل الاسلام انه مرتد يستحق القتل.

(احکام القرآن للجصاص۳:۱۰۶)

مسلمانوں کے مابین اس مسئلے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کی اہانت وایذاء رسانی کا قصد کیا حالانکہ وہ خود کو مسلمان بھی کہلواتا ہے۔تو ایسا شخص مرتد و مستحق قتل ہے۔

ابن تیمیه:

مذکورہ مسئلے پر اجماع صحابہ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

واما اجماع الصحابته فلان ذلك نقل عنهم فی قضايا متعددة ينتشر مثلها ويستفيض، ولمينكرها احدمنهم ،فصارت اجماعاً.

(الصارم المسلول۔۳۰۰)

مذکورہ مسئلے پر اجماع صحابہ کا ثبوت یہ ہے کہ یہی بات (گستاخ رسول واجب القتل ہے) ان کے بہت سے فیصلوں سے ثابت ہے مزید برآں ایسی چیزیں مشہور ہو جاتی تھیں لیکن اس کے باوجود صحابی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا جو ان کے

اجماع پر بین دلیل ہے۔

فتویٰ اعلیٰ حضرت

آئمہ ومحدثین تحفظ ناموس رسالت کیلئے اپنا اپنا کردار ادا کریں گستاخان رسول کو لگام دینے کیلئے تاریخ ساز فتوے جاری کریں اپنے عشق ومحبت کا ثبوت دیں۔

اور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان پیچھے رہ جائیں یہ ہو نہیں سکتا جی ہاں جس طرح توہین رسالت پر دیگر آئمہ ومحدثین کا دل جلا سخت سے سخت فتوے جاری کیے ایسا ہی گستاخ رسول کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے بھی تاریخی فتویٰ تحریر فرمایا اس میں کیا لکھا آیئے دیکھتے ہیں:

فتویٰ

اعلیٰ حضرت، مجدد مائۃ حاضرہ، فقیہہ اعظم

مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ

﴿فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۸ کتاب السیر مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی﴾

﴿فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۱۴ ص ۲۹۷، رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

اعلیٰ حضرت، مجدد مائۃ حاضرہ، فقیہہ اعظم مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا کہ فلاں مقام پر طالب علموں کو ایک ایسا پرچہ حل کرنے کیلئے دیا گیا ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں توہین آمیز الفاظ موجود ہیں، اُس پرچے کو دیکھ کر آپ علیہ الرحمۃ نے جو فتویٰ دیا۔ ملاحظہ

فرمائیں.......

الجواب

رب انی اعوذ بک من ھمزات الشیطین، واعوذبک رب ان یحضرون (المومنون) والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم (التوبہ) ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرہ واعدلھم عذاباً مھینا (الاحزاب) الا لعنۃ اللہ علی الظالمین۔

(سورۃ ھود:۱۸)

ان ناموں کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا (جس میں شان حضرت رسالت مآب ﷺ میں ناشائستہ الفاظ استعمال کئے گئے) وہ کافر مرتد ہے جس جس نے اس پرچہ پر نظر ثانی کر کے برقرار رکھا وہ کافر مرتد، جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا وہ کافر مرتد، طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا، اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے یا اسے ہلکا جانا یا اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نا ہونے سے آسان سمجھا وہ سب بھی کافر مرتد، بالغ ہوں، خواہ نابالغ،

ان چاروں فریق میں ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام، میل جول حرام، نشست وبرخاست حرام، بیمار پڑے تو اُس کی عیادت کو جانا حرام، اُس پر نماز پڑھنا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اس کو غسل دینا حرام، اس

پر نماز پڑھنا حرام، کفن دینا حرام، اُس کا جنازہ اٹھانا حرام، اس کو مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام اُسے ثواب پہنچانا حرام، بلکہ خود کفر و قطع اسلام، جب ان میں کوئی مر جائے اس کے اعزاہ اقربا مسلمین اگر حکم شرعی مانیں تو اس کی لاش دفع عفونت کیلئے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر اوپر سے آگ، پتھر جو پھینک پھینک کر پاٹ بھر دیں کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو، یہ احکام ان سب کیلئے عام ہیں۔ اور جو جوان میں نکاح کئے ہوئے ہیں ان سب کی جوروئیں (بیویاں) ان کے نکاحوں سے نکل گئیں، اب اگر قربت ہوگی حرام، حرام، حرام اور زنائے خالص ہوگی اور اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی۔ عورتوں کو شرعاً اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔ ان میں جسے ہدایت ہو اور وہ توبہ کر لے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہوا پھر مسلمان ہو، اس وقت یہ احکام جوان کی موت کے متعلق تھے منتہی ہو گئے، اور وہ ممانعت جوان سے میل جول کی تھی جب بھی باقی رہے گی یہاں تک کہ ان کے حال سے صدق ندامت و خلوص توبہ و صحت اسلام ظاہر و روشن ہوں، مگر عورتیں اس سے بھی نکاح میں واپس نہیں آسکتیں، انہیں اب بھی اختیار رہوگا، چاہیں تو دوسرے سے نکاح کر لیں یا کسی سے نہ کریں ان پر کوئی جبر نہیں پہنچتا۔ ہاں ان کی مرضی ہو تو بعد اسلام ان سے بھی نکاح کر سکتیں ہیں۔

﴿شفاء شریف صفحہ نمبر ۳۲۱﴾

اجمع العلماء ان شاتم النبی ﷺ المتنقص له کافر

والوعید جار علیه بعذاب الله تعالیٰ ومن شك فی كفره وعذابه فقد كفر

﴿کتاب الشفاء القسم الرابع فی وجوہ الاحکام فی من تنقص، الباب الاول، ج ۲: ۲۰۸ طبع ترکی﴾

یعنی اجماع ہے کہ حضور ﷺ کہ شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور جو اس کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہو گیا۔

''نسیم الریاض'' جلد چہارم ص ۳۸۱ میں امام ابن حجر مکی سے ہے

ماصرح به من كفر الساب والشاك فی كفره هو ماعليه ائمتنا وغيرهم

یعنی جو یہ ارشاد فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، یہی مذہب ہمارے آئمہ وغیرھم کا ہے۔

''وجیز امام کردری'' جلد ۳ صفحہ ۳۲۱ پر ہے:

لوارتد والعیاذ بالله تعالیٰ تحرم امرأته ویجد دا النكاح بعداسلامه ،والمولود بينهما قبل تجديد النكاح بالوطی بعد التكلم بكلمة الكفر ولد زنا ،ثم ان اتی بكلمة الشهادة علی العادة لا يجديه مالم يرجع عما قاله لان باتيانهما علی العادة لا يرتفع الكفر ،اذاسب الرسول ﷺ او واحد من الانبياء عليهم السلام فلا توبة له

و اذا شتمه عليه الصلوة والسلام سكران يعفى واجمع العلماء ان شاتمه كافر ومن شك فى عذابه و كفره كفر ملتقطا كا كثر الاواتى للاختصار.

یعنی جو شخص معاذ اللہ مرتد ہو جائے اس کی عورت حرام ہو جاتی ہے، پھر اسلام لائے تو اس سے جدید نکاح کیا جائے اس سے پہلے کلمہ کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ پیدا ہوگا، حرامی ہوگا، اور یہ شخص عادت کے طور پر کلمہ شہادت پڑھتا رہے کچھ فائدہ نہ دے گا جب تک اپنے اس کفر سے توبہ نہ کرے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے سے اس کا کفر نہیں جاتا، اور جو رسول اللہ ﷺ یا کسی اور نبی کی شان میں گستاخی کرے دنیا میں بعد توبہ بھی اسے سزا دی جائے گی یہاں تک کہ اگر نشہ کی بے ہوشی میں گستاخی بکا جب بھی معافی نہ دیں گے، اور تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے، اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

﴿فتاوی بزازیہ علی ھامش فتاوی ہندیہ، الفصل الثانی، النوع الاول ج ۶ ص ۳۲۱، ۳۲۲ نورانی کتب خانہ پشاور﴾

''فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق'' جلد چہارم صفحہ ۴۰۷ (باب احکام المرتدین) میں ہے:

كل من ابغض رسول الله ﷺ بقلبه كان مرتدا فالساب بطريق اولىٰ وان سب سكران لا يعفى عنه

یعنی جس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کا کینہ ہے، وہ مرتد ہے، تو گستاخی کر

نے والا بدرجہ اولیٰ کافر ہے اور اگر نشہ بلا اکراہ پیا اور اس حالت میں کلمہ گستاخی بکا جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔

''بحر الرائق'' جلد پنجم صفحہ ۱۳۵ (باب احکام المرتدین) میں بعینہ کلمہ مذکور ذکر کر کے صفحہ ۱۳۶ پر فرمایا۔

سب واحد من الانبياء كذالك فلا يفيد الاركار مع البينة لانا نجعل انكار الردة توبه ان كانت مقبولة

یعنی کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے یہی حکم ہے کہ اسے معافی نہ دیں گے، اور بعد ثبوت اس کا انکار فائدہ نہ دے گا کہ مرتد کا ارتداد سے مکرنا تو دفع سزا کیلئے ہے توبہ تو وہاں قرار پاتا ہے جہاں توبہ سنی جائے اور نبی کریم ﷺ خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں اس سے یہاں اصلاً معافی نہ دیں گے۔

''درر الحکام علامہ مولی خسرو'' جلد اول صفحہ ۲۹۹ (فصل فی الجزیہ) پر ہے۔

اذا سبه ﷺ او واحدا من الانبياء صلٰوات الله عليهم اجمعين، مسلم فلا توبة له اصلا واجمع العلماء ان شاتمه كافر ومن شك فى عذابه و كفره كفر.

یعنی اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضور اقدس ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اسے ہرگز معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت کا اجماع ہے اس پر کہ وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر پر شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

"غنیۃ ذوالاحکام" صفحہ ۳۰۱ (باب المرتد) میں ہے۔

محل قبول توبة المرتد مالم تكن ردته بسب النبی ﷺ فان كا ن بـه لا تقبل توبته سواء جاء تائبا من نفسه او شهد عليه بذالی بخلاف غيره من المكفرات

یعنی نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں، ہر طرح کے مرتد کو بعد توبہ معافی دینے کا حکم ہے مگر اس کافر مرتد کیلئے اس کی اجازت نہیں۔

"الاشباہ والنظائر قلمی" (باب الردۃ)

لاتصح ردة السكران الا الردة بسب النبی ﷺ فانه لا يعفى عنه كذافی البزازية وحكم الردة بينونة امرأته مطلقا (ای سواء رجع اولم يرجع غمزالعيون) واذا مات على ردته لم يدفن فی مقابر المسلمين ولا اهل ملة وانمايلقی فی حفرة كالكلب والمرتد اقبح كفرا من الكافر الاصلی واذا شهدوا على مسلم بالردة وهو منكرلا يتعرض لـه لا لتكذيب الشهود العدول بل لان انكارة توبة ورجوع فتثبت الاحكام التی للمرتد ماتاب من حبط الاعمال وبينونة الزوجة و قوله لا يتعرض لـه انما هو فی مرتدتقبل توبته فی الدنيا لا الردة بسب النبی ﷺ الاولیٰ تنكير النبی ﷺ كما عبربه فيما سبق غمزالعيون.

یعنی نشہ کی بے ہوشی میں اگر کسی سے کفر کی کوئی بات نکل جائے اُسے بوجہ بے ہوشی کافر نہ کہیں گے نہ سزائے کفر دیں گے مگر نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشہ کی بے ہوشی سے بھی صادر ہوا تو اسے معافی نہ دیں گے۔

"کذافی البزازیہ" اور معاذ اللہ ارتداد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے اگر یہ بعد کو پھر اسلام لائے جب بھی عورت نکاح میں واپس نہ جائے گی، اور جب وہ اسی ارتداد پر مرجائے والعیاذ باللہ تعالیٰ تو اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنے کی اجازت نہیں، نہ کسی ملت والے مثلاً یہودی یا نصرانی گورستان میں دفن کیا جائے وہ تو کتے کی طرح کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے، مرتد کا کفر اصلی کافر کے کفر سے بدتر ہے اور اگر کسی مسلمان پر گواہان عادل شہادت دیں کہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہو گیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کریں گے نہ اس لئے کہ اہان عادل کو جھوٹا ٹھہرایا بلکہ اس لئے کہ اس کا مکرنا اس کفر سے توبہ ورجوع سمجھیں گے ولہٰذا گواہان عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ وہ شخص مرتد ہو گیا تھا اور اب توبہ کرلی تو مرتد تائب کے احکام اس پر جاری کریں گے کہ اس کے تمام اعمال حبط ہو گئے اور جورو (بیوی) نکاح سے باہر، باقی سزا نہ دی جائے گی مگر نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کہ یہ وہ کفر ہے جس کی سزا میں دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہ تھی اور نہ کسی اور نبی علیہم الصلوۃ والسلام کی شان میں گستاخی۔

''فتاوی خیریہ علامہ خیر الدین رملی'' استاذ صاحب درمختار جلد اول صفحہ ۹۵ (باب المرتدین) پرفرماتے ہیں۔

من سب رسول اللہ ﷺ فانه مرتد و حكمه حكم المرتدين ويفعل به مايفعل بالمر تدين ولاتوبة له اصلاوجمع انه كافرومن شك فى كفره كفر ملتقطا.

جو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے وہ مرتد ہے، اس کا حکم وہی ہے جو مرتدوں کا ہے، اس سے وہی برتاؤ کیا جائے جو مرتدوں کے ساتھ کرنے کا حکم ہے ،اور اسے دنیا میں کسی طرح معافی نہ دیں گے، اور باجماع تمام علمائے امت وہ کافر ہے، اور جو اس کے کفر پر شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

''مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر'' جلد اول صفحہ ۶۱۸ (باب الجزیہ) پر ہے۔

اذاسبه ﷺ او واحدامن الانبياء مسلم ولو سكر ان فلاتو بة تنجيه كالز نديق ومن شك فى عذابه و كفره كفر.

یعنی مسلمان کہلا کر حضور اقدس ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اگرچہ نشہ کی حالت میں تو اس کی توبہ پر بھی اس کو معافی نہ دیں گے جیسے دہریے بے دین کی توبہ نہ سنی جائے گی، اور جو شخص اس گستاخی کرنے والے کے کفر میں شک لائے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

''ذخیرۃ العقبیٰ'' علامہ اخی یوسف صفحہ: ۲۴۰ (کتاب الجہاد باب الجزیہ) پر

ہے۔

قد اجعمت الامة على ان الا ستخفاف بنبيا ﷺ و بنى نبى كان عليهم الصلوة والسلام كفر سواء فعله على ذالك مستحلاام فعله معتقد الحرمة وليس بين العلماء خلاف فى ذالك ومن شك فى كفره وعذابه كفر.

یعنی بے شک تمام امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ حضور انور ﷺ خواہ کسی نبی کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے، خواہ اُسے حلال جان کر اسکا مرتکب ہوا ہو یا حرام جان کر، بہر حال جمیع علماء کے نزدیک کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

''ذخیرۃ العقبیٰ'' علامہ اخی یوسف صفحہ: ۲۴۲ (کتاب الجہاد باب الجزیہ) پر ہے۔

لا يغسل ولا يصلى عليه ولا يكفن اما اذاتاب و تبرأ عن الا رتد او ودخل فى دن الاسلام ثم مات غسل و كفن وصلى عليه ودفن فى مقابر المسلمين.

یعنی وہ گستاخی کرنے والا جب مرجائے تو اُسے غسل نہ دیں نہ کفن دیں نہ اس پر نماز پڑھیں، ہاں اگر توبہ کرے اور اپنے اس کفر سے برأت کرلے اور دین اسلام میں داخل ہو اس کے بعد مر جائے تو غسل، کفن، نماز اور مقابرِ مسلمین میں دفن

سب کچھ ہوگا۔

تنویر الابصار شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی:

ہر مرتد کی توبہ قبول ہے۔

كل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الاالكافر بسب نبي الخ.

﴿درمختار شرح تنویر الابصار، باب المرتدین، ج۱ص۳۵۶ مجتبائی دہلی﴾

مگر کسی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا ایسا کافر ہے کہ دنیا میں سزا سے بچانے کیلئے اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔

''درمختار'' میں ہے۔

الكافربسب نبي من الانبياء لاتقبل توبته مطلقاً ومن شك في عذابه و كفره كفر.

﴿درمختار شرح تنویر الابصار، باب المرتدین، ج۱ص۳۵۶ مجتبائی دہلی﴾

یعنی کسی نبی کی توہین کرنا ایسا کفر ہے جس پر کسی طرح معافی نہ دیں گے ،اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

''کتاب الخراج'' سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ صفحہ ۱۹۷ (فصل فی الحکم فی المرتد عن السلام) پر ہے۔

قال ابو يوسف وايما رجل مسلم سب رسول الله ﷺ او عذابه او عابه او تنقصه فقد كفر بالله تعالىٰ و بانت زوجته.

یعنی جو کلمہ گو ہو کر حضور اقدس ﷺ کو برا کہے یا تکذیب کرے یا کوئی عیب

لگائے ، شان گھٹائے وہ بلاشبہ کافر ہو گیا اور اسکی عورت نکاح سے نکل گئی۔ بالجملہ اَشخاص مذکورین کے کفر و اِرتداد میں اصلاً شک نہیں، در بارہ اسلام و رفع دیگر احکام ان کی توبہ اگر سچے دل سے ہو ضرور مقبول ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ سلطان اسلام اُنہیں بعد توبہ واسلام صرف تعزیر دے یا اب بھی سزائے موت دے۔

وہ جو ''بزازیہ'' اور اس کے بعد کی بہت کتب معتمدہ میں ہے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں اس کے یہی معنی ہیں اور اس کی بحث یہاں بے کار ہے، کہاں سلطان اسلام اور کہاں سزائے موت کے احکام، صدہا خبیث، اخبث، ملعون، انجس ہیں کہ کلمہ گو بلکہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان، مفتی، واعظ، مدرس، شیخ بن کر اللہ و رسول کی جناب میں منہ بھر بھر کر ملعونات بکتے، لکھتے اور چھاپتے ہیں اور ان کی کوئی تو کہنے والا نہیں ،اور اگر کہیں تو نہ صرف ان کے بلکہ بڑے بڑے مہذب بننے والے مسلمانوں کے نزدیک یہ بے تہذیبی و تشدد ہو۔

کیا گستاخ رسول کی توبہ قبول ہوگی؟

اگر کسی صدر یا وزیر کی شان میں اگر کوئی بے ادبی و گستاخی کر دے تو اسی وقت اسکے خلاف مذمتی قرارداد منظور کر لی جاتی ہے اگر کوئی چینل بے ادبی کر بیٹھے تو بند کر دیا جائے اگر میسج سینڈ کرے تو قید کی سزا پائے۔ معذرت یا توبہ پر کوئی غور نہیں کیا جاتا نہ ہی کوئی مشورہ دیتا ہے جبکہ گستاخ رسول جب حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کرے تو اس کی افواہیں اڑائیں جاتی ہیں جب وہ اس پر رضامند نہیں ہوتے جسکی

مثال توہین امیز خاکے شائع کرنے والے ممالک ہیں۔

توبہ قبول نہیں کی جائے گی:

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ شان رسالت ﷺ میں بے ادبی و گستاخی اور توہین کا مرتکب ہر حال میں واجب القتل ہے، اسے توبہ کا موقع نہیں دیا جائے گا اب اسی مؤقف کو مظبوط کرنے کیلئے آئمہ وفقہاء کے فتاوٰی پیش کیے جاتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:۔

فتنہ اہانت رسول میں مسلم وغیر مسلم کا امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ دونوں پر حد کا اجراء ہوگا، کوئی بھی اس سے مستثنٰی ومبرا نہ ہوگا امام مالک علیہ الرحمہ نے اسی چیز کو واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

من سب رسول الله او شتمه او عابه او تنقصه مسلما كان او كافر ولا بستتاب.

(الشفاء،۲:۹۳۷)

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا عیب لگایا یا آپ کی تنقیص کی تو وہ قتل کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

امام ابوعلی بن البناء رحمۃ اللہ علیہ:۔

امام ابوعلی بن البناء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس شخص نے شان رسالت

مآب ﷺ میں سب وشتم کیا اس جرم کی بنا پر اسے قتل کی سزا دی جائے گی۔

''لاتقبل توبتہ'' اس کی توبہ بھی نہ قبول کی جائے۔ مزید برآں فرماتے ہیں صحیح مذہب یہی ہے گستاخ رسول کو قتل کر دیا جائے ''ولا بستتاب'' اور اسکی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی یہی امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب ہے۔

(الصارم المسلول:۳۰۳)

امام ابن نجیم حنفی علیہ الرحمہ:

بحرالرائق میں ہے۔ جس شخص نے شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالی دی یا ان کی شان اقدس میں زبان طعن درازی کی تو وہ اپنے جرم کے باعث کافر ہو جائے گا اور اسے قتل کرنا واجب ہے اور سوال کا بھی جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ گستاخی کا ارتکاب کرنے کے بعد توبہ ورجوع کر کے تجدید ایمان کرے تو۔

هل تقبل توبته ام لا

کیا اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟

(بحرالرائق،۵:۱۲۶)

امام صدر الشہید حنفی علیہ الرحمہ اس کا جواب دیتے ہیں:

لاتقبل توبته و اسلامه و نقتله

(بحرالرائق،۵:۱۲۶)

اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی نہ ہی اس کا اسلام (کہ حد قتل کو ساقط کر سکے) ہم اسے بہر صورت قتل کریں گے۔

مزید برآں فرماتے ہیں کہ یہی مشہور فقیہی ابو اللیث البرقندی علیہ الرحمہ اور امام الاصول ابو نصر الدبوسی علیہ الرحمہ کا مذہب ہے اور مختار مذہب بھی یہی ہے۔

امام عثمان بن کنانیہ مالکی علیہ الرحمہ:۔

اجل مالکی آئمہ سے ہیں، امام مالک علیہ الرحمہ سے روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔

اپنی کتاب "المبسوط" میں فرماتے ہیں۔

(الشفاء ۲:۹۳۶)

مسلمانوں میں سے جس کسی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی اسے قتل کر دیا جائے گا یا اسے زندہ سولی پر چڑھایا جائے گا اس کی توبہ نہ قبول کی جائے گی اور امام کو اسے زندہ سولی دینے اور قتل کرنے میں اختیار ہے جو چاہے کرے۔

امام اصبغ مالکی علیہ الرحمہ:۔

امام اصبغ مالکی علیہ الرحمہ نے شاتم رسول کے متعلق فرمایا:

یقتل علی کل حال اس ذلك او اظهره ولا بستاب لان توبته لا تعرف.

(الشفاء ۲:۹۳۷)

گستاخ رسول کا بہر حال قتل کیا جائے گا خواہ وہ گستاخی کو چھپائے یا ظاہر کرے اس کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی کیونکہ اس کی توبہ قبول کرنے کی کوئی مثال پائی

ہی نہیں جاتی۔

شیخ ابو بکر فارسی شافعی علیہ الرحمہ:۔

شیخ ابو بکر فارسی شافعی علیہ الرحمہ نے عظمت و رفعت، حرمت و ناموس رسالتمآب ﷺ کی پاسبانی کرتے ہوئے شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی و بے ادبی کا ارتکاب کرنے والے کو حداً قتل کرنے اور اسکی توبہ قبول نہ ہونے کا قول کرتے ہوئے اس پر اجماع امت کا دعوی کیا ہے، فرماتے ہیں۔

ولو قذی نبیا من الانبیاء ولوتعریضا یقتل حدا لان القتل حد قذی النبی وحد القذی لا بسقط بالتوبته وادعی فیه الاجماع.

(شروح روض الطالب من اسنی المطالب، ۴:۱۲۲)

اگر کسی شخص نے جملہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی پر گو اشارۃً و کنایۃً ہی سہی، تہمت لگائی تو اسے حداً قت کر دیا جائے گا کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ پر تہمت لگانے کی حد، قتل کرنا ہے اور یہ حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتی، شیخ ابو بکر فارسی شافعی نے اس مسئلے میں اجماع امت کا دعوی کیا ہے۔

امام عبداللہ بن الحکم فقیہ مصری علیہ الرحمہ:۔

امام عبداللہ بن الحکم فقیہ مصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

من سب النبی من مسلم او کافر قتل ولم بستتب.

(الشفاء ۲:۹۳۷)

جس شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر،

اسے توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جائے گا۔

باب نمبر5:

تذکرۂ غازیانِ ناموس رسالت

غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ

سوامی دیانند کے ایک چیلے مہاشہ کرشن (ایڈیٹر ''پرتاب'' لاہور) نے ایک نہایت ہی دل آزار کتاب ''رنگیلا رسول'' لکھی جس میں اس ننگ انسانیت نے رسالتمآب ﷺ کے متعلق اتنی دل آزار باتیں لکھیں کہ پڑھنے اور سننے سے ہر مسلمان مرجانے کی دعا کرے۔ اس کتاب میں قرآن کریم کی آیات اور احادیث قدسی کی غلط تاویلات کی گئی تھیں، وہ مسلمانوں کے ایمان کی پختگی سے بھی واقف تھا اس لئے اس نے مسلمانوں کے غم و غصے سے بچنے کی خاطر اپنے بجائے پروفیسر پنڈت چموپتی لال ایم اے کا فرضی نام بطور مصنف تحریر کر دیا تھا تا کہ اس کے خلاف کوئی اخلاقی یا قانونی کاروائی نہ کی جا سکے تاہم اس کتاب پر راج پال ناشر ہسپتال روڈ لاہور کا نام و پتہ درست لکھا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے از راہ اخلاق اس سے ایسی ہزل کتاب کے تلف کرنے کی درخواست کی مگر اس نے ہندوؤں کی پشت پناہی کے باعث مسلمانوں کے اس جائز مطالبے پر غور کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس پر مسلمانوں نے 153 الف کے تحت اس پر فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کے الزام میں مقدمہ دائر کر دیا۔ مسٹر لوئیس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے راج پال کو چھ ماہ قید

کی سزا دی مگر اس نے اس فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی، جہاں دشمن اسلام اور حد درجہ متعصب چیف جسٹس سر شادی لال کی ذاتی سفارش پر جسٹس کنور دلیپ سنگ مسیح نے ملزم کو رہا کر دیا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ کسی پیغمبر بالخصوص آقائے کائنات ہادیٔ برحق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی توہین (نعوذ باللہ) کوئی جرم نہیں۔اس پر غیور مسلمان انتہائی جوش میں آ گئے۔

غازی خدا بخش:

آپ کے والد کا اسم گرامی محمد اکرم تھا۔معروف کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ رہائش اندرون یکی دروازہ لاہور میں تھی۔ بڑے خوبصورت جوان تھے۔آپ کا جسم فربہ، رنگ سرخ وسپید، قد لمبا اور مضبوط وتوانا تھا۔پیشہ کے لحاظ سے شیر فروش تھے۔جلد سازی کا بھی کام کر لیتے تھے۔

ملعون راجپال نے رنگیلا رسول نامی کتاب لکھی جس سے مسلمانوں میں سخت غیظ وغضب پایا جاتا تھا۔ایک دن آپ نے ناموس رسالت ﷺ پر تقریر سنی تو حالات سے آگاہی ہوئی۔یہ سن کر تڑپ اٹھے کہ خبیث راجپال نے اس کے آقا ومولا ﷺ پر کتاب لکھ کر انتہائی درجہ کی توہین کی ہے۔

24 ستمبر 1927ء کی صبح جہنمی راجپال اپنی دکان پر بیٹھا کاروبار میں مصروف تھا کہ غازی خدا بخش اکو جہا آئے اور اس پر تیز دھار چاقو سے حملہ کر کے اسے مضروب کر دیا۔وہ بد بخت تیزی سے اٹھا اور جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑا

ہوا اور قتل ہونے سے بچ گیا۔

پولیس نے غازی خدا بخش اکو جہا کو زیر دفعہ 307 الف تعزیرات ہند گرفتار کر لیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور سی۔ ایم۔ ی اوگلوی کی عدالت میں مقدمہ سماعت شروع ہوئی۔غازی خدا بخش نے اپنی جانب سے وکیل صفائی مقرر کرنے سے انکار کر دیا۔

راجپال مستغیث نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا۔

مجھ پر حملہ کتاب کی اشاعت اور مسلمانوں کے ایجی ٹیشن کی وجہ سے کیا گیا ہے۔مجھے خطرہ ہے کہ ملزم خدا بخش مجھے جان سے مار دے گا۔

اور کچھ کہنا چاہتے ہو۔جج نے پوچھا۔

راجپال بولا: حملہ کے وقت ملزم نے چلا کر کہا تھا کہ کافر کے بچے! آج تو میرے ہاتھ آیا ہے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

اس پر جج نے غازی خدا بخش استفسار کیا تو آپ نے گرجدار آواز میں کہا:

میں مسلمان ہوں، ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ میرا فرض ہے۔میں اپنے آقا ومولا ﷺ کی توہین ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔

پھر لعین راجپال کی طرف اشارہ کر کے کہا:

اس نے میرے رسول مکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، اس لئے میں نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا لیکن یہ کم بخت اس وقت میرے ہاتھ سے بچ نکلا۔

اقرار جرم کے بعد غازی خدا بخش اکو جہا کو سات سال قید سخت جس میں تین ماہ قید تنہائی بھی شامل تھی، کی سزا سنائی گئی۔ اور میعاد قید کے اختتام پر پانچ پانچ ہزار روپے کی تین ضمانتیں حفظ امن کے لئے داخل کرنے کا حکم دیا۔

غازی عبدالعزیز:

راج پال کو جہنم واصل کرنے کیلئے غازی عبدالعزیز خان کوہاٹ سے لاہور 19 اکتوبر 1927ء کو آیا اور لوگوں سے دریافت کرتے کرتے اس بدذات ناشر کی دکان پر پہنچ گیا۔ اتفاق سے اس وقت راج پال دکان میں موجود نہیں تھا۔ اس کی جگہ اس کے دوست جتندر داس اور سوامی ستیانند بیٹھے تھے۔ غازی موصوف نے سوامی ستیانند کو راج پال سمجھا اور میان سے تلوار نکال کر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد خود ہی چلا کر کہہ دیا کہ میں نے موذی کا خاتمہ کر دیا ہے۔ میرے خلاف قانونی کاروائی کی جائے۔ غازی عبدالعزیز نے عدالت میں یہ بیان دیا:

میرا نام عبدالعزیز ہے۔ میں غزنی کا رہنے والا ہوں۔ میرے وطن کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے سلطان محمود غزنوی جیسا مجاہد، مبلغ اور بت شکن پیدا کیا تھا جس نے اس برصغیر پر کم وبیش سترہ حملے کر کے کفر والحاد کا خاتمہ کیا تھا اور اس بت کدہ کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ یہی وہ بت شکن ہے جس کے سامنے سومنات کے پجاریوں نے دولت کے انبار لگا دیئے تھے اور کہا تھا کہ مہاراج یہ ساری دولت لے لیں مگر ہمارے بتوں کو کوئی

گزند نہ پہنچائیں۔ لیکن اسلام کے اس فدائی نے بلا جھجک کہا تھا کہ مسلمان بت شکن ہے، بت فروش نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے سومنات کے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ اور ڈاکٹر اقبال نے اس کے استغنا اور ایمان کامل پر فخر کرتے ہوئے کہا:

قوم اپنی جو زر و مال جہاں پر مرتی
بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی

یہی وہ غازی تھا جس نے سنا تھا کہ ملتان میں ایک قرامطہ فرقہ ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلواتا ہے، لیکن دراصل کافر اور بت پست ہے۔ ان کی ریاکاری کی انتہاء یہ ہے کہ وہ فرقہ نماز تو باقاعدگی سے اور باجماعت پڑھتا ہے لیکن سامنے نعوذ باللہ حضرت رسول کریم ﷺ کی ایک فرضی شبیہہ بنا کر رکھتا ہے۔ محمود غزنوی یہ اندوہناک رپورٹ ملتے ہی بگولے کی طرح یہاں پہنچا تھا اور اس نے قرامطی داؤد حاکم ملتان کا خاتمہ کر کے وہاں اسلام کا پرچم لہرایا تھا۔ مجھے خواب میں سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے حکم دیا تھا کہ جاؤ اور اس ملعون کے پرخچے اڑا کر ثواب دارین حاصل کرو۔ مجھے افسوس ہے کہ اصل خبیث کو میں جہنم واصل نہ کر سکا۔

غازی کا پر مغز اور عالمانہ خطبہ سن کر ہر مسلمان شخص عش عش کر اٹھا۔ فرنگی حکومت کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ایم بی اوگلوی نے قانونی تقاضوں اور کچھ مصالحتوں

کی بنا پر عبدالعزیز خان غزنوی کو شہادت کا اعزاز بڑ شنے کی بجائے صرف چودہ سال قید کی سزا دی۔

پے در پے حملوں کی وجہ سے راج پال نے خود کو ہر وقت خطرہ میں محسوس کیا۔اس کا کاروبار بھی متاثر ہونے لگا۔اس نے حکومت سے استدعا کی کہ جان کی حفاظت کا بندوبست کیا جائے۔ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے پولیس کے دو ہندو سپاہی اور ایک سکھ حوالدار اس کی نگہداشت پر مامور کر دیئے۔

راج پال نے پہرے کی زندگی کو حراست کی زندگی سمجھا۔چنانچہ وہ لاہور سے دوسرے شہروں میں تفریح کے لئے چلا گیا اور دو چار ماہ کے بعد واپس آ گیا۔اس کا خیال تھا کہ اب معاملہ رفع دفع ہو چکا ہو گا اور اب مسلمانوں کے جذبات سرد ہو چکے ہوں گے۔اس نے کتب فروشی کا کاروبار پھر شروع کر دیا اور پولیس کی امداد طلب نہ کی۔

غازی علم الدین شہید تعارف و تعلیم و تربیت:

غازی علم الدین 8 ذیقعدہ 1366ھ 4 دسمبر 1908ء بروز جمعرات محلّہ چابک سواراں محلّہ سرفروشاں لاہور میں پیدا ہوئے تھے۔ان کا پیدائشی مکان اسی بازار کے مغربی کنارے پر ہے۔انہوں نے ابتدائی تعلیم تکیہ سادھواں کی مسجد سے اور بازار نوہریاں اندرون اکبری دروازہ بابا کالو کے مکتب سے حاصل کی۔ان کے والد کا نام میاں طالع مند تھا جو کسب معاش کی خاطر نجار، یعنی لکڑی کا کام کرتے تھے ان کا

سلسلہ نسب سات پشتوں سے برخوردار (بھائی لہنا سنگھ) سے جا ملتا ہے۔حضرت برخوردار پہلے سکھ مت کے پیرو تھے۔شہنشاہ جہانگیر کے زمانے میں انہوں نے مسلمان علماء کی صحبت میں رہ کر اسلام قبول کیا اور دینی تعلیم حاصل کر کے ساری عمر تبلیغ اسلام میں بسر کی۔

غازی صاحب کے والد میاں طالع مند ایک چابک دست فنکار تھے۔غازی علم الدین یکم جنوری 1928ء کو اپنے والد صاحب کے ساتھ کوہاٹ چلے گئے اور وہیں بازار میں فرنیچر کا کاروبار کرنے لگے۔مارچ 1929ء میں ان کے بڑے بھائی میاں محمد الدین کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔غازی صاحب نومولود بھتیجی کو دیکھنے کیلئے لاہور آئے۔انہی دنوں ان کی منگنی ان کے ماموں کی بیٹی سے ہوئی۔

بہار کا موسم تھا۔16 اپریل 1929ء بروز ہفتہ وہ اپنے دوستوں کے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ یکا یک ان کے کانوں میں آواز آئی۔

ہے کوئی جانباز جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی الہ عنہا کی ناموس کی حفاظت کرے۔

غازی صاحب نے فرطِ محبت سے لبریز ہو کر پکارا:

''لبیک یا ام المؤمنین لبیک''

گستاخ رسول کا خاتمہ:

غازی علم الدین نے ایک تیز چھرا ہاتھ میں لیا۔تقریباً ایک بجے کے بعد

دوپہر راج پال کی دکان واقع ہسپتال روڈ نزد مزار قطب الدین ایبک لاہور پہنچے۔ اتفاق سے وہ موذی اس وقت دکان میں لیٹا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے للکارا او کہا: اپنے جرم کی معافی مانگو۔ دلآزار کتاب کو فوراً تلف کرنے کا وعدہ کرو اور آئندہ ایسی کمینہ حرکتوں کے کرنے سے توبہ کرو۔ ورنہ مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ راج پال نے غازی علم الدین کے اس انتباہ کو محض گیدڑ بھبکی سمجھا اور یہ خیال کیا کہ یہ از خود واپس چلا جائے گا۔ اس لئے وہ خاموش بیٹھا رہا۔ اس پر غازی علم الدین نے بھرپور وار کیا کہ وہ بغیر آواز نکالے جہنم رسید ہو گیا۔ اس وقت دکان پر راج پال کے دو ملازم بھگت رام اور کیدار ناتھ بھی موجود تھے جو کتابوں کی ترتیب دے رہے تھے۔ انہوں نے غازی کا اعلان بھی سنا اور حملہ کرتے بھی دیکھا، مگر ان پر ایسی ہیبت طاری ہو گئی کہ وہ بت بن کر کھڑے رہے لیکن اپنے آقا کو بچانے کے لئے ایک قدم بھی نہ بڑھ سکے۔

غازی موصوف وہاں سے دو یا رتن کے ٹال پر پہنچے۔ نلکا چلا کر اپنے ہاتھوں کو راج پال کے ناپاک لہو سے صاف کیا۔ پانی پی رہے تھے کہ یکا یک راج پال کے قتل کا شور برپا ہو گیا۔ شور و غل سن کر اطمینان سے کھڑے ہو گئے اور با آواز بلند اعلان کیا کہ اس نابکار راج پال کا قاتل میں ہی ہوں اور میں نے اس کا قتل فرط عشق رسول ﷺ میں کیا ہے۔

اس قتل کی اطلاع کیدار ناتھ نے انار کلی پولیس میں درج کرائی۔ کیدار

ناتھ اور بھگت رام کے بیانات عینی گواہان کی حیثیت سے لئے گئے۔ پرمانند اور نانک چند نے غازی علم الدین کو قتل کے اعلان کے وقت پکڑا تھا انہوں نے بھی اپنے بیانات درج کرائے۔ آتمارام دکاندار انار کلی نے بھی بیان دیا کہ میں چاقو وغیرہ بیچتا ہوں۔ علم الدین نے یہ چھرا مجھ سے خریدا تھا۔ میں خون آلود چھرے اور اپنے گاہک علم الدین کو پہچانتا ہوں۔

پولیس نے راج پال کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوایا۔ خون آلود بستر اور چٹائی کا پارسل بنا کر سربمہر کیا اور علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت میں بھیج دیا۔ چونکہ ملزم اقبالی تھا، اس لئے مقدمے کی تفتیش اور چالان میں نہ تو کوئی دقت پیش آئی اور نہ کوئی رکاوٹ۔

اس واقعہ کے بعد سارے شہر کے ہندوؤں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دفعہ 44 نافذ کر کے ہندو مسلم کشیدگی پر قابو پانے کی کوشش کی۔ راج پال کی ارتھی کا ایک جلوس نکالا گیا اور رام باغ نزد بادامی باغ نذر آتش کر کے راکھ دریائے راوی میں بہادی گئی۔

سیشن کورٹ کا فیصلہ:

اس دور کے دفاتر میں ہندوؤں کی اکثریت تھی، انہوں نے مقدمے کا چالان ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر لوئیس کی عدالت میں پیش کر دیا۔ سول سرجن نے عدالت میں پیش ہو کر بتایا کہ مقتول کی موت پیٹ میں چھرا گھونپنے سے ہوئی۔

زخم کی گہرائی ساڑھے چھ انچ اور چوڑائی پونے چار انچ تھی۔ اس وار سے مقتول کی آنتیں بھی کٹ گئی تھیں۔ لوئیس نے غازی علم الدین پر فرد جرم عائد کر کے بیان لیا اور بغیر صفائی لئے مقدمہ سیشن جج کے سپرد کر دیا۔

اگرچہ سیشن کورٹ میں ایسے مقدمات کی سماعت کے لئے کم از کم ایک سال کے بعد باری آتی ہے لیکن یہ مقدمہ ایک ہفتے بعد ہی سماعت کے لئے پیش کر دیا گیا۔ مسٹر ٹیپ سیشن جج تھا۔ مسٹر سلیم بار ایٹ لاء نے معقول اور مدلل دلائل پیش کئے، لیکن عدالت نے غازی علم الدین پر دفعہ 302 فرد جرم عائد کر کے 22 مئی 1929ء کو پھانسی کی سزا کا حکم سنا دیا۔ اس وقت غازی علم الدین کی عمر 21 سال تھی۔

مسلمانوں نے لاہور میں کئی جلسے منعقد کئے کہ سیشن جج کے فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی جائے۔ اس کے لئے عوام نے جوش و خروش سے چندہ دیا۔ نامی گرامی مسلمان وکلاء نے فیصلے کی نقل کا بغور مطالعہ کیا اور اپیل دائر کر دی۔

قائداعظم کا وکالت کرنا:

مسٹر محمد علی جناح بیرسٹر ایٹ لاء ان دنوں بمبئی میں وکالت کرتے تھے۔ انہیں اس مقدمے کے لئے طلب کیا گیا۔ لاہور کے ماہر قانون فرخ حسین بیرسٹر ایٹ لاء نے ان کی معاونت کی۔ مقتول راج پال کی طرف سے جے لال کپور اور سرکار کی طرف سے دیوان رام لال پیش ہوا۔ براڈوے اور جان اسٹون ہائی کورٹ

پنجاب نے اپیل کی سماعت کی۔

مسٹر جناح نے فاضلانہ بحث کی اور کئی ٹھوس دلائل پیش کئے اور عدالت کو بتایا کہ پیغمبر ﷺ کی ذات پر رکیک حملے کرنا اور اس طرح عوام کے مختلف فرقوں میں نفرت پھیلانا زیر دفعہ 35 الف جرم ہے۔ کتاب ''رنگیلا رسول'' انتہائی دلآزار ہے۔ اسے پڑھ کر کوئی بھی مسلمان اپنے پیغمبر ﷺ کی عصمت کا بدلہ لئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ملزم کا یہ قتل اشتعال انگیزی پر مبنی ہے، اس لئے ملزم غازی علم الدین کے خلاف زیر دفعہ 302 قتل عمد کی بجائے 308 قتل بوجہ اشتعال کاروائی کی جانی چاہئے اور ملزم کو موت کے بجائے سات سال قید کی سزا کا مستوجب سمجھنا چاہئے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ سزا دفعہ 304 کے تحت پھانسی کی بجائے دس سال قید ہے۔

15 جولائی 1929ء کو فرنگی ججوں نے فریقین کے وکلاء کے دلائل سننے کے بعد غازی علم الدین کی اپیل خارج کر دی اور سیشن جج کے فیصلے کو برقرار رکھا۔ شام کو جب غازی علم الدین کو ہائی کورٹ کا فیصلہ جیل میں سنایا گیا تو انہوں نے مسکرا کر کہا:

شکر الحمد للہ! بزدلوں کی طرح قیدی بن کر جیل میں گلنے سڑنے کی بجائے تختہ دار پر چڑھ کر شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، پیغمبر خدا، ہادی برحق، رسالتمآب ﷺ پر اس حقیر سی جان کو قربان کر دینا موجب صد ہزار ابدی سکون و راحت ہے۔ خدا میری اس ادنی اور پر خلوص قربانی کو قبول

فرمائے۔

اگر چہ مسلمان فرنگی حکومت کے اس رویے سے مایوس تھے لیکن اس خیال سے کہ حجت پوری کرنا اور آخری دم تک چارہ کرنا اسلامی شعائر میں سے ہے۔ انہوں نے پریوی کونسل لندن میں اپیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ مسلمانوں نے ایک بار پھر جی بھر کر چندہ دیا۔ دراصل یہ ایک فرد کی موت کا سوال نہیں تھا بلکہ پیغمبر خدا ﷺ کی عزت کا معاملہ تھا۔ اس اپیل کا مسودہ مسٹر محمد علی جناح کی نگرانی میں تیار ہوا لیکن پریوی کونسل لندن نے اپیل نامنظور کر دی اور دفعہ 153 الف کی وضاحت اور دفعہ 304 کے جزو اشتعال انگیز قتل کے معاملے کو گول کر دیا۔ انگریزی حکومت ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتی تھی۔ یہ فیصلہ غازی علم الدین کو سنایا گیا تو انہوں نے کہا:

کاتب تقدیر نے شہادت کا رتبہ پانا میری قسمت میں روز اول سے لکھ دیا ہے۔ یقیناً میری قربانی اللہ تعالیٰ قبول فرمائی ہے۔ ان شاء اللہ اب مجھے دربار رسالت ﷺ میں حاضری دینے سے کوئی طاقت نہیں روک سکے گی۔

غازی علم الدین شہید کے کارنامے پر قادیانی ردعمل:

قادیانی جماعت کے بانی آنجہانی مرزا قادیانی کے بڑے بیٹے اور قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین نے غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ کے سنہرے کارنامے پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا:

اسی طرح اس قوم کا جس کے جوشیلے آدمی قتل کرتے ہیں، خواہ انبیاء کی

توہین کی وجہ سے ہی وہ ایسا کریں، فرض ہے کہ پورے زور کے ساتھ ایسے لوگوں کو دبائے اور ان سے اظہار برات کرے۔ انبیاء کی عزت کی حفاظت قانون شکنی کے ذریعہ نہیں ہو سکتی، وہ نبی بھی کیا نبی ہے جس کی عزت کو بچانے کے لئے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں۔ جس کے بچانے کے لئے اپنا دین تباہ کرنا پڑے۔ یہ سمجھنا کہ محمد رسول اللہ کی عزت کے لئے قتل کرنا جائز ہے، سخت نادانی ....

وہ لوگ (غازی علم الدین شہید، ناقل) جو قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں، وہ بھی مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں اور جو ان کی پیٹھ ٹھونکتا ہے، وہ بھی قوم کا دشمن ہے میرے نزدیک تو اگر یہی شخص (راجپال کا) قاتل ہے جو گرفتار ہوا ہے تو اس کا سب سے بڑا خیر خواہ وہی ہو سکتا ہے جو اس کے پاس جاوے اور اسے سمجھائے کہ دنیاوی سزا تو تمہیں اب ملے گی ہی، لیکن قبل اس کے کہ وہ ملے، تمہیں چاہیئے خدا سے صلح کر لو۔ اس کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ اسے بتایا جائے کہ تم سے غلطی ہوئی ہے۔

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد 16 نمبر 82 ص 7-8 مورخہ 19 اپریل 1929ء)

اس قبیل کا دوسرا فتنہ پرور شخص وکیل ابوجہل، فخر ابولہب، ترجمان سلمان رشدی بھاری نثراد متنازعہ مصنف وحید الدین خان، غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ کی توہین و تضحیک کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اگر ناموس رسول کی حفاظت کا طریقہ یہی ہو جو غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ نے اختیار کیا تو یقیناً یہ مقصد حاصل نہیں ہوا، کیونکہ اس قتل کے بعد شردھانند نے اس ملک کی اکثریت کے درمیان قومی ہیرو کی حیثیت اختیار کر لی۔ ملک کی تاریخ میں ان کو شہید کا مقام دیا گیا۔ 1947ء میں ہندوستان آزاد ہوا تو راجدھانی دہلی کے ممتاز مقام (چاندنی چوک) پر ان کا بلند و بالا مجسمہ عین شاہراہ پر نصب کر دیا گیا وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے کسی عمل کو ناموس رسول کے نام پر بے فائدہ جان دے دینا تو کہہ سکتے ہیں مگر اس کو ناموس رسول کی حفاظت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ یہ قربانی نہیں بلکہ نادانی ہے، جس کا تعلق نہ عقل سے ہے اور نہ اسلام سے۔

(شتم رسول کا مسئلہ از حدی الدین ص 71-72)

حال ہی میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بینچ نے قادیانیوں کے خلاف اپنے تاریخ ساز فیصلے میں لکھا:

کلمہ ایک اقرار نامہ ہے جسے پڑھ کر غیر مسلم اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے، یہ عربی زبان میں ہے اور مسلمانوں کے لئے خاص ہے جو اسے نہ صرف اپنے عقیدہ کے اظہار کے لئے پڑھتے ہیں بلکہ روحانی ترقی کے لئے بھی اکثر اس کا ورد کرتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کے معنی ہیں: خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ اس کے برعکس

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ کا بروز ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' (اشاعت سوم، ربوہ صفحہ 4) میں لکھا ہے:

☆ سورۃ الفتح کی آیت نمبر 29 کے نزول میں محمد ﷺ کو اللہ کا رسول کہا گیا ہے...... اللہ نے اس کا نام محمد رکھا۔

(مندرجہ ''روحانی خزائن، ص 207، جلد 18)

☆ روزنامہ ''بدر'' (قادیان) کی اشاعت 25 اکتوبر 1906ء میں قاضی ظہور الدین اکمل سابق ایڈیٹر Review of religions کی ایک نظم شائع ہوئی تھی، جس کے ایک بند کا مفہوم اس طرح ہے: ''محمد ﷺ پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ ہم میں دوبارہ آ گئے ہیں، جو کوئی محمد ﷺ کو ان کی مکمل شان کے ساتھ دیکھنے کا متمنی ہو، اسے چاہئے کہ وہ قادیان جائے''۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

یہ نظم مرزا صاحب کو سنائی گئی تو اس نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔

(روزنامہ ''الفضل'' قادیان، 22 اگست 1944ء)

☆ علاوہ ازیں ''اربعین'' (جلد 4 صفحہ 17) میں اس نے دعویٰ کیا ہے:

''سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں، اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔

(مندرجہ روحانی خزائن، ص446-445، جلد17)

☆ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱ مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص ۲۵۹، جلد ۱۶ میں اس نے اعلان کیا:

جو کوئی میرے اور محمد ﷺ کے مابین فرق کرتا ہے، اس نے نہ تو مجھے دیکھا ہے نہ جانا ہے۔

☆ مرزا غلام احمد نے مزید دعویٰ کیا ہے:

میں اسم محمد کی تکمیل ہوں یعنی محمد، محمد کا ظل ہوں۔

(دیکھئے حاشیہ ''حقیقت الوحی'' ص ۷۶ مندرجہ ''روحانی خزائن'' ج ۲۲)

☆ سورۃ الجمعہ (۶۲) کی آیت نمبر ۳ کے پیش نظر جس میں کہا گیا ہے:

''(وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول، خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے) میں ہی آخری نبی اور اس کا بروز ہوں اور خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے محمد کی تجسیم بنایا۔

(دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ، شائع شدہ از ربوہ، ص11-10 مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۱۲، جلد ۱۸)

☆ میں وہ آئینہ ہوں جس میں سے محمد کی ذات اور نبوت کا عکس جھلکتا ہے۔

(نزول المسیح، ص ۴۸، شائع شدہ قادیان اشاعت 1909ء دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ ص ۸، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۱۸)

☆ اوپر جو کچھ کہا گیا اس کی روشنی میں مسلمانوں میں اس بات پر عمومی اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ جب کوئی احمدی کلمہ طیبہ پڑھتا ہے یا اس کا اظہار کرتا ہے تو وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد ایسا نبی ہے، جس کی اطاعت واجب ہے اور جو ایسا نہیں کرتا، وہ بے دین ہے، بصورت دیگر وہ خود کو مسلمان کے طور پر پیش کر کے لوگوں کا دھوکا دیتے ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ یا تو وہ مسلمانوں کی تضحیک کرتے ہیں یا اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات، صورت حال کی رہنمائی نہیں کرتیں۔ اس لئے جیسی بھی صورت حال ہو، ارتکاب جرم کو ایک نہ ایک طریقہ سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

☆ مرزا غلام احمد نے نہ صرف یہ کہ اپنی تحریروں میں رسول اکرم ﷺ کی عظمت وشان کو گھٹانے کی کوشش کی بلکہ بعض مواقع پر ان کا مذاق بھی اڑایا۔ حاشیہ گولڑویہ، ص ۱۶۵، مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۶۳، جلد ۱۷ میں مرزا صاحب نے لکھا کہ

☆ پیغمبر اسلام اشاعت دین کو مکمل نہیں کر سکے، میں نے اس کی تکمیل کی۔

ایک اور کتاب میں کہتا ہے:

☆ رسول اکرم ﷺ بعض نازل شدہ پیغامات کو نہیں سمجھ سکے اور ان سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئیں۔

(دیکھئے ''ازالۂ اوہام''، لاہور طبع ص ۳۴۶)......(مندرجہ ''روحانی خزائن'' ص ۴۷۲-۴۷۳، جلد ۳)

اس نے مزید دعویٰ کیا:

☆ رسول اکرم ﷺ تین ہزار معجزے رکھتے تھے۔

(تحفہ گولڑویہ، ص ۶۷، مندرجہ روحانی خزائن، ص ۱۵۳، جلد ۱۷)

☆ جب کہ میرے پاس دس لاکھ نشانیاں ہیں۔

(براہین احمدیہ، جلد ۵، ص ۵۷......روحانی خزائن، ص ۷۲، جلد ۲۱)

☆ نشان معجزہ، کرامت ایک چیز ہے۔

(براہین احمدیہ، جلد ۵، ص ۵۰، مندرجہ ''روحانی خزائن، ص ۶۳، جلد ۲۱)

مزید یہ کہ

☆ رسول اکرم ﷺ نصاریٰ کا تیار کردہ پنیر کھاتے تھے جس میں وہ سور کی چربی ملاتے تھے۔

(الفضل، قادیان، ۲۲ فروری ۱۹۲۴ء)

مرزا بشیر احمد نے اپنی تصنیف ''کلمۃ الفضل'' (صفحہ ۱۱۳) میں لکھا:

☆ مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ ﷺ کے تمام کمالات کو حاصل کرلیا اور اس قابل ہوگیا کہ ظلی نبی کہلائے، پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر بڑھایا کہ نبی کریم ﷺ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔

اس طرح اور بہت سی تحریریں موجود ہیں لیکن ہم اس ریکارڈ کو مزید گراں بار نہیں کرنا چاہتے۔

''ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وہ ہر نبی کو مانتا اور اس کا احترام کرتا ہے۔ اس لئے اگر نبی کی شان کے خلاف کچھ کہا جائے تو اس سے مسلمان کے

جذبات کو ٹھیس پہنچے گی، جس سے وہ قانون شکنی پر آمادہ ہوسکتا ہے۔ اس کا انحصار جذبات پر ہونے والے حملے کی سنگینی پر ہے۔ ہائی کورٹ کے فاضل جج نے مرزائیوں کی کتابوں سے بہت سے حوالے نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے دوسرے انبیائے کرام خصوصاً حضرت (عیسیٰ علیہ السلام) کی بھی بڑی توہین کی اور ان کی شان گھٹائی۔ حضرت عیسیٰ کی جگہ وہ خود لینا چاہتا تھا۔ ہم اس سارے مواد کو نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد ایک جگہ رقمطراز ہے:

☆ جو معجزات دوسرے نبیوں کو انفرادی طور پر دیئے گئے تھے، وہ سب رسول اکرم ﷺ کو عطا کئے گئے، پھر وہ سارے معجزے مجھے بخشے گئے کیونکہ میں ان کا بروز ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے نام آدم، ابراہیم، موسیٰ، نوح، داؤد، یوسف، یونس، سلیمان اور عیسیٰ مسیح ہیں۔

(ملفوظات، جلد سوم، ص ۲۷۰، شائع شدہ ربوہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے:

☆ حضرت مسیح کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین نانیاں اور دادیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔

(ضمیمہ انجام آتھم، حاشیہ ۷......(مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۹۱، جلد ۱۱)

☆ اس کے برعکس اللہ کی پاک کتاب (قرآن حکیم) حضرت عیسیٰ، ان کی

والدہ اور خاندان کی بڑائی بیان کرتی ہے۔ دیکھئے سورۂ آل عمران (۳) کی آیات ۳۳ تا ۳۷، ۴۵ تا ۴۷، سورۂ مریم (۱۹) کی آیات ۱۶ تا ۳۲) کیا کوئی مسلمان قرآن کے خلاف کچھ کہنے کی جسارت کرسکتا ہے اور جو ایسی حماقت کرے، کیا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ ایسی صورت میں مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکار کیسے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرسکتے ہیں؟ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا غلام احمد پر اس کی مذکورہ بالا تحریروں کی بنا پر توہین مذہب ایکٹ مجریہ 1679ء کے تحت عیسائیت کی توہین کے جرم میں کسی انگریزی عدالت میں ملزم قرار دے کر سزا دی جاسکتی تھی، مگر ایسا نہیں کیا گیا۔

☆ جہاں تک رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کا تعلق ہے، مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے:

> "ہر مسلمان کے لئے جس کا ایمان پختہ ہو، لازم ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین، اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔
>
> (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان)

کیا ایسی صورت میں کوئی، کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا قادیانی نے تخلیق کیا ہے سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟

☆ ہمیں اس پس منظر میں احمدیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر

احمدیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہئے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہئے جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہوسکتا تھا۔ اس لئے اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور رشدی تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں، حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہوچکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا (تفصیلات کے لئے منیر رپورٹ دیکھی جاسکتی ہے) ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائش دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے، جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے۔

جناب جسٹس عبدالقدیر چودھری

جناب جسٹس ولی محمد خان

جناب جسٹس محمد افضل لون

جناب جسٹس سلیم اختر

(S.C.M.R August1993)

پیر سیال اور غازی علم الدین شہید:

اس فیصلے کے بعد وہ انتہائی خوش وخرم رہنے لگے۔ 14 اکتوبر 1929ء کو صبح سویرے اس کو میانوالی ڈسٹرکٹ جیل میں منتقل کیا گیا۔ وہاں کافی نامی گرامی لوگ ملاقات اور زیارت کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ سجادہ نشین سیال شریف نے بھی ملاقات کی۔ پیر صاحب غازی کے جمال وجلال سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ کوئی خاص بات تو نہ کر سکے، البتہ سورۂ یوسف پڑھنے لگ گئے۔ پیر صاحب ایک اچھے قاری اور حافظ تھے لیکن سورۂ یوسف کے پڑھنے کا یارانہ پا سکے اور وفور جذبات سے بار بار رکنے لگے۔ اس پر غازی علم الدین نے حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا کہ آپ بسم اللہ شریف پڑھ کر ایک دفعہ پھر سے شروع کریں۔ پیر صاحب نے دوبارہ تلاوت کا آغاز کیا لیکن اس دفعہ بھی روانی نہیں تھی۔ اکثر گلوگیر ہو کر رک جاتے اور کسی اور عالم میں پہنچ جاتے۔ غازی علم الدین جو قرآن شریف نہیں پڑھے ہوئے تھے اور سورۂ یوسف پہلے ہرگز نہیں آتی تھی، پیر صاحب کو صحیح لقمے دیتے رہے اور سورۂ یوسف

پڑھنے مین پوری پوری مدد کی۔ پیر صاحب ملاقات کر کے باہر آئے تو وہ استعجاب سے بول نہیں سکتے تھے۔ صرف اتنا ہی فرمایا: میں علم الدین کے لبادے میں کوئی اور ہستی پاتا ہوں۔ کون کہتا ہے کہ غازی علم الدن پڑھ اور جاہل ہیں۔ انہیں علم لدنی حاصل ہے اور وہ کائنات کے اسرار ورموز سے واقف ہیں۔

وارڈن جیل نواب دین کا بیان ہے کہ غازی علم الدین کو 31 اکتوبر 1929ء کو تختۂ دار پر چڑھانا تھا اور 30/31 کی درمیانی شب کو میں ان کے کمرے کا نگران تھا۔ غازی نے وہ ساری رات سجدوں اور تلاوت میں گزار دی۔ صبح کے چار بجے میں نے دیکھا کہ کوٹری بدستور مقفل ہے۔ لیکن غازی اندر موجود نہیں ہیں۔ میں پریشان ہو گیا کہ انہیں اس کوٹھڑی سے کوئی نکال کر لے گیا ہے اور اب میں حکام جیل کو کیا جواب دوں گا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو اس امر سے مطلع کیا اور کہا کہ اگر کوئی سازش ہوئی ہے تو غازی کہیں دور نہیں جا سکتے کیونکہ ابھی ابھی وہ سر بسجود تھے۔ میں جونہی ایک چکر لگا کر آیا تو انہیں غائب پایا۔ اس پر سب نے اندر غور سے جھانکا لیکن کوٹھری خالی تھی۔ ہم انہیں ادھر ادھر باہر تلاش کر رہے تھے کہ یکایک ان کا کمرہ روشنی سے منور ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ وہ مصلے پر بیٹھے ہیں، ایک نورانی صورت بزرگ ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں۔ اب ہم نے جونہی اندر جھانکا تو بزرگ غائب تھے اور غازی علم الدین تسبیح پڑھ رہے تھے۔

جمعرات 26 جمادی الثانی 1348ھ (31 اکتوبر 1929ء) کو مجسٹریٹ

نے غازی صاحب سے آخری خواہش دریافت کی۔ انہوں نے کہا: صرف دو رکعت نماز شکر ادا کرنے کی اجازت دی جائے۔

انہوں نے دو رکعت نفل پڑھے اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے تختہ دار پر چڑھ گئے۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے گئے۔ سر پر ٹوپ چڑھا دیا گیا اور آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ مگر انہوں نے کہا: اے نادانو! تم یہ کیا کر رہے ہو۔ وہ دیکھو میری روح کے استقبال کے لئے تو سینکڑوں فرشتے آئے ہوئے ہیں۔ پروانہ شمع رسالت ﷺ کو تختہ دار پر کھینچ کر واصل باللہ کر دیا گیا۔

برائے سال وفاتش بگفت ہاتف غیب

شہید عشق محمد کبیر علم الدین

ترجمہ: تاریخ شہادت کے لئے غیب سے آواز آئی کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرنے والے شہیدوں میں علم الدین کا رتبہ بہت بڑا ہے۔

گورنر کی سازش اور ڈاکٹر اقبال کی ہمت:

ناعاقبت اندیش گورنر نے فنافی الرسول غازی کو ایک مردہ و بے بس قوم کا فرد سمجھ کر ان کی پاک میت کو قیدیوں کے قبرستان میں ایک حیوان کی طرح کسی گڑھے میں دبا دیا۔ جنازہ تو درکنار کفن تک نہیں دیا گیا۔ ان کی میت کو دبایا جا رہا تھا کہ پاس کھڑے ہوئے ایک نمبردار قیدی نے درود شریف اور کلمہ شہادت پڑھ کر اپنی چادر غازی علم الدین پر ڈال دی۔ جونہی یہ خبر لاہور میں پہنچی۔ پوری مسلمان قوم گھروں

سے باہر نکل آئی اور کاروبار بند کر دیا۔ فدائیان اسلام شہید کی میت حاصل کرنے کے لئے بے تاب تھے۔ 4 نومبر 1929ء کو مسلمانوں کا ایک وفد ڈی مونٹ مورنسی گورنر پنجاب سے ملا اور اپنا مطالبہ پیش کیا۔ گورنر نے سب سے پہلا اور اہم سوال یہ کیا، اگر نعش کے آنے پر لاہور میں ہندو مسلم فساد ہو گیا تو اس کا ذمہ دار کون ہو گا۔

ڈاکٹر اقبال نے جھٹ کہا: اگر کوئی ایسی بات ہو گئی تو آپ میری گردن اڑا دیجئے گا۔ گورنر نے چند شرائط کے ساتھ میت کو مسلمانوں کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔

سفر آخرت:

13 نومبر 1929ء کو مسلمانوں کا ایک وفد میانوالی پہنچا۔ دوسرے دن علی الصبح شہید کی نعش کو گڑھے سے نکال کر بصد احترام ڈپٹی کمشنر بنگلے پر لایا گیا۔ وہاں ایک صندوق میں بند کیا گیا۔ یہ صندوق سید مراتب علی شاہ گیلانی نے بنوایا تھا۔ اس کے اندر جست لگا ہوا تھا اور جست پر روئی کی دبیز تہہ تھی۔ سرہانے نرم و ملائم تکیے رکھے ہوئے تھے۔ جن لوگوں نے شہید کی میت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ان کا بیان ہے کہ دو ہفتے گزر جانے کے باوجود میت مبارک میں ذرا بھر تعفن نہیں تھا۔ جسم صحیح سالم تھا۔ چہرے پر جلال و جمال کا امتزاج تھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ گڑھے سے ایک مسحور کن خوشبو آ رہی تھی۔ بہر حال میت مبارک کو بذریعہ اسپیشل ٹرین 14 نومبر 1929ء کو 5 بج کر 35 منٹ پر لاہور چھاؤنی سے ذرا پرے نہر کے پل کے پاس اتارا گیا۔ محکمہ جیل نے وہ

صندوق جس میں حرمت رسول مقبول ﷺ کا شیدائی استراحت فرما تھا، مسلم لیگ کے نمائندوں سر محمد شفیع اور ڈاکٹر اقبال کے حوالے کر کے رسید لی۔

سید حبیب مدیر و مالک اخبار سیاست ایک جید عالم اور مسلمانوں کے مقبول رہنما تھے۔ مدیر کے آنے پر ڈاکٹر محمد اقبال نے پوچھا کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف کسے حاصل ہونا چاہئے؟ سید حبیب نے کہا کہ یہ شہید کے والد بزرگوار میاں محمد طالع مند کا حق ہے۔ میاں طالع مند نے کہا اگر یہ حق مجھے حاصل ہے تو میں اسے ڈاکٹر اقبال کو تفویض کرتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے سید حبیب کے مشورے سے سن رسیدہ اور عالم بے بدل مولانا سید دیدار علی شاہ الوری کا نام تجویز کیا لیکن وہ اس قت تک تشریف نہیں لا سکے تھے چنانچہ ان کے بجائے قاری محمد شمس الدین خطیب مسجد وزیر خان نے پہلی نماز جنازہ پڑھائی۔ دوسری نماز جنازہ سید محمد دیدار علی شاہ نے تیسری سید احمد شاہ اور باقی نمازیں مختلف علمائے کرام نے پڑھا کر فرض کفایہ ادا کیا۔ غازی علم الدین شہید کے جنازے میں تقریباً چھ لاکھ مسلمان شریک تھے اور جنازے کا جلوس تقریباً ساڑھے پانچ میل لمبا تھا۔

مولانا سید دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمہ اور ڈاکٹر محمد اقبال نے میت کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا لوگوں نے فرط عقیدت سے قبر کے اندر اتنے پھول پھینکے کہ میت ان میں چھپ گئی۔ اس کے بعد اینٹوں سے تعویز کو بند کیا گیا اور کلمہ شہادت و کلمہ تمجید پڑھ کر قبر پر مٹی ڈالی گئی۔

غازی عبد القیوم علیہ الرحمہ

اللہ کے رسول ﷺ کی محبت عین ایمان ہے مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی شان اقدس میں ادنی سی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ آج تک جس شخص نے بھی ادنی گستاخی کی، اسے انہوں نے معاف نہیں کیا اور اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچا کر ہی چھوڑا ہے۔ لاہور کے ایک ہندو راجپال نے ایک گستاخانہ کتاب ''رنگیلا رسول'' لکھی تو اس وقت لاہور ہی کے ایک غیرت مند نوجوان غازی علم الدین آگے بڑھے اور اس ہندو کو اس کی گستاخی کا مزہ چکھا دیا۔ راجپال کو قتل کرنے کے جرم میں اس عاشق رسول ﷺ کو عدالت عالیہ سے سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی عزت و حرمت پر جان دے کر ابدی زندگی حاصل کر لی۔

غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ کی محبت اور زبانوں پر اس مرد مجاہد کے تذکرے ہیں لیکن غازی عبد القیوم کا کارنامہ عوام و خواص کی نظروں سے اوجھل ہے، ان کے نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ آیئے اب ہم ''غازی عبد القیوم شہید علیہ الرحمہ'' کا تذکرہ کرتے ہیں۔

آپ کا نام غازی عبد القیوم خان آپ کے والد محترم کا نام عبد اللہ خان قوم

پٹھان آپ ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔

ابتدائی زندگی و تعلیم:

غازی عبدالقیوم خان کو بچپن ہی سے مذہبی تعلیم کا شوق تھا۔ چھٹی جماعت پاس کر کے گاؤں کے علمائے کرام سے پڑھنا شروع کر دیا۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے۔ سکول چھوڑ کر قرآن مجید کی تعلیم کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے، صوم وصلوٰۃ کی آخری وقت تک پوری پابندی کرتے رہے۔

1932ء میں ان کے والد عبداللہ خان صاحب انتقال کر گئے۔ ان کی چھ بہنیں تھیں جو کہ اچھے گھرانوں میں بیاہی گئیں، ایک بھائی جوان سے بڑے ہیں، ان کا نام ہمایوں خان ہے جو محکمہ امداد باہمی میں بحیثیت ہیڈ کلرک، سپرنٹنڈنٹ ملازمت کر کے ریٹائر ہو چکے ہیں۔

جب ان کی عمر 22-21 سال کی ہوئی تو 1934ء میں ان کی شادی کرا دی گئی۔ شادی کے چند ماہ بعد ان کو کراچی جانے کا شوق پیدا ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے حقیقی چچا رحمت اللہ خان وہاں پہلے سے مقیم تھے اور وکٹوریہ گاڑیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ چنانچہ یہ کراچی چلے گئے اور اپنے چچا کے ہاں ٹھہرے، وہاں بھی ان کا زیادہ تر وقت صدر کی مسجد میں تلاوت قرآن، ذکر اللہ اور نوافل وغیرہ عبادات میں گزرتا تھا۔ اسی دوران انہوں نے مسجد میں چسپاں ایک اشتہار پڑھا، واقعات پڑھ سن کر ان کو جوش آ گیا، دوسرے ہی دن بازار سے ایک چاقو خریدا اور نتھو رام ہندو کی آئندہ پیشی کا

انتظار کرنے لگے۔

گستاخ رسول نتھو رام کا حشر:

''روزگار فقیر'' کے مؤلف فقیر سید وحید الدین صاحب اس واقع کی پوری تفصیل ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

یہ 1933ء کے اوائل کا ذکر ہے، جب سندھ صوبہ بمبئی میں شامل تھا، ان دنوں آریہ سماج حیدرآباد (سندھ) کے سیکرٹری نتھو رام نے ''ہسٹری آف اسلام'' کے نام کی ایک کتاب شائع کی جس میں آقائے دو جہان، سرکار دو عالم ﷺ کی شان اقدس میں سخت دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا گیا، مسلمانوں میں اس کتاب کی اشاعت کے سبب بڑا اضطراب پیدا ہوا، جس سے متاثر ہو کر انگریزی حکومت نے کتاب کو ضبط کیا اور نتھو رام پر عدالت میں مقدمہ چلایا گیا، جہاں اس پر معمولی سا جرمانہ ہوا اور ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔ عدل وانصاف کی اس نرمی نے نتھو رام کا حوصلہ بڑھا دیا اور اس نے وی ایم فیرس جوڈیشل کمشنر کے یہاں ماتحت عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی۔ کمشنر کی عدالت نے اس گندہ دہن، شاتم رسول کی ضمانت منظور کر لی۔ اس سے مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ بہت مضطرب اور فکر مند تھے کہ توہین رسول ﷺ کے اس فتنے کا سد باب آخر کس طرح کیا جائے۔ ہزارے کا رہنے والا عبدالقیوم نام کا ایک نوجوان تھا جو کراچی میں وکٹوریہ گاڑی چلاتا تھا۔ جو مارکیٹ کی کسی مسجد میں اس نے اس واقعہ کی تفصیل سنی اور یہ معلوم کر کے کہ ایک ہندو نے

حضور سرور کائنات ﷺ کی توہین کی ہے، اس کے غم واضطراب اور اندوہ وملال کی کوئی حد نہ رہی۔ ستمبر 1934ء کا واقعہ ہے کہ مقدمہ اہانت رسول ﷺ کے ملزم نھو رام کی اپیل کراچی کی عدالت میں سنی جارہی تھی، عدالت دوانگریز ججوں کے بینچ پر مشتمل تھی۔ عدالت کا کمرہ وکیلوں اور شہریوں سے بھرا ہوتا تھا۔ غازی عبدالقیوم نہایت اطمینان کے ساتھ دوسرے تماشائیوں کے ساتھ وکلاء کی قطار کے پیچھے نھو رام کی برابر والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ عین مقدمے کی سماعت کے دوران وہ اپنا تیز دھار چاقو لے کر نھو رام پر ٹوٹ پڑا اور اس کی گردن پر دو بھرپور وار کیے۔ نھو رام چاقو کے زخم کھا کر زور سے چیخا اور زمین پر لڑکھڑا کر گر پڑا۔ غازی عبدالقیوم نے پولیس کی گرفت سے بچنے اور فرار ہونے کی ذرہ برابر کوشش نہیں کی۔ اس نے نہایت ہنسی خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ انگریز جج نے ڈائس سے اتر کر اس سے پوچھا:

تم نے اس شخص کو کیوں قتل کیا؟

غازی عبدالقیوم نے عدالت میں آویزاں جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ تصویر تمہارے بادشاہ کی ہے۔ کیا تم اپنے بادشاہ کی توہین کرنے والے کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دو گے؟ اس ہندو نے میرے آقا اور شہنشاہ کی شان میں گستاخی کی ہے جسے میری غیرت برداشت نہیں کر سکی۔

غازی عبدالقیوم پر مقدمہ چلا۔ اس نے اقبال جرم کیا۔ آخر کار سیشن جج نے

اسے سزائے موت کا حکم سنایا۔ غازی عبدالقیوم نے فیصلہ سن کر کہا:

''جج صاحب! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے موت کی سزا دی۔ یہ ایک جان کس گنتی میں ہے، اگر میرے پاس ایک لاکھ جانیں بھی ہوتیں، تو ناموس رسول ﷺ پر نچھاور کر دیتا''۔

اس فیصلے کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی۔ دیندار مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ غازی عبدالقیوم کا قانونی دفاع کرنے کے لئے سامنے آ گیا۔ سید محمد اسلم بار ایٹ لا کو عبدالقیوم کی پیروی کی سعادت حاصل ہوئی، لیکن اس مرد مجاہد (عبد القیوم) نے پہلی ہی ملاقات میں اپنے قانونی مشیر پر واضح کر دیا کہ میں نے ماتحت عدالت میں جو اقبالی بیان دیا ہے، اس کے خلاف کچھ کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہیں کروں گا۔ سید محمد اسلم نے مقدمے کی تیاری جاری رکھی اور شہادتوں کے سلسلے میں ڈاکٹر اقبال وغیرہ کو بطور گواہ طلب کرانے کی درخواست کی تاکہ وہ اسلامی نقطۂ نظر واضح کر سکیں، لیکن عدالت نے یہ درخواست مسترد کر دی۔ مقدمہ صفائی کی ساری بنیاد اس نکتے پر رکھی گئی تھی کہ

یہ ایک مسلمان کا ایمان وعقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ناموس رسول ﷺ پر حملہ کرے، تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے۔

اپیل کی ساعت جسٹس دادیبامہتہ (Dadiba Mehta) اور 9 ارکان جیوری کے سامنے شروع ہوئی۔ جیوری چھ انگریزوں، دو پارسیوں اور ایک گوانی

عیسائی ممبر پر مشتمل تھی۔عدالت کے باہر کم وبیش 25 ہزار مسلمانوں کا ایک بڑا ہجوم فیصلے کا منتظر تھا۔ایڈووکیٹ جنرل کے دلائل کے بعد غازی عبدالقیوم کے پیروکار سید محمد اسلم نے صفائی کا مؤقف پیش کیا۔انہوں نے مقدمے کے بنیادی نکات اور اقدام قتل کے محرکات پر تین گھنٹے تک مدلل بحث کی۔ان کی تقریر کے بعض حصے اس قدر اہم تھے کہ انہیں قانون وانصاف کی تاریخ میں ہمیشہ زریں حروف میں لکھا جائے گا۔

انہوں نے اشتعال کے قانونی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے یہ نکتہ پیش کیا:

سوال یہ نہیں ہے کہ عبدالقیوم کا اقدام ملک کے قانون کے خلاف ہے۔

سوال یہ ہے کہ عبدالقیوم نے یہ اقدام انتہائی اشتعال کے عالم میں کیا ہے، تو کیوں نہ اسے وہ کم سے کم سزا دی جائے جس کی اجازت دفعہ 302 کے تحت نے دے رکھی ہے۔اگر موجودہ قانون زمین کے چھوٹے سے ٹکڑے یا کسی عورت کے معاملے میں قاتل کو اشتعال کی رعایت دیتا ہے تو رعایت کا یہ اصول عبدالقیوم کے مقدمے میں کیوں قابل قبول نہیں ہے جب کہ ایک مسلمان کے لئے ناموس رسول ﷺ پر حملے سے زیادہ اور کوئی اشتعال انگیزی نہیں ہوسکتی۔

وکیل صفائی کی تقریر کے دوران میں جج نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ کے اس اظہار خیال سے فرقہ وارانہ کشیدگی میں اضافہ نہیں ہوگا؟ سید محمد اسلم

نے اس موقع پر جواب دیا:

جناب والا! مسلمان، حکومت اور ہندو اکثریت کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے ہیں کہ ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی محبت کیا حیثیت رکھتی ہے اور اس بارے میں مسلمانوں کے جذبات کیا ہیں، مگر ان دونوں نے ذرا توجہ نہیں دی۔اب مجھے عدالت میں یہ واضح کرنے کا موقع مل رہا ہے کہ جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے، وہ ناموس رسالت ﷺ کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور قوت کو ختم کر کے رہے گا۔اس معاملے میں مسلمان کو تعزیرات ہند کی پرواہے، نہ پھانسی کے پھندے کی۔

غازی عبدالقیوم کے پیروکار سید محمد اسلم نے اقدام قتل کے لئے اشتعال کے مفہوم کی اہمیت پر جو قانونی نکتہ پیش کیا تھا، اگر وہ تسلیم کرلیا جاتا، تو ناموس رسالت ﷺ پر حملہ کرنے کی مذموم تحریک ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی اور آئندہ کوئی اس جسارت کا تصور بھی نہ کرسکتا۔لیکن عدالت عالیہ نے یہ اپیل خارج کردی۔غازی عبدالقیوم کے لئے سزائے موت بحال رہی۔پرجوش اور مضطرب مسلمانوں کے لئے یہ وقت بڑی آزمائش کا تھا۔بالآخر فروری 1936ء میں کراچی کے مسلمانوں نے ایک وفد ڈاکٹر اقبال کے پاس لاہور بھیجنے کا فیصلہ کیا۔وہ وفد لاہور پہنچا اور میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوکر اس مقدمے کی روداد تفصیل کے ساتھ سنائی۔اس کے بعد عرض کیا کہ آپ وائسرائے سے ملاقات کریں۔اپنے اثرو

رسوخ کو کام میں لائیں اور انہیں اس پر آمادہ کریں کہ غازی عبدالقیوم کی سزائے موت عمر قید میں بدل دی جائے۔ وفد نے اصرار کے ساتھ کہا کہ آپ نے سعی و توجہ کی تو پوری توقع ہے کہ غازی عبدالقیوم کی جانب سے رحم کی اپیل حکومت ہند ضرور منظور کر لے گی۔

رحم کی اپیل پر ڈاکٹر اقبال کا جواب:

ڈاکٹر اقبال وفد کی یہ گفتگو سن کر دس بارہ منٹ تک بالکل خاموش رہے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ وفد کے ارکان منتظر تھے توقع یہی تھی کہ جواب اثبات میں ملے گا کہ ایک عاشق رسول ﷺ کا معاملہ ہے۔ اس سکوت کو پھر ڈاکٹر اقبال ہی کی آواز نے توڑا۔ انہوں نے کہا: کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے؟ ارکان وفد نے کہا: نہیں اس نے تو ہر عدالت میں اپنے اقدام کا اقبال اور اعتراف کیا ہے۔ اس نے نہ تو بیان تبدیل کیا اور نہ لاگ لپیٹ اور ایچ پیچ کی کوئی بات کہی۔ وہ تو کھلے خزانے کہتا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے۔ مجھے پھانسی کے پھندے سے بچانے کی کوشش مت کرو۔

وفد کی اس گفتگو کو سن کر اقبال کا چہرہ تمتما گیا۔ انہوں نے برہمی کے لہجے میں کہا؛ جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر و ثواب کی راہ میں کیسے حائل ہو سکتا ہوں؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لئے وائسرائے کی خوشامد کروں، جو زندہ رہا تو غازی ہے اور مر گیا تو شہید ہے۔

ڈاکٹر اقبال کے لہجے میں اس قدر تیزی تھی کہ وفد کے ارکان اس سلسلے میں پھر کچھ اور کہنے کی جرأت نہ کر سکتے۔ وفد کراچی واپس ہو گیا۔

غازی عبدالقیوم کو جس دن پھانسی دی گئی۔ کراچی کی تاریخ میں وہ دن مسلمانوں کے جوش و اضطراب کا یادگار دن تھا۔ دلوں میں یہ جذبہ موجزن تھا کہ کاش، یہ شہادت ہمیں میسر آتی۔

لاہور میں غازی علم الدین اور کراچی میں غازی عبدالقیوم کے ان واقعات کا اقبال نے بہت زیادہ اثر قبول کیا تھا اور اپنے اس قلبی تاثر کو تین شعروں میں بیان کر دیا۔ یہ اشعار ''لاہور اور کراچی'' کے عنوان سے ''ضرب کلیم'' میں شائع ہو چکے ہیں مگر غازی عبدالقیوم کے لئے رحم کی درخواست کے اس واقعہ کی روشنی میں ان اشعار کا مفہوم کچھ اور زیادہ ابھرتا ہے۔

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور — موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ — قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ! اے مرد مسلماں تجھے کیا یاد نہیں — حرف لاتدع مع اللہ الٰہا اٰخر

لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں نے وقت جنازہ جلوس نکالے۔ لاکھوں نے ان کے نماز جنازہ میں شرکت کی، ناموس رسول ﷺ پر اپنی جان نچھاور کرنے والے اس شہید کو بڑی عزت و تکریم کے ساتھ میوہ شاہ کے علاقہ قبرستان میں ایک خاص چار دیواری کے اندر دفن کیا گیا۔

غازی مرید حسین شہید علیہ الرحمہ

آپ کا اسم گرامی مرید حسین، ایم ایچ اور اسیر تخلص کرتے تھے۔ 1915ء میں بھلہ شریف تحصیل چکوال کے معزز کھوٹ قریش گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام نامی عبد اللہ خان اور والدہ ماجدہ کا اسم مبارک غلام عائشہ تھا۔ چوہدری عبد اللہ بھلہ کے نمبردار اور باوقار بزرگ تھے۔ بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے اکلوتے فرزند سے نوازا تھا۔ اس لئے اپنی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور کی بڑی محبت اور شفقت سے پرورش کی۔ مرید حسین ابھی پانچ برس کے تھے کہ والد بزرگوار کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ والدہ بڑی جہاندیدہ اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ اس لئے اپنے مرحوم سرتاج کی یادگار اکلوتے اور لاڈلے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی۔

قرآن حکیم اور دوسری دینی کتب کی تدریس کے لئے سید محمد شاہ صاحب خطیب و امام مسجد جامع بھلہ شریف کی خدمات حاصل کی گئیں۔ عام تعلیم کے لئے آپ کو قریبی قصبہ کریالہ کے اینگلو سنسکرت مڈل سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ آپ شروع سے ہی ذہین اور محنتی تھے۔ مڈل اچھے نمبروں پر پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول چکوال میں زیر تعلیم رہے۔ 31-1930ء میں میٹرک میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ گو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور وسائل رکھتے تھے لیکن گھر کی ذمہ داری اور گاؤں کی نمبرداری کے بوجھ سے مجبور ہو کر سلسلہ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔

خاندانی شرافت، دینی تعلیم اور نیک سیرت والدہ کی تربیت نے آپ کو

اسلام کا سچا شیدائی بنا دیا۔ مذہب سے گہرے لگاؤ کا ہی اثر تھا کہ کسی انسان کو دکھی دیکھتے تو بے قرار ہو جاتے۔ ہندوؤں کی ستم ظریفی اور مسلمانوں کی زبوں حالی نے آپ کو خدمت خلق کے کاموں کی طرف مائل کر دیا۔ زندگی کی بے ثباتی اور خدمت خلق کی اہمیت کا اظہار ایک شعر میں یوں کرتے ہیں۔

زندگی اس دار فانی کی مگر کچھ بھی نہیں
خدمت خلق خدا نہ کی اگر کچھ بھی نہیں!

تعلیم سے فارغ ہونے اور نمبرداری کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد خاموشی سے عوامی فلاح و بہبود اور خدمت خلق خدا میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ غلامی کا دور تھا۔ نمبرداروں سے حکومت برطانیہ کے کارندے جو سلوک روا رکھتے اور توقعات وابستہ کرتے تھے، مرید حسین جیسا غیور مرد مومن اسے کب برداشت کر سکتا تھا۔ ویسے بھی آپ کی نیک طبیعت دنیاوی نمود و نمائش سے نفور تھی۔ جلد ہی نمبرداری سسٹم کی خرابیوں سے باخبر ہو گئے اور اس جنجال اور غلامی کے جوئے سے گلوخلاصی کرا لی۔ یکسو ہو کر اصلاح قوم اور فلاح ملت اسلامیہ میں مصروف ہو گئے۔ آپ کے ماموں ماسٹر غلام سرور صاحب اور چچازاد بھائی چودھری خیر مہدی صاحب کا بیان ہے کہ غازی صاحب صوم و صلوٰۃ کے سختی سے پابند اور ہمیشہ باوضو رہنے کے عادی تھے۔ نماز باجماعت کی پابندی کی یہ حالت تھی کہ اللہ اکبر کی آواز کان میں پڑتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور خانہ خدا میں پہنچ جاتے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ کھانا کھا رہے

ہیں اور اذان کی آواز سن کر کھانا وہیں چھوڑ دیا اور مسجد پہنچ گئے۔

بھلہ سے چکوال صرف پانچ میل دور ہے، آپ اکثر چکوال جاتے رہتے۔ وہیں علامہ عنایت اللہ خان المشرقی کی مشہور خاکسار تحریک کی عسکریت سے متاثر ہوئے اور خاکسار بن گئے لیکن آپ کی عشق رسالت ﷺ میں ڈوبی ہوئی روح کو کما حقہ سکون میسر نہ آیا۔ روحانیت کی پیاس آپ کو حضرت پیر خواجہ عبدالعزیز صاحب چشتی چاچڑ شریف ضلع سرگودھا کے پاس لے گئی۔ خواجہ چاچڑوی (پیر صاحب سیال شریف کے مرید) کے دست حق پرست پر بیعت کر کے ان کے حلقۂ مریداں میں شامل ہو گئے۔

غازی صاحب کے ہاں مولانا ظفر علی خان کے اخبار ''زمیندار'' کا مطالعہ معمول تھا۔ آپ آریہ سماج اور دوسری ہندو تحریکوں، پارٹیوں اور انجمنوں کی اسلام دشمنی کی خبریں اکثر پڑھتے اور دل ہی دل میں کڑھتے رہتے۔ ادھر بھلہ اور کریالہ کے متمول ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی غیرت مند طبیعت، متعصب اور دریدہ دہن ہندو بنیوں سے سخت متنفر ہو گئی۔ یہ نفرت یہاں تک بڑھی کہ آپ نے راج پال لاہوری اور نتھو رام سندھی کی شان رسالت ﷺ میں گستاخیوں کے بعد ہندوؤں سے ہر قسم کا تعلق منقطع کر لیا۔ حتی کہ ان کی بسوں میں سفر کرنا بھی چھوڑ دیا۔ اور جہاں بھی جانا ہوتا، پیدل جاتے۔ اسی طرح اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر مسلمانوں کی اپنی دکانیں کھلوادیں اور مقامی مسلمانوں کی ایک

انجمن بنا کر ہندوؤں کا معاشرتی بائیکاٹ کر دیا۔ اس پر ہندوؤں نے جن میں بھائی پرمانند (کریالہ) جیسے بڑے بڑے سیاسی لیڈر بھی شامل تھے، سرکاری دباؤ ڈلوا کر غازی صاحب کو رام کرنے کی کوششیں کیں۔ لیکن غازی صاحب نے نہ ڈرنا تھا نہ ڈرے۔ تحریک کو جاری رکھا اور اس طرح قیام پاکستان سے بہت پہلے بھلہ کریالہ میں پاکستان بنا دیا۔

1935 میں بیس 20 سالہ مرید کی شادی محترمہ امیر بانو (متوفی 1943ء) ہمشیرہ چودھری خیر مہدی نمبر دار بھلہ سے انجام پائی۔ شادی کے چند روز بعد آپ کو خواب میں جناب سرور کونین ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ جس کا ذکر آپ نے بعد میں اپنے پنجابی کلام میں بھی کیا۔ اس دیدار نے پاک، دل و پاکباز مرید حسین کی زندگی میں عظیم انقلاب برپا کر دیا۔ آپ حضور پاک ﷺ کے فراق میں ہر گھڑی بے چین و بیقرار رہنے لگے۔ مولانا جلال الدین رومی کے الفاظ میں آپ کی یہ کیفیت تھی کہ

من فارغم از ہر دو جہاں مرا عشق تو بس است

یا یوں سمجھئے کہ حضرت بابا شاہ مراد خانپوری (وفات 1702) کی زبان فیض ترجمان میں

عجب توئی کہ ترا حسن بے نظیر آمد

عجب منم کہ مرا عشق در خمیر آمد

کاراگ الاپتے اور کبھی یوں کہتے

جان من از عشق تو!

من در جہاں دیوانہ ام

ادھر آپ کی حالت یہ تھی کہ بقول ولی دکنی

اے نور جان و دیدہ تیرے انتظار میں

مدت ہوئی پلک سوں پلک آشنا نہیں!

ادھر قدرت خداوندی نے آپ کے عشق کی آزمائش کا سامان پیدا کر دیا۔ 1936ء کی بات ہے کہ ایک روز چکوال میں آپ نے روزنامہ "زمیندار" میں پلول کا گدھا کے عنوان سے ایک المناک خبر پڑھی۔ سچے عاشق رسول ﷺ تھے، تن بدن میں آگ لگ گئی اور کیوں نہ لگتی۔ کوئی بھی مسلمان ایسی گستاخی کو کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ خبر میں بتایا گیا تھا کہ شفاخانہ حیوانات پلول ضلع گوڑ گانواں کے انچارج ڈاکٹر رام گوپال لعین نے انسانیت کے محسن اعظم ﷺ کی شان میں شرمناک دریدہ دہنی و گستاخی کرتے ہوئے اپنے شفاخانے کے ایک گدھے کا نام سرور کونین ﷺ کے نام نامی اسم گرامی پر رکھنے کی جسارت کر رکھی ہے۔

ہندوستان بھر میں جس کلمہ گو نے یہ خبر پڑھی یا سنی، اس کا خون کھول اٹھا۔

مسلمانوں کے وہ زخم جو سوامی شردھانند، راج پال لاہوری اور نتھو رام سندھی نے پیغمبر اسلام ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کر کے 1926,1929,1933ء میں لگائے تھے، ہرے ہو گئے۔ اخبارات میں احتجاجی بیانات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لیکن سرکار برطانیہ پر صرف اتنا اثر ہوا کہ اس گستاخ زمانہ ڈاکٹر کو پلول سے ہندوؤں کے قصبہ نارنوند ضلع حصار تبدیل کر دیا۔ مسلمانوں کے دل فگار اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ وہ اپنا رنج والم کس سے بیان کرتے۔ ہندو اور فرنگی سامراج نے مسلم آزاری اپنا وطیرہ بنا رکھا تھا۔ رہ رہ کر ان کو غازی عبد الرشید، غازی علم الدین لاہوری اور کراچی کے غازی عبد القیوم کی یاد آنے لگی۔ مسلمانوں کی دلآزاری کی مذکورہ خبر پڑھ کر عاشق رسول ﷺ مرید حسین کی حالت کیا تھی، اس کے کماحقہٗ بیان سے زبان قلم قاصر ہے۔ اتنا جانتے ہیں کہ آپ پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں کیا کیا راز و نیاز کی باتیں ہوئیں، پیر چاچڑ، مرید بھلہ اور منشی تقدیر کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ صاحبزادہ محمد یعقوب صاحب (موجودہ گدی نشین چاچڑ شریف) نے راقم الحروف کو بتایا ہے کہ مرید حسین حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کو مل کر باہر نکلے تو آنسو پونچھ رہے تھے۔ ہم نے ان سے بہتیرا پوچھا لیکن انہوں نے کچھ نہ بتایا اور چاچڑ تشریف لے گئے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، رام گوپال مسلمانوں کے شدید احتجاج کی وجہ سے پلول سے نارنوند تبدیل کیا جا چکا تھا۔ آپ اپنے مرشد سے ملتے اور پھرتے

پھراتے غریب الوطنی اور بے سروسامانی کے عالم میں سفر کی مشکلات کا مقابلہ کرتے منزل پر پہنچ گئے۔ ڈاکٹر رام گوپال ہٹا کٹا اور قد آور تھا۔ آپ دبلے پتلے اور نحیف و نزار لیکن عشق رسالت ﷺ اور جذبہ ایمانی سے انتہائی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رام گوپال کو للکارا۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کی، ہسپتال عملہ اور اس کی بیوی بچے بھی اسے بچانے کے لئے لپکے لیکن آپ نے جان ہتھیلی پر رکھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا او موذی اٹھ! اج محمد دا پروانہ آ گیا ای۔ یہ کہتے ہوئے چھوٹے سے خنجر کے ایک ہی وار سے محبوب خدا کے دشمن ناپاک کو واصل جہنم کر دیا۔ یہ 8 اگست 1936ء کا واقعہ ہے، اس دن آپ مسلمانوں کی نظر میں مرید حسین سے غازی مرید حسین بن گئے۔

رام گوپال کو جہنم رسید کرنے کے بعد آپ نے اپنے آپ کو خود ہی گرفتاری کے لئے پیش کر دیا البتہ اس کے لئے ایک شرط رکھی اور وہ یہ تھی کہ کوئی کافر ان کے قریب نہ آئے چنانچہ نارنوند میں متعین ایس ایچ او چودھری احمد شاہ کھوٹ (والد بزرگوار چودھری محمد افضل کھوٹ) سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج چکوال و حال سی ایس پی آفیسر و چیف کمشنر رائے شماری حکومت پاکستان نے آپ کو ہتھکڑی پہنائی اور ڈسٹرکٹ جیل حصار بھیج دیئے گئے۔ اخبارات میں پورے ہندوستان کے ہندو پریس نے اس واقعہ کو خوب اچھالا جبکہ پلول کے واقعہ پر اسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

سرکاری مشینری جو مسلمانان ہند کے معاملے میں انتہائی بے حس و حرکت ثابت ہوئی تھی تیزی سے حرکت میں آ گئی۔ حصار میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا۔ جلال

الدین قریشی بیرسٹرایٹ لاء اور دوسرے متعدد مسلمان وکلاء نے غازی صاحب کی طرف سے مقدمے کی بلا فیس وکالت کی۔ قانونی موشگافیوں سے فائدہ اٹھا کر آپ با آسانی بچ سکتے تھے لیکن آپ رسول پاک ﷺ کے سچے عاشق تھے۔ جھوٹ بول کر جان بچانا شیوۂ مردانگی کے خلاف اور عشق رسالت ﷺ کی توہین سمجھتے تھے۔ اس لئے ہر موقع پر رام گوپال کے قتل کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا۔ نتیجۃً آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔

چودھری خیر مہدی صاحب اور دوسرے عزیزوں نے ہائی کورٹ لاہور میں اپیل دائر کی لیکن آپ کے اعتراف قتل کی وجہ سے سیشن کورٹ کا فیصلہ بحال رہا۔

شہادت کا دن مقرر ہونے پر آپ کو اپنے آبائی ضلع جہلم کی جیل میں لایا گیا۔ یہاں ایک غیر مسلم قیدی آپ سے اس قدر متاثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔ غازی صاحب نے اس نو مسلم کا نام غلام رسول رکھا۔ غلام رسول کو بھی سزائے موت کا حکم ہو چکا تھا۔ اس لئے اس نے وصیت کی کہ اس کی میت جہلم کے مشہور احراری جناب عبد اللطیف کے سپرد کی جائے اور وہ اسلامی طریقہ سے اسے جنازہ پڑھ کر جہلم کے قبرستان میں دفنا دیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

شمع محمدی کے پروانے غازی مرید حسین کا یوم شہادت بھی قریب آ گیا۔ آپ جام شہادت نوش کر کے سردار دو جہاں اور فخر کون و مکان کے حضور حاضری دینے کے لئے بے تاب تھے۔ آخر خدا خدا کر کے 18 رجب المرجب مطابق 24

ستمبر 1937ء جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ صبح کے نو بج رہے تھے کہ عبداللہ کا نور نظر اور غلام عائشہ کا لخت جگر مسکراتا ہوا تختہ دار پر نمودار ہو کر ناموس رسالت مآب ﷺ پر قربان ہو گیا۔ شہادت کے قریب آپ کی آخری آرزو کیا تھی؟ آپ ہی کے ایک شعر میں ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

یا الٰہی اس اسیر خستہ جان کو دار پر
خواہش دیدار احمد ﷺ کے دیگر کچھ بھی نہیں

شہادت کے بعد تختہ دار پر چڑھانے والوں نے آپ کے لواحقین کو بتایا کہ غازی صاحب شہادت کے وقت بڑے مطمئن اور مسرور نظر آتے تھے۔ کلمہ شہادت اور درود شریف کا ورد کر رہے تھے کہ آپ کو چپ ہونے کے لئے کہا گیا لیکن آپ نے فرمایا:

''میں اپنا کام کر رہا ہوں آپ اپنا کام کریں''۔

چنانچہ غازی درود و سلام پڑھتے ہوئے دیکھتے ہی دیکھتے جام شہادت نوش کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

الحاج چودھری حاجی خان صاحب نمبر دار ساکن کھوتھیاں (سلطان آباد) تحصیل چکوال جو اس زمانے میں جہلم کچہری کے عرائض نویس تھے، کا بیان ہے کہ جہلم شہر میں مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ شہر کے علاوہ دور دراز کے دیہات و قصبات سے بھی مسلمان جوق در جوق آئے اور آپ کے جنازے میں

شرکت کی۔

جہلم سے بھلہ کریالہ تقریباً پچھتر میل ہے۔ اس طویل راستے پر سڑک کے کنارے متعدد مقامات پر فرزندان توحید اور جان نثاران رسالت پروانے عاشق خیر الوریٰ پر عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ جہلم کے علاوہ دینہ، سوہاوہ کھوتھیاں اور بھلہ شریف میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ بھلہ میں جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد شمار سے باہر تھی۔ آخر کار بعد نماز جمعہ تقریباً چار بجے آپ کو بھلہ شریف کے نزدیک ''غازی محل'' میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ حضور ﷺ کے شیدائی نے آپ پر قربان ہو کر عشق کا حق ادا کر دیا۔ اور زندہ جاوید ہو گئے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

غازی محل بھلہ شریف میں ہر سال 18 رجب المرجب کو آپ کا یوم شہادت بڑی عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ ہم جناب محمد سفیر قادری صاحب کے نہایت مشکور ہیں جنہوں نے غازی مرید حسین علیہ الرحمہ سے متعلق اہم معلومات بھیجیں۔ (سجاد حیدر قادری)

غازی میاں محمد شہید علیہ الرحمہ

ضلع چکوال کی سرزمین اس لحاظ سے بڑی خوش قسمت ہے کہ اس صدی کے ربع اول میں اس نے دو عظیم جان نثاران رسول ﷺ پیدا کئے۔ پہلا عاشق رسول ﷺ غازی مرید حسین شہید ہے، جس نے 8 اگست 1936ء کو ایک کمینہ خصلت گستاخ رسول ﷺ رام گوپال کو اس کے انجام تک پہنچایا، اور دوسرا فدائی مصطفیٰ ﷺ غازی میاں محمد شہید ہے، جس نے چرن داس نامی ایک مردود ڈوگرے سپاہی کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ حرمت رسول ﷺ پر قربان ہونے والے ان دونوں خوش قسمتوں کو شہادت کا عظیم رتبہ حاصل ہوا۔ آج اس مبارک صحبت میں ثانی الذکر (غازی میاں شہید علیہ الرحمہ) کا ذکر جمیل مقصود ہے۔

میاں محمد 1915ء میں قصبہ تلہ گنگ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام نامی صوبیدار غلام محمد تھا، جو اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم چھڑی تو صوبیدار غلام محمد کو اپنی پلٹن کے ساتھ ملک سے باہر جانا پڑا۔ اسی دوران میاں محمد پیدا ہوئے۔ اس وقت ان کے والد عراق میں تھے۔ بیٹے کی ولادت کی خبر سنی تو جی چاہا کہ فوراً اڑ کر تلہ گنگ پہنچیں اور نومولود کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں، کیونکہ یہ بچہ شادی کے سات سال بعد بڑی دعاؤں کے بعد پیدا ہوا تھا۔ لیکن اللہ کا کرنا صوبیدار غلام محمد 1919ء تک جنگ کے اختتام تک وطن واپس نہ آسکے۔ اس عرصہ میں وہ اپنی پلٹن کے ساتھ عراق، شام، فلسطین اور استنبول وغیرہ میں فوجی

خدمات سرانجام دیتے رہے۔

میاں محمد پانچ سال کے تھے کہ ان کے والد ماجد گھر لوٹے اور پہلی بار اپنے جگر گوشہ کو دیکھا۔ بار بار گود میں اٹھاتے اور پیار کرتے۔ پھر چند روز بعد انہیں پرائمری سکول میں داخل کرادیا۔ پرائمری کے بعد وہ ہائی سکول میں داخل ہوگئے، لیکن ساتویں جماعت تک پڑھنے کے بعد ان کا جی تعلیم سے اچاٹ ہوگیا۔ 15 سال کے ہوئے تو ڈرائیوری سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ایک ٹرانسپورٹ کمپنی میں ملازم ہوگئے اور تلہ گنگ سے میانوالی جانے والی ایک بس چلانے لگے، لیکن بہت جلد اس سے بھی جی بھر گیا۔ 1931ء میں کوئٹہ چلے گئے اور ایک ٹھیکیدار کے ساتھ بطور منشی کام کرنے لگے۔ یہ کام بھی پسند نہ آیا تو 1932ء میں گاؤں واپس آگئے۔ 1933ء میں انڈین نیوی میں بھرتی ہوگئے۔ اسی ملازمت کے دوران پھوپھی زاد بہن ''نیک اختر'' کے ساتھ ان کی شادی ہوگئی۔ انڈین نیوی میں نوکری کرتے ابھی بمشکل ڈیڑھ برس ہی گزرا تھا کہ کھیل کے دوران ایک ساتھی کی بدکلامی کی وجہ سے بگڑ گئے اور ہاکی سے اسے پیٹ ڈالا۔ آرمی ایکٹ کے تحت مقدمہ چلا اور وہ ملازمت سے برطرف کر دیئے گئے۔

2 جنوری 1935ء کو وہ بلوچ رجمنٹ میں بطور سپاہی بھرتی ہوئے اور ابتدائی ٹریننگ کراچی میں مکمل کرنے کے بعد اسی سال اکتوبر میں مدراس چھاؤنی بھیج دیئے گئے۔ اصل میں یہی وہ جگہ تھی جہاں قدرت نے ان سے ایک غیر معمولی

کام لینا تھا اور جس کے لئے وہ مختلف مقامات پر پھرتے پھراتے بالآخر یہاں پہنچے تھے۔

میاں محمد کو بچپن ہی سے آنحضور ﷺ کی ذات گرامی سے والہانہ لگاؤ تھا، انہیں بہت سی نعتیں یاد تھیں، جنہیں وہ اکثر تنہائی میں یار دوستوں میں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ وہ بڑے خوبصورت نعت خوان تھے اور ہمیشہ نفیس اور عمدہ لباس زیب تن کئے رہتے۔ ان کو دیکھنے والوں نے ان کا حلیہ کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔ لمبا قد، دلکش خدوخال، سرخ و سپید رنگ، باریک ہونٹ، گھنی بھویں، ناک معیار حسن کے عین مطابق پیشانی چوڑی، آنکھیں چمکدار، خوبصورت سی چھوٹی داڑھی اور خاص ادا کی مونچھیں جن سے مردانہ وجاہت ٹپکتی تھی۔ سر پر کلاہ اور خوبصورت پگڑی۔ غرض پیکر حسن تھے۔

16 مئی 1937ء کی شب کا ابھی آغاز ہوا تھا۔ مدراس چھاؤنی میں ڈیوٹی سے فارغ فوجی سپاہی مختلف گروپوں میں بیٹھے، خوش گپیوں میں مشغول تھے۔ انہی میں ایک طرف چند مسلمان نعت رسول کریم ﷺ سننے میں محو تھے۔ اتفاق سے جو شخص نعت شریف سنا رہا تھا، وہ ایک ہندو تھا، یہ بڑی خوش الحانی اور عقیدت مندی کے ساتھ نعت شریف پڑھ رہا تھا۔ قریب ہی ایک ہندو ڈوگرے سپاہی نے جب ایک ہندو کو اس طرح عقیدت مندی کے ساتھ نعت پڑھتے سنا تو وہ مارے تعصب کے جل کر کباب ہو گیا۔ اس نے با آواز بلند آنحضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرتے

ہوئے نعت پڑھنے والے ہندو سے مخاطب ہو کر کہا:

''محمد کو.......... کرو، کسی اور کا ذکر کرو۔ تو کیسا ہندو ہے۔ تو تو ہندو دھرم کا مجرم ہے۔ تیرا پاپ معاف نہیں کیا جا سکتا''۔

مسلمان سپاہیوں نے ڈوگرہ سپاہی کی یہ بدزبانی سنی، تو صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئے، لیکن میاں محمد اپنے آقا کی شان میں یہ گستاخی سن کر تڑپ اٹھے اور ڈوگرہ سپاہی سے کہا:

تیرے ہم مذہب کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ وہ حضور محمد ﷺ کے نام مبارک سے اطمینان حاصل کرے، اس لئے وہ گا کر سرکار ﷺ کی نعت پڑھ رہا ہے، تجھے اپنے خبث باطن کی وجہ سے یہ بات پسند نہیں، تو تو یہاں سے چلا جا۔ خبردار آئندہ ایسی بکواس نہ کرنا۔

یہ سن کر ڈوگرہ سپاہی بولا: میں تو بار بار ایسا ہی کہوں گا۔ تم سے جو ہو سکتا ہے، کر لو۔ یہ بیہودہ جواب سن کر میاں محمد کا خون کھول اٹھا۔ ایک ہندو ڈوگرے نے ان کی حمیت ایمانی کو للکارا تھا۔ انہوں نے بری مشکل سے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا: آئندہ اپنی ناپاک زبان سے ہمارے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کا جملہ کہنے کی جرأت نہ کرنا، ورنہ یہ بدتمیزی تجھے بہت جلد ذلت ناک موت سے دوچار کر دے گی۔

بدقسمت ڈوگرے سپاہی نے پھر ویسا ہی تکلیف وہ جواب دیا اور کہا: مجھے

ایسی گستاخی سے روکنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ یہ سن کر میاں محمد سیدھے اپنے حوالدار کے پاس گئے، یہ بھی ہندو تھا۔ آپ نے اس سے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا اگر چرن داس (ہندو ڈوگرہ) نے برسرِ عام معافی نہ مانگی، تو اپنی زندگی پر کھیلنا مجھ پر فرض ہو جاتا ہے۔

ہندو حوالدار نے اس نازک مسئلے پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ صرف یہی کہا کہ میں چرن داس کو سمجھا دوں گا۔

غازی میاں محمد، حوالدار کی یہ سرد مہری دیکھ کر سیدھے اپنی بیرک میں پہنچے۔ اب وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کر چکے تھے۔ انہوں نے نماز عشاء ادا کی اور پھر سجدے میں جا کر گڑگڑاتے ہوئے دعا کی:

''میرے اللہ! میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ تیرے محبوب کی شان میں گستاخی کرنے والے کا کام تمام کر دوں۔ یا اللہ! مجھے حوصلہ عطا فرما۔ ثابت قدم رکھ۔ مجھے بھی اپنے محبوب کے عاشقوں میں شامل کر لے۔ میری قربانی منظور فرما لے''۔

نماز سے فارغ ہو کر میاں محمد گارڈ روم گئے۔ اپنی رائفل نکالی۔ میگزین لوڈ کیا اور باہر نکلتے ہی چرن داس کو للکار کر کہا: کم بخت اب بتا، نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے پر، میں باز پرس کا حق رکھتا ہوں یا نہیں؟

یہ سن کر شاتم رسول چرن داس نے بھی جو بندوق اٹھائے ڈیوٹی دے رہا

تھا، پوزیشن سنبھالی اور رائفل کا رخ میاں محمد کی طرف موڑا، لیکن اگلے ہی لمحے ناموس رسالت ﷺ کے شیدائی کی گولی چرن داس کو ڈھیر کر چکی تھی۔ رائفل کی دس گولیاں اس کے جسم سے پار کرنے کے بعد غازی میاں محمد نے سنگین کی نوک سے اس کی منہ پر پے در پے وار کیے۔ سنگین سے وار کرتے ہوئے وہ کہتے جاتے تھے اس ناپاک منہ سے تو نے میرے پیارے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔

جب غازی کو مردود چرن داس کے جہنم واصل ہونے کا یقین ہو گیا، تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے خطرے کی گھنٹی بجائی اور بگلر سے کہا کہ وہ مسلسل بگل بجائے۔ جب سب پلٹن جمع ہو گئی تو غازی نے کمانڈنگ افسر سے کہا کہ کسی مسلمان افسر کو بھجوا تا کہ میں رائفل پھینک کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دوں۔ آپ کی گرفتاری کے لئے آپ ہی کے علاقے کے ایک مسلمان جمعدار عباس خان کو بھیجا گیا۔ گرفتاری کے بعد انگریز کمانڈنگ افسر نے غازی موصوف سے پوچھا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا:

''چرن داس نے ہمارے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور بدکلامی کی تھی۔ میں نے اس کو روکا، لیکن وہ باز نہ آیا۔ میں نے اس کو ہلاک کر دیا۔ اب آپ قانونی تقاضے پورے کریں''۔

اگلے روز 17 مئی 1937ء کو غازی میاں محمد کو مقدمے کی تفتیش کے لئے پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ ابھی آپ دس دن پولیس کی حراست میں رہے تھے کہ

کمانڈر انچیف (جی ایچ کیو دہلی) کا حکم آیا کہ میاں محمد پر فوجی قانون کے تحت مقدمہ چلایا جائے۔ غالباً حکام کو خدشہ تھا کہ شاید سول عدالت میں مقدمہ کا فیصلہ حکومت کی منشا کے خلاف ہو۔

فوجی حکام کی خواہش تھی کہ مقدمے کے فیصلے تک غازی صاحب کے والدین کو کوئی اطلاع نہ دی جائے، لیکن صوبیدار ملک غلام محمد کو کسی طرح فوجی حکام کی اس سازش کی اطلاع ہوگئی اور وہ فوراً مدراس پہنچ گئے۔ عدالتی چارہ جوئی اور مقدمے کے پیچیدگیوں سے نپٹنے کے لئے مدراس کے معروف مسلمان ایڈووکیٹ سید نور حسین شاہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ نور حسین شاہ نے قانون کا امتحان لندن سے پاس کیا تھا اور ایک عرصہ تک وہیں پریکٹس بھی کی تھی، انہوں نے بڑی دیانتداری اور فرض شناسی سے اس عظیم کام کا آغاز کیا، لیکن کیس ابھی ابتدائی مراحل میں تھا کہ کسی سنگ دل نے محافظ کی موجودگی میں ایڈووکیٹ موصوف کو چھرا گھونپ دیا۔ زخم کاری اور مہلک تھا، جس سے وہ رحلت کر گئے۔

ان کے بعد یہ مقدمہ اصغر علی ایڈووکیٹ نے اپنے ہاتھ میں لیا، یہ بھی لندن کے تعلیم یافتہ تھے، انہوں نے بھی بڑی جانفشانی اور لگن کے ساتھ کیس کی تیاری میں حصہ لیا اور پیشیوں کے معاوضہ میں کبھی کسی رقم کا مطالبہ نہ کیا۔ فوجی حکام چاہتے تھے کہ غازی صاحب کو ذہنی مریض قرار دے کر سزا دی جائے تاکہ کیس کو مذہبی رنگ بھی نہ ملے اور ہندو بھی خوش ہو جائیں۔ اس مقصد کے تحت غازی صاحب کو گورنمنٹ

مینٹل ہسپتال مدراس میں داخل کر دیا گیا۔ ایک ماہ بعد ڈاکٹر نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ میں نے پورا مہینہ میاں محمد کو اپنی خصوصی نگرانی میں رکھا ہے، نفسیاتی جائزہ بھی لیا ہے، کئی بار چھپ کر بھی معائنہ کیا ہے۔ لیکن اس عرصہ میں ایک بار بھی میں نے انہیں فکرمند یا کسی سوچ میں گم نہیں پایا) جیسا کہ پاگل اکثر گم سم رہتے ہیں) ایک ماہ میں ان کا وزن بھی بڑھ گیا ہے، اگر ان کو یہ فکر ہوتی کہ قتل کے مقدمہ میں میرا کیا حشر ہوگا، تو ان کا وزن کم ہو جاتا۔ یہ کسی غم و فکر میں مبتلا نہیں۔ جب چرن داس ایک ہی گولی لگنے سے مر گیا تھا تو پھر ساری گولیاں چلانے اور سنگین سے پے بہ پے زخم لگانے کی ضرورت نہ تھی، اور ایسی حالت مین جبکہ کوئی دیکھنے والا بھی نہ تھا۔ یہ آسانی سے فرار بھی ہو سکتے تھے، لیکن ایسا نہیں کیا گیا، میرا میڈیکل تجزیہ یہی بتاتا ہے کہ میاں محمد نے قتل کا ارتکاب مذہبی جذبات برانگیختہ ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔

16 اگست کو غازی صاحب کا جنرل کورٹ مارشل شروع ہوا۔ پانچ دن کاروائی ہوتی رہی۔ کل اٹھارہ گواہوں کے بیانات قلمبند ہوئے۔ تین ڈاکٹروں کی شہادت بھی ریکارڈ پر آئی۔ جرح کے دوران انہوں نے یہ متفقہ موقف اختیار کیا کہ غازی محمد نے جو کچھ کیا ہے، ہماری رائے میں وقوعہ کے وقت وہ اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکا۔ لیکن غازی صاحب اپنے ابتدائی بیان پر ڈٹے رہے اور کہا: میں نے جو کچھ کیا ہے، خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ یہی میرا فرض تھا۔ چرن داس نے میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی۔

کورٹ مارشل کے دوران ان کے وکیل نے رائے دی کہ وہ یہ بیان دیں کہ میں نے گولی اپنی جان بچانے کی غرض سے چلائی تھی، کیونکہ چرن داس بھی مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا، لیکن غازی نے سختی کے ساتھ اس تجویز کو مسترد کر دیا اور کہا کہ میری ایک جان تو کیا، ایسی ہزاروں جانیں بھی ہوں، تو سرکار دو عالم ﷺ کی حرمت پر نچھاور کردوں۔

میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور ﷺ پر
میری ہزار جان ہو، قربان مصطفی ﷺ

23 ستمبر 1937ء کو پلٹن میں غازی میاں محمد کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا، جس کا جواب غازی نے مسکرا کر دیا۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

5 اکتوبر 1937ء کو وائسرائے ہند کے پاس اپیل کی گئی، جو مسترد ہو گئی۔ پھر پریوی کونسل لندن میں اپیل دائر کی گئی جو مختصر سماعت کے بعد رد کر دی گئی۔ اپیلیں مسترد ہو جانے کے بعد فوجی حکام نے 12 اپریل 1938ء کو سزا پر عمل درآمد کا فیصلہ کیا۔ ادھر حراست میں غازی کا معمول تھا کہ نماز کے علاوہ ہمہ وقت قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ اس دوران رمضان شریف کا مہینہ آیا، جو انہوں نے جاگ کر گزارا۔ وہ رات دن نوافل اور درود شریف پڑھتے۔ عید کے روز غازی نے

اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ عید کی نماز عید گاہ میں مسلمانوں کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہیں۔ بڑی ردوقدح کے بعد جیل کے چند غیرت مند مسلمان فوجی افسروں کی ضمانت پر حکام نے اس کی اجازت دی۔ غازی کی سزائے موت کی خبر اب تک پورے ہندوستان میں مشہور ہو چکی تھی، حکام نے بہت کوشش کی کہ نماز عید کے موقع پر مسلمانوں کو غازی کی آمد کا علم نہ ہو، لیکن عید گاہ میں موجود نمازیوں کو اس کا علم ہو گیا۔ نقصِ امن کا خطرہ پیدا ہونے لگا تو غازی موصوف کھڑے ہو گئے اور مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''پیارے بھائیو! اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرو۔ آپس میں بھائیوں کی طرح اور پر امن رہو۔ میں پیارے رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کا ایک ادنی غلام ہوں۔ مجھ میں اس کے سوا کوئی خوبی نہیں کہ میرے ہاتھوں سے شان رسول ﷺ پر ناروا حملہ کرنے والے ایک مردود کو قرار واقعی سزا ملی ہے۔ تاجدار مدینہ ﷺ کی شان میں ذرا سی توہین بھی برداشت نہیں کی جا سکتی۔ آئندہ بھی کسی گستاخ نے یہ حرکت کی تو ناموس رسالت ﷺ پر فدا ہونے کے لئے ہزاروں جان نثار مقتل کی طرف بڑھیں گے۔ تمام بھائی دعا کریں کہ اللہ کریم راضی ہو، اور بارگاہ رسالت ﷺ میں مجھ ناچیز کی جان جیسی یہ حقیر قربانی قبول ہو جائے''۔

آخری تحریر:

شہادت سے چار روز قبل (7 اپریل 1938ء) غازی میاں محمد نے اپنے

حقیقی بھائی ملک نور محمد کو ایک خط لکھا، اس میں بعض وصیتیں لکھیں۔ آپ نے لکھا:

''خداوند کریم کی رضا پر راضی رہنا۔ ہر حال میں صبر کرنا۔ کسی پر تمہارا غم ظاہر نہ ہو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا دل اس قدر خوش ہے کہ جس کا اندازہ کوئی دوسرا آدمی نہیں کرسکتا، میری دلی آرزو یہی تھی، جو اللہ کریم نے پوری کر دی۔ میں گناہ کے سمندر میں غرق تھا کہ میرے مالک نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ اس مالک کی مہربانی کا ہزار ہزار شکریہ''۔ (پھر اپنی اہلیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:) بندہ کی عیال (بیوی) کو واضح ہو کہ میں آپ سے نہایت خوش اور راضی ہوں۔ تم نے کبھی کوئی ایسی غلطی نہیں کی، جس کے لئے تمہیں معافی کا خواستگار ہونا پڑے۔ میری شہادت پر بجائے رونے دھونے کے اپنے رب کو یاد کرنا۔ نماز پڑھنا۔ اپنے رب کی بندگی کرنا اور میرے لئے بخشش کی دعا کرنا''۔

وقت شہادت آ پہنچا:

پھانسی کے انتظامات کا جائزہ لینے کے لئے 3/10 بلوچ رجمنٹ کا ایک افسر کراچی سے مدراس پہنچا۔ اس نے غازی صاحب سے پوچھا، کوئی آخری خواہش ہو، تو بتاؤ۔ فرمایا: ساقی کوثر کے ہاتھوں سے جام پی کر سیراب ہونا چاہتا ہوں۔

غازی صاحب کا باڈی گارڈ دستہ چھ سپاہیوں، ایک انگریز افسر اور بیرے پر مشتمل تھا جن لوگوں نے آخری وقت آپ کی زیارت کی، ان کا کہنا ہے کہ چہرے پر

سرور کی تازگی اور آنکھوں میں خمار کی چمک پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی تھی۔ والدین سے آخری ملاقات ہنس ہنس کر باتیں کرتے رہے۔ والدہ اپنے تئیس سالہ جواں سال بیٹے کا دیوانہ وار کبھی سر چومتیں، کبھی منہ، والد نے بہ ہزار مشکل اپنے آپ کو سنبھالے رکھا، اسی رات 11 اپریل کو، انہیں مدراس سول جیل لے جایا گیا۔ رات بھر آپ عبادت میں مشغول رہے۔ تہجد کے بعد غسل فرمایا۔ سفید لباس زیب تن کیا۔ نماز فجر ادا کی۔ پھر آپ کو تختہ دار کی طرف لے جایا گیا۔ تختہ دار پر کھڑے ہوتے ہی آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے عرض کیا:

سرکار ﷺ! میں حاضر ہوں''۔

پھانسی کا پھندہ آپ کے گلے میں ڈال دیا گیا۔ تختہ دار کھینچ دیا گیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ پر برستا ہوا نور کچھ اور فزوں ہو گیا۔ فضا کی عطر بیزی کچھ اور بڑھ گئی۔ ڈاکٹر نے معائنہ کر کے کہا: بے قرار روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

یہ 12 اپریل 1938ء کی صبح تھی۔ وقت پانچ بج کر پینتالیس منٹ۔

غازی عامر چیمہ شہید علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰة والسلام علیك یارسول اللہ

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے نور کو سب سے پہلے پیدا فرما کر اس نور سے ساری کائنات کو پیدا فرمایا اور پھر آپ ﷺ کا ذکر ہمیشہ کیلئے بلند فرما دیا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

﴿ورفعنا لك ذكرك ۝﴾

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ عرض گزار ہیں:

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر   بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے   جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے   یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے   نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

ایک ارمقام پر فرمایا:

﴿وللاخرة خير لك من الاولى ۝﴾

اور بے شک پچھلی (گھڑی) تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔ (ترجمہ قرآن کنزالایمان)

واقعی جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے، آپ ﷺ کی عظمت وشان میں

اضافہ ہو رہا ہے، ذکر بلند سے بلند تر ہو رہا ہے اور آپ ﷺ کے غلاموں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ آج دنیا کا کوئی خطہ اور کوئی ملک ایسا نہیں جہاں آپ کے نام لیوا نہ پائے جاتے ہوں۔

اجالا بڑھتا جاتا ہے اندھیرا چھٹتا جاتا ہے
محمد مصطفیٰ ﷺ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

متعصب یہودی عیسائی اس حقیقت کو تسلیم کرنے کی بجائے اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہیں۔ گذشتہ سال امریکی فوجیوں کی طرف سے قرآن پاک کی بے حرمتی کے افسوسناک واقعات منظر عام پر آئے تو اس مرتبہ عیسوی سال کے آغاز میں ہی ڈنمارک وغیرہ یورپی ممالک کے اخبارات میں توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت کی گئی۔

ڈاکٹر اقبال کے بقول ان کے بڑوں نے ایک مرتبہ مل بیٹھ کر تجزیہ کیا کہ یہ جو مسلمان عرب سے نکل کر ساری دنیا پر چھائے جا رہے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ اور اس کا حل کیا ہے۔ انہوں نے علامہ کے الفاظ میں کہا:

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں کبھی   روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات   اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

نصرانی و یہودی:

لابی نے ٹیلیویژن، کیبل، ڈش انٹینا وغیرہ نیز بے غیرت، بے حیا صحافت و فلموں اور دیگر ذرائع سے ہمارے اسلامی معاشرہ کو بے حد متاثر کیا ہے۔ ﴿﴾ لیکن

وہ مسلمان کے بدن سے روح محمد ﷺ نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ نبی آخر الزمان ﷺ کی محبت ہر ہر مسلمان کی دینی ایمانی متاع عزیز ہے اور اس میں اتنا والہانہ انداز پایا جاتا ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اس پر کٹ مرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ ﴿﴾ مسلمان مشرق کا رہنے والا ہو یا مغرب کا۔ جنوب کا رہنے والا ہو یا شمال کا۔ اسلامی ملک کا شہری ہو یا کسی غیر مسلم ریاست کا باشندہ اس کی اپنے پیغمبر اسلام ﷺ سے والہانہ محبت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اپنے رسول کی عزت و حرمت پر اپنا تن من دھن قربان کردے۔

گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر دنیا بھر کے مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا۔

ع......نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

پوری دنیا میں شان مصطفوی ﷺ و ناموس رسالت ﷺ کے ہمہ گیر مظاہرے ہوئے اور عالمی میڈیا

نعرۂ رسالت یارسول الله! لبیك یارسول الله!

کے نعروں سے گونج اٹھا۔ پاکستان و ہندوستان کے مٹھی بھر جو لوگ یارسول اللہ کے نعرے لگانے والوں کو (معاذ اللہ) مشرک و بدعتی قرار دیتے تھے، ان کے جلوسوں میں بھی لبیک یارسول اللہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ چنانچہ اس موقع پر یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی، یارسول اللہ کہنا شرک و بدعت نہیں بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک سب دنیا کے مسلمانوں کا یہی نعرہ ہے اور

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک برحق اور قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ دیوبندی مکتب فکر کے ہفت روزہ ضرب مومن کراچی (۲۴ فروری ۲۰۰۶) کے مطابق مصر کے مظاہرہ میں بینرز پر ’’فداک یارسول اللہ‘‘ نمایاں نظر آرہا ہے۔ حرمین طیبین و دیگر کئی عرب ممالک کے احباب کی اطلاع کے مطابق وہاں اکثر مقامات پر

فداك ابی و امی یارسول الله

کے پوسٹر آویزاں کئے گئے۔

پاکستان بھر میں بھی توہین آمیز خاکوں کے خلاف زبردست احتجاج ہوا۔ جماعت اہل سنت پاکستان، تحفظ ناموس رسالت محاذ، عالمی تنظیم اہلسنت، تنظیم المدارس، انجمن طلباء الاسلام، سنی تحریک وغیرہ کے زیر اہتمام بڑے بڑے جلوس نکالے گئے۔ اس سلسلہ میں لاہور میں کئی علماء کرام سنی تنظیموں کے قائدین اور مدارس اہلسنت کے بیسیوں طلباء کو ناحق گرفتار کیا گیا۔ جن میں سید محمد محفوظ مشہدی، سید محمد عرفان مشہدی، سید محمد مختار رضوی، مولانا خادم حسین رضوی، سید محمد صفدر شاہ، انجینئر محمد سلیم اللہ نمایاں ہیں۔ اسی سلسلہ میں تنظیم المدارس کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی حال ہی میں تقریباً دو ماہ کی قید بھگت کر رہا ہوئے ہیں۔ تحریک تحفظ ناموس رسالت کے دوران بعض دلچسپ و ایمان افروز واقعات بھی رونما ہوئے۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں: توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاج کے دوران سرگودھا میں پولیس کی

شیلنگ سے دو سالہ بچہ محمد دانش شہید ہوگیا تو خوش نصیب بیٹے کی خوش نصیب ماں نے اپنی خوش نصیبی کا اظہار و اعلان کرتے ہوئے کہا: میرا بیٹا (دانش) ناموس رسالت ﷺ پر قربان ہوگیا۔ کاش میں بھی بچے کے ساتھ مر جاتی اور (انشاء اللہ) اپنے تمام بیٹے ناموس رسالت ﷺ پر قربان کردوں گی۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۸ فروری ۲۰۰۶ء)

صوبائی دارالحکومت لاہور میں پرندے بھی ہڑتال پر چلے گئے؟ استنبول چوک پر پرندوں کیلئے موجود گندم کے کئی کلو دانوں میں مال روڈ کی ویرانی کے باوجود کسی پرندے نے دلچسپی نہ لی۔ اولڈ کیمپس کے سامنے رکھی گئی بھنگیوں کی توپ کے پاس کوئی نیک دل شہری ایک طویل عرصے سے پرندوں کیلئے ہر صبح کئی کلو گندم وغیرہ کے دانے بکھیر رہا ہے۔ قومی مجلس مشاورت کی طرف سے ہڑتال کی اپیل پر اس وقت دلچسپ منظر دیکھنے کو ملا جب استنبول چوک پر ہڑتال کے باعث تمام تر ویرانی کے باوجود کوئی پرندہ دانہ دنکا چگنے کو موجود نہ تھا۔

(روزنامہ پاکستان لاہور، ۴ مارچ ۲۰۰۶ء)

یوں تو دنیا بھر کے مسلمانوں نے اپنی ہمت وبساط کے مطابق اس گستاخانہ حرکت پر احتجاج کیا اور مختلف ممالک میں کئی عشاق مظاہروں کے درمیان شہید وزخمی بھی ہوئے لیکن پاکستان کے ضلع گوجرانوالہ سے تعلق رکھنے والے انجینئر غازی محمد عامر عبدالرحمٰن چیمہ تمام سے بازی لے گئے جنہوں نے سخت سیکورٹی کے باوجود گستاخانہ خاکے شائع کرنے والے ایک ایڈیٹر پر دیار غیر میں حملہ کرکے عالم کفر کو

ورطۂ حیرت میں مبتلا کر دیا۔ برلن میں محمد عامر چیمہ کی میزبان ماموں زاد بہن کے بقول "ہمیں بالکل بھی اندازہ نہیں ہوا کہ وہ اس طرح کا کوئی پروگرام بنا رہا ہے۔ ہاں اس میں ہم نے بعض تبدیلیاں نوٹ کی تھیں۔ نماز وہ پہلے بھی پڑھتا تھا لیکن اس مرتبہ وہ نماز کی سخت پابندی کر رہا تھا۔ اتنی پابندی کی کھانا لگا ہوتا تو وہ کہتا: "باجی! نماز کا وقت ہوگیا ہے، پہلے نماز پڑھ لوں"۔ جمعہ کے روز علاقے کے مسلمانوں نے گستاخی کرنے والے اخبار کے دفتر کے سامنے مظاہرہ کیا لیکن محمد عامر اس میں شریک نہیں ہوا وہ مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے چلا گیا اور کافی وقت لائبریری میں گزارا۔ شام کو وہ میرے شوہر سے بڑے تجسس کے ساتھ پوچھتا رہا: مظاہرہ کیسا تھا؟ کتنے لوگ تھے؟ اس کا کوئی اثر ہوگا؟ میں میاں سے کہتی تھی کہ عامر کچھ بدلا بدلا سا لگتا ہے لیکن ہمیں کوئی وہم وگمان تک نہ تھا کہ اس کے دل میں کیا ہے؟

پیدائش وتعلیم:

محمد عامر عبدالرحمٰن چیمہ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ بمطابق ۴ دسمبر ۱۹۷۷ء حافظ آباد (اس وقت ضلع گوجرانوالہ کی تحصیل) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۹۳ء میں جامعہ ہائی سکول ڈھوک کشمیریاں راولپنڈی سے میٹرک کیا پھر راولپنڈی کے ہی ایک کالج سے ایف ایس سی کرنے کے بعد فیصل آباد میں نیشنل آف ٹیکسٹائل انجینئرنگ سے ۲۰۰۰ء میں ڈگری حاصل کی۔ بعدازاں ایک دو کالجوں میں بحیثیت لیکچرار بھی مقرر ہوئے۔

سرکار دوعالم ﷺ سے عقیدت:

اسی دوران غازی محمد عامر نے ٹیکسٹائل کی ایک فرم میں تیس ہزار کی جاب کی اور وہ نوکری صرف اس لئے چھوڑ دی کہ اس فیکٹری میں ایک ٹائل ایسی لگی تھی، جس پر اسم محمد ﷺ سے ملتی جلتی شبیہہ تھی۔ عامر نے فیکٹری مالک کو کہا کہ اس ٹائیل کو یہاں سے ہٹا دیں عمل نہ ہونے پر اس نے وہ نوکری ہی چھوڑ دی۔

کس عاشق نے کہا خوب فرمایا:

تعظیم جس نے کی ہے محمد کے نام کی
اللہ نے اس پہ آتش دوزخ حرام کی

انگوٹھے چومنا:

پیر محمد افضل قادری امیر عالمی تنظیم اہلسنت کے بقول، غازی محمد عامر عبد الرحمٰن شہید کے والد نے بتایا کہ محمد عامر کو سرکار دو عالم ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ جب بھی آپ کا نام نامی اسم گرامی سنتا تو تین مرتبہ انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگاتا اور درود شریف پڑھتا۔ مذکورہ واقعات سے غازی محمد عامر چیمہ کے مسلک و مشرب کا آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے لیکن روزنامہ انصاف راولپنڈی ۱۴ مئی کے مطابق شہید کے والد چوہدری نذیر احمد چیمہ نے اعلان کیا کہ میرا بیٹا اور ہمارا پورا خاندان یارسول اللہ کے نعرے لگانے والے اہلسنت وجماعت ہیں۔

جرمن روانگی:

۲۶ نومبر ۲۰۰۴ء کو محمد عامر ماسٹر آف ٹیکسٹائل مینجمنٹ کا کورس کرنے جرمنی

چلے گئے۔ غازی محمد عامر نے اس یونیورسٹی کے تین سمسٹر مکمل کر لئے تھے اور ابھی آخری سمسٹر باقی تھا کہ ۲۰ مارچ ۲۰۰۶ء کو توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے اخبار ''ڈائی ویلٹ'' کے چیف ایڈیٹر پر حملہ کرنے کی پاداش میں گرفتار کیے گئے جبکہ اہل خانہ کو ۶ اپریل کو اطلاع ملی اور ۳ مئی ۲۰۰۶ء کو جرمن پولیس کے ہاتھوں برلن جیل میں تشدد کی وجہ سے شہید ہو گئے۔

تشدد کیوں کیا گیا؟

اخباری اطلاع کے مطابق دوران تفتیش جب ایک جرمن اہلکار نے حضور ﷺ کے بارے میں گستاخانہ گفتگو کی تو محمد عامر چیمہ شہید ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے اور تو کچھ نہ کر سکا البتہ اس گستاخ کے منہ پر تھوک دیا، جس پر مشتعل ہو کر جرمن پولیس نے عامر پر وحشیانہ تشدد کیا، جس کے نتیجہ میں محمد عمر عبد الرحمٰن چیمہ کی شہادت واقع ہوئی۔

خودکشی کا بیہودہ الزام:

بعد ازاں جرمن پولیس نے محمد عامر پر خودکشی کا الزام لگا کر بے غیرتی کی انتہا کر دی۔ کالم نگار ڈاکٹر محمد اجمل نیازی کے بقول جرمن شاتم رسول پر غازی علم دین شہید کی طرح چھری سے حملہ کرنے والے نوجوان کو پتہ تھا کہ اس کے اپنے ساتھ کیا ہو گا۔ شہید ہونے کا یقین اس کو تھا۔ وہ شہید ہے، اسے خودکشی کی کیا ضرورت تھی؟ مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خاں نیازی علیہ الرحمۃ عشق رسول کی

پاداش میں سزائے موت کے منتظر تھے تو ان کی شلوار میں آزار بند بھی نہ رہنے دیا گیا کہ کہیں وہ خودکشی نہ کرلیں۔ مولانا نیازی نے مسکرا کر کہا کہ غلامی رسول میں شاندار موت کے انتظار سے زیادہ با اعتماد اور بے قرار لمحہ کیا ہوگا؟ میں خودکشی کیوں کروں گا، میں اس موت کو گلے سے لگاؤں گا جو ہزار زندگیوں سے زیادہ بیش بہا ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت ۱۴مئی)

❁ شہید ہونے کے بعد غازی محمد عامر کو کئی دن جرمنی میں رکھا گیا اور پھر ۱۴ ربیع الآخر ۱۳مئی بروز ہفتہ شہید کا تابوت لاہور ایئر پورٹ پر پہنچا۔ اس کے بعد سرکاری ہیلی کاپٹر میں گوجرانوالہ کینٹ اور یہاں سے بائی روڈ محمد عامر کے آبائی گاؤں ساروکی چیمہ آمد ہوئی۔

ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

محمد عامر عبدالرحمٰن چیمہ علیہ الرحمہ کے نعرۂ شہادت سے دنیا گونج اٹھی اور ہر طرف شہید کی شہادت کی دھوم مچ گئی تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس آقا ﷺ کے گستاخ کو واصل جہنم کرنے کیلئے عامر نے اس پر حملہ کیا اور اس کی پاداش میں اسے اذیتیں دے دے کر شہید کیا گیا، اس کے آقا ﷺ کو اپنے عاشق جانثار کی خبر نہ ہو۔ بقول شخصے:

بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے؟
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے؟

عاشق مصطفیٰ ﷺ:

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی اسی چیز کو بدیں الفاظ بیان کیا ہے کہ:

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

مزید فرمایا:

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

چودہ سو سال:

بعد بھی محمد عامر شہید کی شہادت پر یہ حقیقت واضح ہوگئی اور یہ ثابت ہوگیا کہ مسلمانوں کے آقا و مولیٰ ﷺ بحیات حقیقی زندہ ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ غیب دان و حاضر و ناظر ہیں اور حالات حاضرہ و اپنے غلاموں اور عاشقوں کو کو اللہ سے باخبر ہیں اور انہیں اپنے لطف و کرم سے نوازتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ہی کیا خوب فرمایا ہے:

اپنے کرم کا جب وہ صدقہ نکالتے ہیں
ہمسوں کو پالتے ہیں اور ایسا ہی پالتے ہیں

بقول عرفان صدیقی کالم نگار روزنامہ نوائے وقت لاہور محمد عامر عبدالرحمٰن

شہید کے نیک دل اور پاکباز استاد کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور وہ تھم تھم کر، رک رک کر پروفیسر نذیر چیمہ کو اپنا خواب سنا رہے تھے۔ ﴿﴾ میں نے خواب میں ایک بڑا ہی مقدس اور پاکیزہ اجتماع دیکھا، ہر سو نور کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔ پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں کسی نے کہا کہ حضور ﷺ بھی قریب ہی ہیں لیکن آپ ﷺ کا رخ انور دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ﴿﴾ پھر حضور ﷺ کی مشکبار آواز سنائی دی عامر آرہا ہے صحابہ کرام کھڑے ہو گئے اور ایک خاص سمت دیکھنے لگے۔ پھر رحمت دو عالم ﷺ نے بلند آواز میں پکارا: حسن حسین! دیکھو کون آیا ہے؟ میں اسے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں اور اس کا خیال رکھنا۔

(روزنامہ نوائے وقت، ۱۴مئی)

القلم پشاور لکھتا ہے کہ محترم جناب محمد یحیی علوی صاحب گورنمنٹ جامعہ فار بوائز راولپنڈی کے سابق استاد ہیں اور اس اسکول میں عرصہ دراز تک عربی، اردو اسلامیات کی تدریس کر چکے ہیں۔ موصوف عامر چیمہ شہید کے استاذ بھی رہے ہیں۔ عامر شہید کی شہادت کے بعد آپ نے ایک مبارک خواب دیکھا جو خود آپ کی زبانی نذر قارئین ہیں۔ ﴿﴾ الحمد للہ میرا معمول ہے کہ ہر شب جمعہ کو کم از کم ۵ سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر سوتا ہوں۔ ۴مئی کو نماز عشاء ادا کرنے کے بعد جب میں مسجد سے نکلا تو ایک دوست نے بتایا کہ پروفیسر نذیر چیمہ صاحب کا بیٹا عامر جو گستاخ رسول پر حملے کے جرم میں جرمنی میں گرفتار تھا، شہید کر دیا گیا ہے۔ ﴿﴾ یہ خبر سن کر مجھے بہت صدمہ ہوا اور عامر کی یادیں دل میں بسائے میں نے اپنا معمول پورا کیا اور

سو گیا۔ صبح سے کچھ دیر پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے میدان میں بہت زیادہ قمقمے جگمگا رہے ہیں اور ہر طرف روشنی ہی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ اس روشنی کو دیکھ کر مجھے یہ خیال ہوا کہ یقیناً یہ روشنی دنیا کی نہیں ہے۔ ﴿﴾ اسی دوران میں نے دیکھا کہ اس روشن میدان میں ایک طرف ایک بلند اسٹیج سجا ہوا ہے اور اس پر حضور پر نور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی موجود ہیں۔ ﴿﴾ اسی اثناء میں میدان کی دوسری طرف سے عامر شہید آتے ہیں اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے آقا ﷺ کی طرف بڑھتے ہیں۔ آقا ﷺ عامر کو اپنی طرف آتا دیکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور آغوش مبارک وا کر کے فرماتے ہیں: مرحبا اے میرے بیٹے! بس اسی لمحے قریبی مسجد سے اذان فجر بلند ہوئی اور میری آنکھ کھل گئی۔

قبائے نور میں سج کے لہو سے باوضو ہو کر
وہ پہنچے بارگاہ رب العالمین میں سرخرو ہو کر

(ہفت روزہ القلم پشاور ۲۰۰۶ء)

غازی علم دین اور غازی محمد عامر چیمہ میں عجیب مناسبت:

غازی محمد عامر کی والدہ محترمہ کے بقول عامر بہت ہی نیک بچہ تھا، جب کبھی بھی توہین رسالت کے بارے میں کوئی خبر چھپتی تو وہ بہت بے چین ہو جایا کرتا تھا۔ اب میں سوچتی ہوں کہ وہ اکثر غازی علم دین شہید کا ذکر کرتا تھا جیسے وہ اس کی پسندیدہ (آئیڈیل) شخصیت ہو۔

خدا کی قدرت:

غازی علم دین کو اپنا آئیڈیل بنانے والا محمد عامر چیمہ ناموس رسالت پر قربان ہو کر خود سارے مسلمانوں کا آئیڈیل بن گیا۔ غازی علم دین اور غازی محمد عامر چیمہ میں کئی چیزیں قدرے مشترک ہیں۔ ایک تو شاتم رسول کو جہنم واصل کرنے کی کوشش اور دوسرا ان کی تاریخ پیدائش، دونوں ہی ۴ دسمبر کو پیدا ہوئے پھر دونوں کا نام ''ع'' سے شروع ہوتا ہے ایک اور مناسبت یہ ہے کہ غازی علم دین کے وکلاء نے کہا تھا کہ آپ صرف اتنا بیان دے دیں کہ میں گھر سے قتل کرنے کا ارادہ کر کے نہیں آیا تھا۔ یہ فعل وقتی اشتعال اور اضطراری حالت میں ہوا ہے۔ غازی علم دین شہید نے کہا تھا کہ ''زندگی میں کام کی تو ایک ہی تو نیکی کی ہے میں اسے کیسے ضائع کروں؟'' عامر شہید نے بھی جرمن عدالت میں اپنے تحریری بیان میں کہا کہ میں نے اخبار ڈائیویلیٹ کے ایڈیٹر ہیزک بروڈر پر قاتلانہ حملہ کیا ہے یہ شخص میرے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کا ذمہ دار تھا اور اگر مجھے آئندہ بھی موقع ملا تو میں اس شخص کو قتل کر ڈالوں گا۔

(بحوالہ روزنامہ پاکستان، ۳۰ مئی)

اور ایک مناسبت گوجرانوالہ کی بھی ہے۔ غازی علم دین کو ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو ساڑھے نو بجے شب سنٹرل جیل لاہور سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس، دو سارجنٹ اور چار سپاہیوں کی حراست میں بذریعہ موٹر کار پہلے گوجرانوالہ بھیجا گیا اور وہاں سے ساڑھے بارہ بجے رات کی گاڑی میں میانوالی روانہ کیا گیا جبکہ غازی محمد عامر چیمہ کو

بھی ۱۳ مئی کو لاہور ائیر پورٹ سے بذریعہ ہیلی کاپٹر گوجرانوالہ کینٹ لایا گیا اور پھر وہاں سے بائی روڈ پولیس افسران کی نگرانی میں ساروکی چیمہ روانہ کیا گیا۔

دونوں غازیوں نے ہی بڑی مقبولیت حاصل کی۔ گذشتہ ماہ گوجرانوالہ کے نواح میں ایک گھر جڑواں بچے پیدا ہوئے تو گھر والوں نے ایک کا نام علم دین اور دوسرے کا نام محمد عامر رکھا۔

عامر بھائی سے چند باتیں:

عامر بھائی! السلام علیکم! مبارک ہو کہ تم صرف ایک مہینے میں امت مسلمہ کی آنکھوں کا تارا، جنت کے مہمان اور زمانے کے غازی اور شہید بن گئے۔ ۞ ہاں تمہارے ماں باپ کو حق ہے کہ تم پر ناز کریں امت مسلمہ کو حق ہے کہ تم پر فخر کریں اور نوجوانوں کا حق ہے کہ وہ تمہیں اپنا آئیڈیل بنائیں۔ ۞ عامر بھائی! میں نے تمہیں نہیں دیکھا مگر مجھے یوں لگتا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان برسوں سے یاری ہے اور ہم ایک دوسرے کے پرانے دوست ہیں۔ ۞ دراصل تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے یاری کر کے ہم سب کو دلوں کو جیت لیا ہے۔ اب تم زندہ رہو گے۔ ان شاء اللہ اور تمہیں کوئی نہیں مار سکے گا۔ ہاں عامر! اب تم سب مسلمانوں کے بیٹے اور بھائی بن گئے ہو۔ شعراء تمہاری شان میں درد بھرے قصیدے لکھیں گے اور عورتیں اپنے بچوں کو تمہارے جیسا بنانے کیلئے رب کے حضور سجدے والی دعائیں کریں گی۔

عامر بھائی! ہم نہیں بھولیں گے کہ تمہیں بہت ستایا گیا۔ ہاں اللہ پاک کی قسم ان سسکیوں اور آہوں کو نہیں بھلایا جائے گا جو تمہارے گلے سے بلند ہوئی ہوں گی۔ امت مسلمہ! جیسی بھی ہے الحمد للہ بے حس نہیں ہے۔ ظالم لوگ تمہارے چاقو سے ڈر گئے۔ تمہارے بیانات اور عزائم نے ان کو ہلا کر رکھ دیا۔ تب انہوں نے تمہیں ستایا، تمہیں تڑپایا، اور تمہیں تکلیف کا نشانہ بنایا۔ ہائے عامر! کاش زمین کے ایک چپے پر بھی اسلامی حکومت قائم ہوتی تو تمہاری آہوں کا بر سر عام حساب مانگا جاتا۔ عامر! تمہارے جیسے نوجوان ہر جگہ اسی طرح ستائے جاتے ہیں۔ اسی طرح تڑپائے جاتے ہیں۔ ﴿❁﴾ مکہ کا ریگستان زمانے کے بلال پر گرم رہتا ہے مگر انجام بہت اچھا ہوتا ہے۔ مکہ میں اذان گونجتی ہے اور بلال مسجد نبوی کا مؤذن، بدر کا مجاہد، مکہ کا فاتح اور کعبہ کا منادی بن جاتا ہے۔

عامر بھائی! جو کچھ تم پر بیتا ہے مجھے اس کا احساس ہے کیونکہ میں بے شمار بھیانک مناظر کا گواہ ہوں اور میرا دل بہت ساری تلخ یادوں کے ساتھ جینے پر مجبور ہے مگر عامر ایک بات سچی ہے کہ میں تم سے تعزیت نہیں کروں گا ہاں تم اگر کسی گوری کافرہ کے عشق میں مبتلا ہو چکے ہوتے تو میں ضرور تعزیت کرتا، تم یورپ کی رنگینیوں کا شیدائی بن چکے ہوتے تو میں ضرور تعزیت کرتا، تم کسی نائٹ کلب میں ناچ رہے ہوتے تو میں ضرور تعزیت کرتا مگر اب کس بات پر تعزیت کروں؟ تمہیں مارا گیا تو یہ مار تمہارے لئے آخرت کا تمغہ بن گئی۔ عامر! تمہیں ڈرایا دھمکایا گیا تو تمہارے خوف

کے ہر لمحے پر جنت نے تمہارے بوسے لئے اور جب تمہیں گرایا گیا تو تم نے بلندیوں کی طرف سفر کا مزہ پایا۔ تم تو ناموس رسالت کی موجودہ تحریک کے بانی بن گئے۔ تمہارا خون اور تمہارا جسم اس عمارت کی بنیادیں بن گئے جو عمارت ضرور بلند ہو گی۔ اے عامر! تم اللہ پاک کی طرف سے اتنی ہی زندگی لائے تھے مگر تم خوش نصیب نکلے کہ تمہیں زندگی کے بعد حقیقی زندگی مل گئی اور تم ماشاء اللہ امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ ﴿❁﴾ عامر بھائی! ہم نے ایک صحابی کا قصہ پڑھا۔ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی شکل وصورت سے بھی غلاموں جیسے تھے...... وہ شہید ہو گئے، کسی دوست نے آواز دے کر پوچھا! کتنی شادیاں ہوئیں؟ انہوں نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتا دیا...... ہاں اصل دولہے تو تم ہو اور سہرا تمہارے ہی لئے لکھا جانا چاہئے۔ دنیا کی شادیاں تو تکلفات اور رسومات کی آگ میں جل رہی ہیں، ان میں تو غفلت اور پریشانیاں زیادہ ہیں...... ان میں تو فضول خرچیاں اور بے شمار رسوائیاں شامل ہوگئی ہیں مگر تمہاری شادی بہت اچھی اور بہت مبارک ہے۔ ہاں میں شاعر ہوتا تو تمہارے لئے سو اشعار والا سہرا لکھتا اور پھر اسے خوب مزے لے لے کر پڑھتا! عامر یار! کیا کروں مجھے تو تم پر رشک آ رہا ہے۔ اتنی جلدی اور اتنا آسان سفر اور اتنی خوبصورت منزل...... اللہ پاک ہمیں شہادت سے محروم نہ فرمائے عامر سچ بتاتا ہوں اگر یہ دعا قبول ہوگئی تو پھر میں تم سے ملوں گا۔ تمہیں سینے سے لگاؤں گا تمہاری پیشانی کا بوسہ لوں گا اور تمہیں مبارکباد دوں گا۔ (ماخوذ بقلم سعدی)

محمد عامر چیمہ کی نجی زندگی کے بارے میں ایک اہم انٹرویو

شہید ناموس رسالت محمد عامر عبدالرحمٰن چیمہ نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کیلئے جان کا نذرانہ دے کر جو عظیم مرتبہ حاصل کیا، عامر چیمہ یقیناً اس کے اہل تھے۔ محمد عامر کی سابقہ زندگی میں اس کے معمولات عادات، اطوار، جذبات وخیالات اس بات کی طرف پہلے ہی اشارہ کر رہے تھے۔ بچپن سے ہی سادہ لوح، حلیم طبع، سنجیدہ، تعلیم کو ہر چیز پر فوقیت دینے والے، دکھی انسانیت کیلئے ہمدردی کے جذبات رکھنے والے، انتہائی ملنسار محمد عامر چیمہ کی خاموش طبیعت کے اندر ایک ایسا طوفان چھپا ہے جو غفلت میں پڑی امت کیلئے انقلابی سوچ اور بیداری کو جنم دے گا۔ شہادت کا عظیم رتبہ پانے والے محمد عامر چیمہ کی ذاتی زندگی کے حوالے سے ان کی بہنوں سے ہونے والی گفتگو قارئین کیلئے پیش خدمت ہے:

س: نماز، روزہ اور تلاوت پر کس حد تک کاربند تھا؟

ج: نماز باقاعدگی سے پڑھتا تھا، روزے باقاعدگی سے رکھتا تھا، رمضان میں تلاوت کرتا تھا۔

س: روزمرہ کے معمولات کیا تھے؟

ج: صبح جلدی اٹھتا، نماز پڑھ کے پھر سو جاتا تھا۔ کبھی کبھار چہل قدمی کرتا تھا پھر ناشتہ کر کے دوبارہ سوتا تھا۔

س: کوئی ایسی عادت جو سب سے زیادہ پسند ہو؟

ج: کسی کو تکلیف نہیں دیتا تھا، بہنوں اور والدین کا خیال رکھتا تھا۔

س: بچپن میں کس حد تک شرارتی یا سنجیدہ تھا؟

ج: سوچ میں گم رہنے والا سنجیدہ شخص تھا، شرارتی نہیں تھا۔

س: پڑھائی میں کیسا تھا؟

ج: بہت زیادہ لائق، اساتذہ کا پسندیدہ سٹوڈنٹ تھا۔

س: اس کا سب سے پسندیدہ مضمون (نصابی) کونسا تھا؟

ج: ریاضی اور فزکس سب سے زیادہ پسندیدہ تھے، کیمسٹری بھی پسند تھی۔

س: اس کا پسندیدہ مشغلہ کیا تھا؟

ج: مطالعہ کرنا، غیر نصابی وتاریخی واسلامی کتابیں اور لٹریچر پڑھتا تھا۔

س: اس کا پسندیدہ پھل کونسا تھا؟

ج: آم سب سے زیادہ پسند تھا۔

س: پسندیدہ ڈش کون سی تھی؟

ج: دال چاول شوق سے کھاتا تھا۔

س: پسندیدہ رنگ کونسا تھا؟

ج: سفید رنگ کا شوقین تھا۔

س: پسندیدہ لباس کونسا تھا؟

ج: شلوار قمیض زیادہ پسند تھی۔

س: دوستوں کو زیادہ وقت دیتا تھا یا اہل خانہ کو؟

ج: گھر میں زیادہ وقت دیتا تھا، دوست بہت کم اور سلجھے ہوئے تھے۔

س: پاکستان کے بارے میں کیا خیالات تھے؟

ج: پاکستان کو اسلامی ریاست کے طور پر دیکھنا چاہتا تھا۔

س: شادی کا پروگرام کیا تھا؟

ج: شادی کا جولائی ۲۰۰۶ء میں جرمن سے واپسی کے بعد پروگرام تھا، رشتہ ڈھونڈ رہے تھے۔

س: پسند کی شادی کرنا چاہتا تھا یا والدین کی مرضی سے؟

ج: والدین پر چھوڑ رکھا تھا۔

س: شہادت کے بارے میں کبھی اپنے خیالات کا اظہار کیا؟

ج: والد سے اکثر ذکر کرتا تھا کہ انسان کو آخرت کا سامان کرنا چاہیے۔

س: سب سے زیادہ خوش کب نظر آتا تھا؟

ج: عام طور پر خوش ہی رہتا تھا۔

س: کس چیز سے خوفزدہ ہوتا تھا؟

ج: کبھی خوفزدہ نہیں دیکھا۔

س: کن چیزوں پر رنجیدہ ہوتا تھا؟

ج: غیرت کے معاملے پر بہت محتاط تھا اور رنجیدہ ہوتا تھا۔

س: جرمنی میں قیام پر کبھی اداسی کا اظہار کیا؟

ج: کبھی اظہار نہیں کیا، لیکن گھر والوں کے جدائی میں اداس ہوتا تھا۔

س: موسم کون سا پسند تھا؟

ج: سردی کا موسم۔

س: اپنے ارد گرد دکھی اور غریب لوگوں کیلئے کیا جذبات تھے؟

ج: غریبوں کیلئے بہت ہمدردی رکھتا تھا، صدقہ خیرات باقاعدگی سے کرتا تھا۔

س: اس کے تعلیمی نتائج کیسے رہتے تھے؟

ج: ہمیشہ آؤٹ سٹینڈنگ میٹرک سے بی ایس سی تک فرسٹ ڈویژن تھی۔

س: کیا سکول و کالج میں غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیتا تھا؟

ج: کبھی حصہ نہیں لیا۔

س: سیر و تفریح کا شوق تھا؟

ج: تفریح کیلئے سفر نہیں کرتا تھا، صرف رشتہ داروں سے ملنے کیلئے سفر شوق سے کرتا تھا۔

س: دوستی کا معیار کیا رکھتا تھا؟

ج: سلام دعا سب سے رکھتا تھا، لیکن سنجیدہ اور قابل لوگوں سے دوستی پسند کرتا تھا۔

س: کبھی کسی سے جھگڑا کیا؟

ج: کسی سے جھگڑتا نہیں تھا، لیکن اگر کوئی گالی دے تو معاف نہیں کرتا تھا۔

س: مستقبل میں کیا بننا چاہتا تھا؟

ج: جرمنی سے تعلیم مکمل کر کے فیصل آباد ٹیکسٹائل یونیورسٹی میں تدریسی فرائض انجام دینا چاہتا تھا۔

س: میوزک کا شوقین تھا یا نہیں؟

ج: میوزک نہیں سنتا تھا۔

س: فارغ اوقات میں کیا کرتا تھا؟

ج: ابو کے کالج کی لائبریری سے کتابیں لا کر پڑھتا تھا۔

س: جرمنی جا کر اس کے معاملات یا عادات میں کیا تبدیلی آئی؟

ج: کوئی تبدیلی نہیں آئی، یورپ جا کر بھی نہیں بدلا۔

س: آخری مرتبہ گھر والوں سے کیا بات ہوئی اور کس بات پر زور دیا؟

ج: ۲۸ فروری ۲۰۰۶ء کو امی سے فون پر بات ہوئی۔ پھر ۵ مارچ ۲۰۰۶ء کو فون پر بات ہوئی تھی، چھوٹی بہن کی شادی جلد کرنے پر زور دیا۔

(روزنامہ انصاف ۲۲ مئی ۲۰۰۶ء)

زندہ باد اے مفتی احمد رضا خاں زندہ باد

جماعت اسلامی کے داعی و حامی روزنامہ انصاف راولپنڈی (۱۴ مئی) کی رپورٹ کے مطابق عامر شہید چیمہ کی نماز جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ اس موقع پر چوہدری نذیر احمد چیمہ کے مرشد سید امیر افضل شاہ بھی تشریف فرما تھے۔

﴿❁﴾ جنازگاہ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، نعرۂ رسالت یا رسول اللہ اور غازی عامر چیمہ تیری عظمت کو سلام جیسے نعروں سے گونجتی رہی غازی عامر چیمہ شہید کے والد نے اعلان کیا کہ ''میں میرا بیٹا اور ہمارا پورا خاندان ''یا رسول اللہ'' کے نعرہ لگانے والے اہلسنت و جماعت ہیں''۔

روزنامہ پاکستان:

۱۳ مئی کی رپورٹ کے مطابق جنازہ مبارکہ کے موقع پر ۵ لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی اور شہید مرحوم کو نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج میں سپرد خاک کیا گیا۔

روزنامہ خبریں:

لاہور کی رپورٹ کے مطابق فضا نعرۂ تکبیر و رسالت سے گونجتی رہی۔

مزید برآں:

نماز جنازہ کے بعد دعا بھی مانگی گئی اور مرحول کی قبر پر بہت کثرت سے پھول اور پھولوں کی چادریں چڑھائی گئیں۔ بلکہ مرحوم کے جلوس جنازہ کے استقبال کیلئے گاؤں کو جھنڈیوں، پھولوں او بینروں سے سجایا گیا اور سبیلیں لگائی گئیں اور رات کو مرحوم کی قبر پر چراغاں کیا گیا۔ رات کو لوگ قبر پر قرآن پڑھتے رہے اور صبح ختم قل شریف کے موقع پر ۲۰ ہزار افراد نے شمولیت کی۔

(بحوالہ قومی اخبارات ۱۵ مئی)

روزنامہ سماج گوجرانوالہ (۱۵ مئی) کے مطابق شام ڈھلے جب اخبار

نویسوں کی ایک ٹیم نے غازی محمد عامر چیمہ شہید کیجائے مدفن کا دورہ کیا تو دیکھا کہ شہید کی قبر پر روشن چراغوں نے عجیب سماں باندھ رکھا تھا۔

ختم قل شریف:

کے بعد بھی شہید کی قبر پر زائرین کی آمد و رفت جاری ہے۔ بعض اوقات دور دراز مقامات سے عشاق حاضر ہوتے ہیں، دیگیں پکوا کر لاتے ہیں یا مختلف اشیاء پر ختم شریف پڑھ کر تبرک تقسیم کرتے ہیں۔ ختم قل شریف کی طرح راولپنڈی میں شہید کی رہائش گاہ پر ختم دسواں کا بھی اہتمام کیا گیا اور کئی دن تک روزانہ گھر میں محفل میلاد ہوتی رہی اور ساروکی میں شایان شان طریقے سے ختم چہلم کی تقریب سعید بھی منعقد ہوئی۔ ﴿﴾ ۲۰ ربیع الآخر ۱۹ مئی بروز جمعہ گوجرانوالہ کے نامور عالم دین صاحبزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی نے شہید کے مزار شریف کے قریب اجتماعی جمعۃ المبارک کا اہتمام فرمایا اور عزیزان و احباب کے تعاون سے تقریباً ۱۲۵ خیمے لگوا کر جمعہ پڑھایا اور صلوٰۃ وسلام پڑھ کر شہید کے مزار پر اجتماعی طور پر حاضری دی اور دعا فرمائی۔

تعمیر مزار:

محمد عامر چیمہ شہید کے والد محترم چوہدری نذیر احمد چیمہ کے مشورہ سے مجاہد اہلسنت پیر محمد افضل قادری امیر عالمی تنظیم اہلسنت اور ان کے رفقاء کے زیر اہتمام محمد عامر شہید کے مزار کی تعمیر کا سلسلہ بڑی تیزی سے شروع ہے۔ روزنامہ انصاف ۱۳

جون کے مطابق شہید کے مزار کی تعمیر کیلئے ترکی کی دو اہم شخصیات نے بھی پیشکشیں کی ہیں۔

المختصر:

نعرۂ رسالت یارسول اللہ بلند کرنا، جنازہ لے جاتے ہوئے کلمہ شہادت و درود و پاک کا ورد کرنا، نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا، ختم قل وختم دسواں وختم چہلم کا انعقاد کرنا، قبروں پر پھول چڑھانا اور اجتماعی حاضری دینا، یہ سب امور اہلسنت حنفی بریلوی کے معمولات میں سے ہیں۔

بہر حال:

مذہب اہلسنت ومسلک اعلیٰ حضرت کا فیضان جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ جاری وساری رہے گا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ

دین کے ایمان وحرمت کے نگہبان زندہ باد
زندہ باد اے مفتی احمد رضا خان زندہ باد
پھر پھر کے تیری راہ پر آجائیں گے گمراہ
محبوب خلائق پھر تر ادر ہو کے رہے گا

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے:

ساروکی ضلع گوجرانوالہ میں واقع ہے اور وزیر آباد سے (رسول نگر جانے والی سڑک پر) ۱۴ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ وہی ساروکی ہے جہاں نائب اعلیٰ

حضرت محدث اعظم پاکستان ابو الفضل حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد تشریف لے جانے سے قبل کچھ عرصہ قیام پذیر رہے اور مرکزی جامع مسجد پیر بلھے شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) میں امامت وخطابت فرماتے رہے۔ آپ کے منجھلے صاحبزادے غازی محمد فضل احمد رجا رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بھی ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ یکم جون ۱۹۵۰ء ساروکی میں ہوئی۔ آج کل ساروکی کا نام پوری دنیا میں شہید ناموس رسالت محمد عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید کی وجہ سے معروف ومشہور ہو ہے۔

رسول پاک کے شیدائیوں میں نام لکھوا کر
منور اس وطن کا کونہ کونہ کر دیا تو نے
ترے جذبے کی ضو قائم رہے گی حشر تک عامر
وزیر آباد کی مٹی کو سونا کر دیا تو نے

فقیر راقم الحروف محمد داؤد رضوی کو بھی اپنے برادر اصغر صاحبزادہ محمد رؤف رضوی، سید امجد حسین بخاری، حافظ محمد رفیق رضوی اور محمد اشفاق رضوی کے ہمراہ ساروکی میں محمد عامر عبدالرحمٰن چیمہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ حکومت کی سختی اور لوگوں سے شہید کے تابوت کی آمد کا وقت بتانے سے گریز کے باوجود لوگ پروانہ وار جنازہ پڑھنے کیلئے ساروکی کی طرف رواں دواں تھے۔ معروف کالم نگار خوشنود علی خاں کے بقول ”یوں لگتا تھا جیسے ہفتہ کے روز سارے ملک کے سارے راستے ساروکی وزیر آباد ہی کی طرف جا رہے تھے“۔ کالم نگار محمد

نعمان راشد میر کے بقول ۱۳ مئی ۲۰۰۶ء کا سورج آگ برسا رہا تھا، جاندار اس کی شدت وحدت سے خود کو بچانے کیلئے ٹھنڈے کمروں اور سائے دار جگہوں پر مصروف کار تھے مگر ساروکی چیمہ ایک ایسا گاؤں تھا جہاں ہزاروں مرد وخواتین، پیر وجوان شدت گرمی، حبس اور موسم کی سختی کے باوجود رواں دواں اور متحرک دکھائی دے رہے تھے۔ گلی کوچوں اور بازاروں کو رنگا رنگ ومختلف نعروں پر مشتمل بینروں اور جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا۔ ہر راستے میں پانی کی سبیلیں لگائی گئی تھیں۔ فضاء معطر معطر سی تھی، گاؤں کو جانے والے راستے پر لوگ ہی لوگ دکھائی دے رہے تھے۔ یہ اہتمام کسی شہنشاہ کے استقبال کیلئے نہیں تھا بلکہ اس انسان کیلئے تھا جو دنیاوی لحاظ سے کسی اونچے عہدے پر فائز نہ تھا۔ ۞ یہ سارا اہتمام وانتظام اس نوجوان کیلئے تھا، جس نے شان رسالت ﷺ میں گستاخی کرنے والے ایک اخبار کے ایڈیٹر کو چھریوں کے وار کر کے شدید زخمی کر دیا تھا اور جرمن پولیس نے جیل میں پابند سلاسل اس نوجوان کو وحشیانہ تشدد کر کے ہمیشہ کیلئے ابدی نیند سلا دیا تھا۔ یہ لوگ اسی شہید ناموس رسالت، عاشق رسول ﷺ محمد عامر عبدالرحمٰن چیمہ کے آخری دیدار اور نماز جنازہ میں شرکت کیلئے جوق در جوق وہاں پہنچ رہے تھے۔ شہید کے کچے مکان سے جب اس کا جسد خاکی اٹھایا گیا تو فضاء کلمہ شہادت کے ورد، نعرہ تکبیر ورسالت اور درود شریف سے گونج اٹھی۔ ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر مکتبہ فکر اور ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد اس شہید وفا کو خراج عقیدت ومحبت پیش کر رہے تھے۔ تابوت پر ہزاروں من

پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔

(گوجرانوالہ ٹائمز ۱۵ مئی)

بہر حال تقریباً ساڑھے گیارہ بارہ بجے جب شہید کا تابوت ساروکی پہنچا تو وہاں اخبارات کے مطابق سوگ کی بجائے جشن کی فضاء تھی، گاؤں کی جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا اور سبیلیں لگائی گئیں تھی۔ ایسا کیوں نہ ہوتا؟ اپنے آقا ومولی ﷺ کا جشن ولادت منانے والے غازی محمد عامر شہید کی تشریف آوری ہو رہی تھی۔ چنانچہ شہید کا تابوت نعرۂ تکبیر ورسالت غلام ہیں غلام رسول کے غلام ہیں، غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے اور درود شریف وکلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے جنازہ گاہ میں لایا گیا تو ماحول خوشبوؤں سے معطر ہو گیا اور سب نے کھڑے ہو کر ہاتھ بلند کر کے نعرۂ رسالت لگاتے ہوئے عامر شہید کا استقبال کیا۔ روز نامہ انصاف (۱۴ مئی) کے مطابق صبح سے شدید گرمی تھی مگر جب عاشق رسول کی میت کو نماز جنازہ کیلئے لایا گیا اور جیسے ہی شہید کے جسد خاکی کو ایمبولینس سے باہر نکالا گیا تو ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکوں سے موسم خوشگوار ہو گیا اور ٹھنڈی ہوا اس وقت تک جاری رہی جب تک شہید کی نماز جنازہ ادا کی جاتی رہی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ شہید کی برکت سے ایسا ہوا ہے۔ گویا کہ

آئیاں ٹھنڈیاں ہواواں مدینے دیاں
یاد آئیاں فضاواں مدینے دیاں

اس موقع پر سید محمد محفوظ شاہ صاحب مشہدی، پیر محمد افضل قادری صاحب،

پیر سید عظمت علی شاہ صاحب استانہ عالیہ کیلیانوالہ شریف، سید ضیاء الاسلام شاہ صاحب نارووالی شریف، سید محمد اجمل شاہ صاحب گیلانی، سید سعادت علی حسین شاہ صاحب آستانہ عالیہ نقشبندیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف، سید محمد حسین شاہ صاحب، صاحبزادہ محمد سعید احمد شاہ صاحب گجراتی، علامہ غلام نبی صاحب جماعتی، علامہ محمد رضاء المصطفیٰ ظریف قادری، صاحبزادہ محمد عثمان قادری گجراتی، علامہ محمد عنصر القادری، مولانا محمد خالد حسین مجددی، مولانا محمد حنیف چشتی، مولانا محمد فاروق رضا ابن علامہ محمد حاکم علی رضوی، علامہ خادم حسین رضوی لاہور، پروفیسر صاحبزادہ محمد عبد الرحمٰن جامی، مولانا محمد سرور قادری گوندلوی، مولانا محمد صفدر رضا، مولانا محمد ضیاء اللہ قادری، مولانا محمد یسین نعیمی، محمد زاہد حبیب قادری کنوینئر سنی تحریک گوجرانوالہ، محمد یعقوب فریدی سمیت جماعت اہلسنت پاکستان، عالمی تنظیم اہلسنت، جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان، انجمن طلبہ اسلام سنی تحریک، سنی فورس، دعوت اسلامی کے بے شمار عہدیداران اور لاکھوں معتقین موجود تھے۔ جلوس جنازہ کے راستے میں جماعت اہلسنت پاکستان اور جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان سمیت کئی تنظیموں کی طرف سے بینرز لگے تھے جن میں سے بعض پر لکھا تھا۔ ❖ عامر شہید! تجھے مدینے کی ہوائیں سلام کہتی ہیں۔ ❖ مبارک ہو تو نے بڑا رتبہ پالیا۔ عشق رسول میں تو نے سر اپنا دیا تو نے کمال کر دیا۔ ❖ اے شہید ناموس رسالت! ساروکی کی زمین تجھے بوسہ دینے کیلئے بے تاب ہے۔ ❖ ایک بینر پر جلوس جنازہ کے شرکاء کو مخاطب کر

کے لکھا گیا تھا:

شہید تم کو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارا لہو بھلا نہ دینا

القصہ مختصر:

شہید کے جنازہ کا عجیب پر کیف نورانی منظر تھا جب لاکھوں دیوانے تقریباً پونے ایک بجے پسینہ میں شرابور، عشق رسول ﷺ سے معمور، شہید کا جنازہ پڑھنے کی خوشی سے مسرور تھے۔

شہید کے چچا بشیر احمد چیمہ کے مطابق نماز جنازہ کیلئے اٹھارہ ایکڑ جبکہ مہمانوں کی گاڑیوں کی پارکنگ کیلئے تین ایکڑ اراضی تیار کی گئی۔

محمد عامر چیمہ کے جنازہ کی عزت وتکریم دیکھ کر میری زبان پر بار بار عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا شعر جاری ہو رہا تھا:

نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری
فدا ہو کہ تجھ پر یہ عزت ملی ہے

یعنی جو رسول پاک ﷺ کے نام پر قربان ہوتا ہے اور ان کی غلامی اختیار کرتا ہے۔ اس کی دنیا میں بھی عزت ہوتی ہے، قبر میں بھی عزت ہوتی ہے اور اسے آخرت میں بھی عزت وتوقیر حاصل ہوگی۔

مغربی ذرائع ابلاغ کی حیرانگی:

معروف کالم نگار محمد عرفان صدیقی لکھتے ہیں کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے

لیکن عامر چیمہ شہید جیسی موت کس کو نصیب ہوتی ہے؟ محمد عامر چیمہ شہید کی دعائے قل میں شرکت کیلئے ساروکی جاتے ہوئے ساروکی سے ذرا پہلے میں جسٹس (ر) افتخار چیمہ کے گھر رکا، جہاں سابق صدر رفیق تارڑ بھی موجود تھے۔ شہید کے جنازے کے منظر موضوع گفتگو تھا، اتنا بڑا اجتماع ساروکی کی فضاؤں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لوگ ننگے پاؤں دہکتی زمین پر دوڑے چلے آرہے تھے۔ آسمان سے آگ برس رہی تھی لیکن عشق کی سرمستیوں نے انہیں اپنے آپ سے بے نیاز کر دیا تھا، وہ گر رہے تھے، بے ہوش ہو رہے تھے، پسینے میں شرابور تھے، پیاس سے ان کے ہونٹ چٹخنے لگے تھے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کے نمائندے جنوں کی کرشمہ سامانیاں دیکھ رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے کہ یہ لوگ کس سیارے کی مخلوق ہیں؟ بی بی سی کا نمائندہ بار بار منرل واٹر کی بوتل سے منہ لگا رہا تھا، بار بار پسینے سے تر چہرہ پونچھ رہا تھا۔ اس نے مائیک جسٹس (ر) محمد افتخار چیمہ کے سامنے کیا تو وہ بولے: تم لوگ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے، تمہارے پاس یہ تصور ہی نہیں کہ مسلمان رسول اکرم ﷺ سے کیسی محبت کرتے ہیں۔ ہمارے لئے اپنی جانیں، اپنے مال، اپنی اولادیں، ناموس رسالت ﷺ کے سامنے ہیچ ہیں۔ تمہیں اندازہ نہیں کہ محمد عامر چیمہ سے لوگوں کی اس بے پایاں محبت کی وجہ کیا ہے؟

ساروکی سے واپس آتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ کیسے کیسے نام آور دنیا سے جاتے ہیں تو ایک آنکھ بھی نم نہیں ہوتی اور کیسے کیسے کم نام، اپنی آخری ہچکی کے

ساتھ ہی کبھی نہ غروب ہونے والا آفتاب جہاں تاب بن جاتے ہیں اور کروڑوں انسانوں کے دلوں میں خوشبوؤں کی طرح بس جاتے ہیں، کیا یہ اسم محمد ﷺ کا اعجاز ہے؟

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۶ مئی ۲۰۰۶ء)

تدفین کے وقت بھی بے شمار علماء احباب اہلسنت موجود تھے۔ اس دوران نعت خوانی ہوتی رہی اور درود سلام پڑھا جاتا رہا۔ اس موقع پر پیر محمد افضل قادری صاحب کے دریافت کرنے پر محمد عامر عبدالرحمٰن شہید کے چچا جان چوہدری بشیر احمد چیمہ نے سب لوگوں کی موجودگی میں اعلان کیا کہ ہم اہلسنت ہیں، بریلوی مکتبہ فکر سے ہمارا تعلق ہے۔ ہم میلاد منانے والے، ختم درود پڑھنے والے، اولیاء سے عقیدت رکھنے والے اور یارسول اللہ کا نعرہ بلند کرنے والے لوگ ہیں اور ہمارے بیٹے محمد عامر عبدالرحمٰن کے بھی یہی جذبات تھے۔ اسی لئے اس نے سرکار ﷺ کے نام پر جان قربان کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اف توبہ! جنازے پر بھی سیاست:

افسوس! کہ بعض سیاسی اور کالعدم تنظیموں کے رہنما شہید کے جنازہ کے سلسلہ میں بھی اپنی دوکانداری چمکانے سے باز نہ آئے حتیٰ کہ محمد عامر کی شہادت کی خبر سنتے ہی اخبارات میں شہید کے والدین کی مرضی کے بغیر اپنے طور پر شائع کرادیا کہ فلاں فلاں صاحب محمد عامر کا جنازہ پڑھائیں گے۔ چنانچہ شہید کے والد کا اخباری بیان بھی جاری ہوا کہ سیاسی لوگ ہمارے ساتھ ایسا نہ کریں۔ جنازہ کے وقت بھی کئی

کالعدم تنظیمیں اسلحہ سمیت اسٹیج پر موجود تھیں اور علماء اہلسنت کو اسٹیج سے دور رکھنے کی ناکام کوشش کی جارہی تھی۔ بہر حال پیر محمد افضل قادری، مولانا محمد خالد حسن مجددی اور بعض دیگر علماء کارکنان کی جرأت وکوشش سے اہلسنت کا اسٹیج پر غلبہ ہوگیا اور شر پسند بدعقیدہ لوگ پسپائی پر مجبور ہوگئے اور شہید کا جنازہ پڑھانے کی سعادت ھی سنی بریلویوں کو حاصل ہوئی۔ اخباری پروپیگنڈا کرنے والوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ (فالحمد للہ علی ذالک)

ممتاز حسین قادری

کی سیرت کی چند جھلکیاں

از قلم: دلپذیر اعوان قادری
0333-5818450
برادر غازی ممتاز حسین قادری صاحب

تاریخ پیدائش محمد علی قادری:

29/9/2011

گستاخ رسول کو نیست و نابود کرنے کا درس:

﴿1﴾...... 29-09-2010 ٹھیک 4 بجے محمد علی مکا مارو محمد علی زور سے مکا مارو محمد علی ان گستاخوں کو بہت زور سے اور غصے سے مارو جنہوں نے ہمارے نبی پاک، سرکار دو عالم ﷺ کے خاکے بنائیں ہیں اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں۔

﴿2﴾...... یہ محمد علی کی پیدائش کا پہلا دن تھا اور ابھی وہ نوزائدہ بچہ صرف 6 گھنٹوں کا تھا کہ اس کا باپ اور میرا چھوٹا بھائی اور امت مسلمہ کا آج کا ہیرو ناموس رسالت ﷺ کا محافظ و مجاہد اور بارگاہ رسالت کا منتخب غلام، غازی ممتاز حسین قادری اپنے نوزائیدہ بچے کے دائیں ہاتھ کو بائیں طرف اور بائیں ہاتھ کو دائیں طرف لہرا

لہرا کر اسے درس دے رہا تھا کہ گستاخان رسول کو نیست و نابود کر دو، انہیں واصل جہنم کر دو۔

﴿3﴾...... میں تقریباً (دلپذیر) 60 فٹ دور داخلی دروازے پر کھڑا یہ عجیب و غریب ماجرا اور جنگ ہوتے ہوئے سن اور دیکھ رہا تھا اور ورطہ حیرت میں پڑا ہوا تھا۔

﴿4﴾...... اور جب مکا لہراتے ہوئے 6 گھنٹے کے نوزائیدہ بچے محمد علی قادری ولد غازی ممتاز حسین قادری کے چہرے پر غصے کے آثار نظر آنے لگے تو غازی صاحب مسکرانے لگے اور پھر نوزائیدہ کے جوش کو دیکھ کر غازی صاحب کی آواز میں بھی شدت آتی چلی گئی اور بچے کے چہرے کے تاثرات بھی عجب رخ اختیار کرتے چلے گئے۔

﴿5﴾...... اور میں اس عجیب و غریب جنگ کو دیکھ کر کانپ کر رہ گیا میں نے کوشش کی کہ باپ بیٹے عاشق اور غلام کے پاس جاؤں...... مزید نزدیک ہو جاؤں لیکن میرے پاؤں منوں بھاری ہو چکے تھے۔ میں بامشکل سیڑھیاں چڑھ کر کمرے میں داخل ہوا اور پھر مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ اور پھر میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ محمد علی 24-25 سال کا ایک لمبا تڑنگا، خوبرو، مضبوط اور چاک و چوبند جوان تیز تیز کبھی ادھر بھاگ رہا ہے اور کبھی ادھر بھاگ رہا ہے۔ جو بھی اسے روک کر پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے کیا ہوا۔ لیکن نہ تو وہ کسی کی سنتا ہے اور نہ ہی کوئی جواب دیتا ہے۔ یہ

دیکھ کر میں قریب جاتا ہوں اور بازو سے پکڑ کر یہی سوال دہراتا ہوں کہ جناب قادری صاحب کیا ماجرا ہے؟ اور پھر میری آنکھ کھل جاتی ہے اور میرے کان میں اذان کی آواز آتی ہے۔

﴿6﴾...... جو ممتاز حسین قادری اپنے نوزائیدہ محمد علی کو ہاتھوں میں اٹھائے اس کے کان میں دے رہیں ہیں۔

غازی صاحب کی ولادت کی بزرگ نے بشارت دی

﴿7﴾...... ممتاز صاحب کی پیدائش سے تقریباً 2 سال قبل 1983ء میں والد محترم الحاج ملک محمد بشیر کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ کمرے کے جنوبی کونے میں باریش نورانی چہرے والے بزرگ نماز پڑھ رہیں ہیں، والد صاحب بتاتے ہیں کہ میں حیران و پریشان ہو گیا کہ شدید سردی کی وجہ سے نہ صرف کمرے کا دروازہ بلکہ کھڑکی بھی بند کر کے سویا تھا تو یہ بزرگ کیسے اور کہاں سے اندر تشریف لے آئے؟ میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ان بزرگوں نے سلام پھیرا اور جائے ناز سے اٹھ کر خاموشی سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر جانے لگے، بیرونی دروازہ میرے بیڈ کے ساتھ تھا۔ دروازے سے باہر جانے سے پہلے بزرگ رکے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ بشیر صاحب! جہاں ہم نے نماز پڑھی ہے وہاں ایک اللہ کا ولی اور عاشق رسول پیدا ہو گا۔ جو آپ کا نام پاکستان اور پوری دنیا میں روشن کرے گا۔ اور اس کی ایک للکار سے مشرق سے مغرب، شمال سے جنوب چار سو کفر کے ایوانوں میں زلزلہ

طاری ہو جائے گا اور پاکستان کی نہ صرف نظریاتی سرحدیں بلکہ جغرافیائی سرحدوں کو بھی دوام حاصل ہو جائے گا یہ فرمایا اور رخصت ہو گئے۔ میں بستر سے اٹھا نماز تہجد کا وقت ہو چکا تھا میں نے وضو کیا اور وہاں ہی جہاں بزرگ نے نماز پڑھی تھی نماز پڑھنا شروع کر دی۔ کیونکہ جائے نماز وہاں مستقل بچھی رہتی تھی۔ اس دن صبح بہت جلدی نمودار ہوئی اور میں اس دن کافی ہشاش بشاش تھا۔

﴿8﴾...... کچھ دن تو یہ بات مجھے یاد رہی لیکن پھر میں بھول گیا اور اپنے کام کاج اور مزدوری میں مشغول ہو گیا۔ اور پھر 1985ء کے سال کے پہلے مہینے کے پہلے دن یعنی 01-01-1985 کی صبح ممتاز صاحب کی پیدائش ہوئی۔ اور عجب بات یہ تھی کہ ان کی جائے پیدائش اسی کمرے کا وہی جنوبی کونا تھا۔ جہاں نورانی صورت والے بزرگوں نے نماز پڑھی تھی اور جہاں ممتاز صاحب کی ولادت کا ذکر کیا تھا۔ یہ بات یاد آتے ہی میں بہت خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گیا۔ اور بہت بہت زیادہ خوش ہو گیا۔

﴿9﴾...... لیکن عجب بات یہ تھی کہ ممتاز کا رنگ و روپ میرے دوسرے بچوں سے مختلف تھا۔ یعنی کہ میرے دوسرے بچے صاف رنگت کے مالک تھے جب کہ ممتاز کا رنگ دھبا ہوا سانولہ تھا۔ اور بال بھی گھنگریالے تھے۔ میں یہ تضاد دیکھ کر مزید حیرت میں ڈوب گیا۔ اور اس نوزائیدہ کو اللہ رب العزت اور پیارے نبی ﷺ کا تحفہ جانتے ہوئے خوب مٹھائی تقسیم کی اور ختم قرآن اور میلاد کی محفل کا انعقاد کیا۔

ممتاز نے گھریلو حالات بھی ممتاز کر دیئے

﴿10﴾...... جوں جوں ممتاز صاحب بڑے ہوتے گئے گھر کے حالات بہتر ہوتے گئے۔ ممتاز صاحب کی پیدائش سے پہلے میرے تمام بچے بے روزگار تھے۔ گھر کا سارا خرچہ مجھ ناتواں کے کندھوں پر تھا۔ میں دیہاڑی دار مزدور تھا۔ سارا دن ریت سیمنٹ میں مزدوری کرتا اور 10 بچوں + ممتاز صاحب 11 بچوں کو خون پسینے کی کمائی ہوئی رزق حلال کی روٹی کھلاتا۔

ممتاز صاحب کی پیدائش کے بعد جب اچانک میرے دو بچوں کو محکمہ PTCL میں نوکری ملی تو میری خوشی دیدنی تھی ایک تو اکٹھے ہی دو بچوں کو روزگار اور وہ بھی ایک اچھے محکمے PTCL میں میں جہاں تنخواہ بہت اچھی تھی۔

﴿11﴾...... میرے ناتواں جسم میں ایک نئی جان پڑ گئی۔ میں اور زیادہ محنت سے کام کرنے لگا۔ ایک ویران۔ تنگ دست گھرانے میں خوشیوں کے شادیانے بجنے لگے۔ ایک دوسرے کو ہنستا ہوا دیکھ کر ہم خوب ہنسنے مسکرانے لگے۔

﴿12﴾......اور پھر تقریباً دو سال کے وقفے سے دو اور بچوں کو بھی اکٹھے ہی روزگار میسر آ گیا اب گھر کے حالات بدلنے شروع ہو گئے۔

﴿13﴾...... پہلے سردیون میں رات کو آٹے والی بوری اوڑھ کر سوتے تھے اب رزائی آ گئی تھی۔ بچوں کو بھی سردیوں میں سردی سے بچانے کے لئے آٹے والی بوریاں سی کر اوپر کرنے کے لئے دی جاتی تھی لیکن اب رضائیاں آ گئی تھیں۔

پہلے روٹی لکڑی جلا کر پکاتے تھے اب گیس لگوا لی تھی۔ سوکھی روٹی کے بجائے اب بچوں کو گھی والے پراٹھے ملنے لگے تھے۔ نئے بستر اور کچھ نئے برتن بھی آئے تھے۔ چند کرسیاں اور میز بھی خرید لئے گئے تھے۔

گھر کی کچی دیواروں اور چھت جو کہ مٹی کی تھی انہیں پختہ کرنے کا بھی انتظام ہو گیا تھا۔ غرض یہ کہ وہ سارے خواب جو ایک غریب محنت کش اپنی اولاد کے متعلق سوچ سکتا ہے پورے ہونا شروع ہو گئے تھے۔

﴿14﴾...... میرے ان تمام خوابوں کو تعبیر دینے والا وہ کالا سانولہ میرا آخری بچہ.............. ممتاز حسین قادری تھا۔ یہ بات شاید میرے علاوہ نہ کوئی جانتا تھا اور نہ ہی سمجھ سکتا تھا۔

تعلیم وتربیت

﴿15﴾...... دونوں بڑے بچوں سفیر اعوان اور دلپذیر اعوان کی شادی کے بعد ممتاز صاحب کو علاقہ کے ایک اچھے انگلش میڈیم سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ لیکن کیا خبر تھی کہ وہ تو سر سے پاؤں تک عربی میڈیم ہے۔

﴿16﴾...... پہلی کلاسوں میں ممتاز صاحب خاموش طبع اپنے کام سے کام رکھنے والے بغیر کسی کی مدد کے سکول کے لئے تیار ہو جانا اپنا ہوم ورک بغیر کسی کی مدد کے کر لینا جیسے مشاغل میں تھے۔

﴿17﴾...... جب کلاس پنجم میں پہنچے تو نعتیں پڑھنا شروع کر دی۔

محافل میں جانا شروع کر دیا۔ جسم اور لباس کو صاف رکھنا شروع کر دیا۔ خاموشی مزید بڑھتی چلی گئی۔

﴿18﴾...... جب ششم میں پہنچے تو قد کاٹھ میں سب سے اوپر جا رہے تھے اور لحیم شحیم بھی تھے۔ اب سر پر عمامہ شریف باندھنا شروع کر دیا۔ ہر وقت مسکراتے رہتے۔ کسی بات کا برا نہ مناتے۔

دنیائے اہلسنت کی عظیم روحانی شخصیت کا مرید ہونا

﴿19﴾...... جب دہم میں پہنچے تو امیر دعوت اسلامی، جناب مولانا الیاس قادری عطاری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے در پر بیعت ہو گئے اور دوسروں کو بھی امیر دعوت اسلامی سے بیعت ہونے کی ترغیب دینا شروع کر دی۔ جس کی بدولت گھر اور باہر کے بہت سے لوگ امیر دعوت اسلامی کے بیعت ہو گئے۔

﴿20﴾...... اب وہ دور شروع ہوا کہ انگریزی پڑھائی سے دل اچاٹ ہو گیا۔ زیادہ تر محافل میں شرکت کرتے۔ پڑھائی میں کم توجہ دیتے یہاں تک ایک دن مجھ سے کہا کہ مجھے سکول کے بجائے مدرسہ میں داخل کروا دیں۔ اور اگر ممکن ہو تو مجھے مدرسۃ المدینہ کراچی بجھوا دیں۔

﴿21﴾...... لیکن وقت کی نزاکت اور حالات کے پیش نظر میں نے انہیں تعلیم جاری رکھنے کا کہا۔ اور دوسرے دیگر بھائیوں نے بھی پڑھائی جاری رکھنے کا کہا۔ بمشکل راضی ہوئے اور پھر میٹرک کرنے کے بعد انہیں سویڈش ٹیکنیکل کالج

سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں سول میکینکل میں داخل کروا دیا گیا۔ پہلا سال تو کالج میں بہت اچھا رہا لیکن دوسرے سال سے شکایتیں آنے لگی کہ بچہ غیر حاضر رہتا ہے۔ جب پوچھا گیا تو پتہ چلا کہ ممتاز صاحب کالج کے بجائے محافل میں چلے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے پڑھائی کا نقصان ہو رہا ہے۔ ابھی یہ معاملات چل ہی رہے تھے کہ پنجاب پولیس میں بھرتی کا شیڈول جاری ہوا۔

پولیس میں بھرتی ہونا

﴿22﴾...... اس وقت ممتاز صاحب 18 سال اور تقریباً 2 ماہ کے ہی تھے کہ راولپنڈی پولیس میں بھرتی ہو گئے۔ بعد میں جب ممتاز صاحب ایک سال کی ٹریننگ کے لئے لاہور چلے گئے تو مجھے تنہائی اور جدائی کا شدید احساس ہوا میں دوسرے بچوں سے چھپ کر اور انہیں بتائے بغیر لاہور ممتاز صاحب سے ملنے چلا جاتا۔ اور پھر واپسی پر بیگم اور بچوں کو اس لئے نہ بتاتا کہ وہ ناراض ہوئے کہ اتنا خرچہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جبکہ ممتاز ایک ماہ کے بعد چھٹی پر آ ہی جاتا ہے۔

بہر حال میں نے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔ جب تک کہ ممتاز صاحب کی ایک سال کی ٹریننگ ختم نہ ہو گئی۔

﴿23﴾...... ٹریننگ سے واپسی پر ممتاز صاحب نے پولیس کے مختلف سٹیشن پر ڈیوٹی کی۔ ہر پولیس آفیسر انہیں بہت پسند کرتا تھا۔ کیونکہ ایک تو یہ وقت کے بہت پابند تھے۔ دوسرا ہمیشہ وردی میں رہتے با ادب اور انتہائی ملنسار تھے۔ چوتھا

ڈیوٹی اور فرائض میں قطعاً کوئی کوتاہی یا چوری نہ کرتے تھے یہاں تک کہ نماز کے اوقات میں جو وقت خرچ ہو جاتا وہ الگ سے ڈیوٹی ادا کر کے اپنا وقت پورا کر دیتے تھے۔ پولیس کے ہر جوان اور آفیسر کی خواہش تھی کہ ممتاز صاحب اس کے ساتھ رہیں۔

﴿24﴾...... لیکن ممتاز صاحب کی خواہش کیا تھی اور وہ کس کے ساتھ رہنا چاہتے تھے یہ شاید کوئی نہیں جانتا۔ جہاں تک میرے علم میں ہے ان کا حلقہ احباب بہت کم تھا۔

کمانڈو کورس کرنا

﴿25﴾...... 2006ء میں ممتاز صاحب ایلیٹ کورس (کمانڈو کورس) کرنے لاہور چلے گئے۔ وہاں انہوں نے انتہائی امتیازی صلاحیتوں کے ساتھ کمانڈو کورس مکمل کیا۔

﴿26﴾...... ایک بات جوان کے کمانڈو کورس کے دوران مشہور ہوئی کہ ممتاز صاحب نشانہ باز بہت اچھے تھے۔ یہاں تک کہ چلتے ہوئے اور بھاگتے ہوئے بھی اور آنکھیں بند کر کے بھی صحیح نشانہ لگا سکتے تھے۔ اس خوبی کی بنیاد پر کمانڈو تربیت دینے والے اساتذہ ان کی بہت قدر کرتے تھے اور آج بھی گاہے بگاہے خیریت پوچھتے رہتے ہیں۔

﴿27﴾...... دوران تربیت کمانڈو کورس ایک اقعہ سناتا ہوں۔ کمانڈو کورس

کے آخر میں ایک آخری امتحان ہوتا ہے۔ جس میں دو کمانڈو کو فوری طور پر لڑایا جاتا ہے جس میں وہ ایک دوسرے کا بازو بھی توڑ سکتے ہیں اور سر بھی پھاڑ سکتے ہیں۔ ان دو کمانڈو کو اس وقت تک کمانڈو کورس میں پاس نہیں کیا جاتا جب تک کہ دونوں میں سے کسی ایک کا بازو نہ ٹوٹ جائے یا پھر لڑائی کے دوران سر نہ پھٹ جائے۔ یا پھر دونوں زخمی نہ ہو جائیں۔ بہر حال دونوں میں سے کوئی ایک بھی شدید زخمی ہو جائے تو دونوں کمانڈو کو یہ کہہ کر پاس کر دیا جاتا ہے کہ انہیں نے حقیقی لڑائی لڑی ہے۔ جب ان کا وقت آیا تو جس صبح ان کی لڑائی تھی اس رات کو دوسرا کمانڈو ان کے پاس آیا اور ممتاز صاحب سے کہا کہ ممتاز صاحب! مجھے تو ہڈی تڑوانے سے اور سر پھاڑ سے بہت ڈر لگ رہا ہے کیونکہ کچھ ماہ بعد میری شادی ہے اگر دوران لڑائی آپ نے میرا سر یا بازو توڑ دیا تو میں تو شادی کے قابل نہیں رہوں گا اس لئے اگر آپ مہربانی فرمائیں تو کل صبح کی لڑائی میں آپ مجھے وار کرنے کا موقع دیں میں آپ کا سر یا بازو توڑنے کے بجائے ناک توڑ دوں گا اور یوں ہم دونوں پاس بھی ہو جائیں گے اور آپ کو شدید ضرب بھی نہیں آئے گی اور میری شادی بھی ہو جائے گی۔

﴿28﴾...... ممتاز صاحب نے کہا کہ بھائی شادی تو میری بھی ہو رہی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ تم سے بھی پہلے ہو رہی ہے اس لئے میرا ناک توڑنے کے بجائے اگر آپ مہربانی فرما کر اپنا ناک تڑوا لیں تو ذرہ نوازی ہو گی۔ (واقعی ممتاز صاحب کی شادی تیار تھی۔ دلپذیر اعوان)

﴿29﴾ ...... یہ سن کر وہ کمانڈو مایوس ہو کر واپس لوٹ گیا۔

﴿30﴾ ...... صبح اکھاڑے میں جب دونوں کمانڈوز کو چھوڑا گیا تو لڑائی تقریباً 45 منٹ جاری رہی لیکن دونوں کمانڈوز میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کو کاری ضرب لگانے میں جب کامیاب نہ ہوا تو استاد نے انہیں 15 منٹ کے بعد مزید 15 منٹ دیئے اور کہا کہ اگر ان 15 منٹوں میں کوئی رزلٹ نہ آیا تو پھر آپ دونوں کی لڑائی دوسرے کمانڈوز سے کرائی جائے گی۔

﴿31﴾ ...... یہ سن کر دوسرا کمانڈو کچھ گھبرا گیا اور ممتاز صاحب سے ایک بار پھر درخواست کی کہ ممتاز بھائی! مہربانی فرمائیں۔ مجھے موقع دیں۔ اگر میں معذور ہو گیا تو میری شادی بہت لیٹ ہو جائے گی پلیز۔ ممتاز صاحب نے کمانڈو کی بات مان لی۔ اور اسے کہا کہ میں 30 سیکنڈ تک اپنا دفاع نہیں کروں گا ضرب لگانی ہے لگا لو۔ لیکن اس کے بعد وقت نہیں دوں گا۔

﴿32﴾ ...... یہ سنتے ہی دوسرے کمانڈو نے ممتاز صاحب کو تشکر بھری نگاہوں سے دیکھا اور پھر ان کے چہرے پر وار کر کے ان کی ناک کی ہڈی توڑ دی۔

﴿33﴾ ...... استاد نے دونوں کمانڈو کو پاسنگ سرٹیفکیٹ جاری کر دیا اور ممتاز صاحب کو سٹیچر پر ڈال کر ہسپتال روانہ کر دیا گیا۔

﴿34﴾ ...... اگلے دن ممتاز صاحب شام کو ہسپتال سے واپس سینٹر میں آ گئے۔ ان کی ناک پر پلستر ہوا تھا لیکن!

﴿35﴾ ...... جب انہوں نے اپنے دوسرے کمانڈو دوست کو بتایا کہ ان کے ناک کی ہڈی محفوظ رہی ہے۔ ٹوٹی نہیں۔ تو وہ کمانڈو حیران ہو گیا۔ کہنے لگا نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کل ہڈی ٹوٹنے کی آواز آئی تھی جسے سن کر استاد نے چیک بھی کیا تھا اور دونوں کو پاس بھی کر دیا تھا۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کی ہڈی بھی نہ ٹوٹی ہو اور آواز ٹوٹنے کی بھی آئی ہو۔

﴿36﴾ ...... ممتاز صاحب نے اپنے کمانڈو دوست کو بتایا کہ جب میں ہسپتال پہنچا ڈاکٹر نے مجھے چیک کیا تو کہنے لگا کہ ممتاز صاحب مبارک ہو آپ کی ہڈی ناک میں ہوا ہونے کی وجہ سے ٹوٹنے سے بچ گئی۔

جب آپ پر وار ہوا تھا اور ناک ٹوٹنے کی آواز آئی تھی تو وہ آواز ہڈی ٹوٹنے کی نہیں تھی بلکہ آپ کی ناک میں موجود ہوا کی آواز تھی۔ جس کی وجہ سے ناک پر جب چوٹ لگی تو ہوا بھی خارج ہوئی آواز بھی آئی۔ اور ناک بھی پچک گئی۔ جو ظاہری طور پر ایسا لگ رہا تھا کہ آپ کی ناک ٹوٹ گئی ہے اگر میں بھی وہاں ہوتا تو میرا بھی پہلا مشاہدہ یہی ہوتا۔ آپ کو مبارک ہو آپ دونوں کمانڈو بروقت اپنی اپنی شادی رچا سکتے ہیں۔

شادی کی تیاریاں شروع

﴿37﴾ ...... اور پھر کمانڈو کورس سے واپسی پر ہم نے غازی ممتاز صاحب کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے شروع کر دی۔ کیونکہ یہ ہمارے گھرانے کی آخری

شادی تھی۔

﴿38﴾...... ہمارے رسم و رواج کے مطابق شادیاں بڑے دھوم دھام سے ہوا کرتی ہیں۔ یہی سوچ کر ہم سب گھر والوں نے ان کی شادی کی تیاریاں بڑی دھوم دھام سے شروع کر دی۔ مہندی پر دوستوں اور کزنوں کے اصرار پر پوٹھواری شعر و شاعری کا انعقاد کرنا ٹھہرا اور بارات بڑے دھوم دھام سے لے جانے کا پروگرام بنا۔ ولیمہ کا پروگرام بھی کسی بڑے ہوٹل میں کرنا ٹھہرا۔

شادی سادگی سے کی

﴿39﴾...... لیکن ہم گھر والوں سمیت سب رشتے داروں کے خواب چکنا چور ہو گئے جب غازی ممتاز صاحب نے شادی سے صرف ایک ہفتہ پہلے یہ اعلان کر دیا کہ شادی نہ صرف بہت سادگی سے ہو گی بلکہ انتہائی سادگی سے ہو گی اور مہندی پر کسی قسم کا کوئی ڈسکو یا پوٹھوآری پروگرام نہیں ہو گا بلکہ میلاد شریف کی محفل ہو گی۔ اور ولیمہ دو دیگوں سے زیادہ پر مشتمل نہیں ہونا چاہئے اور بارات بھی صرف زیادہ سے زیادہ 30 افراد پر مشتمل ہونی چاہئے اور لڑکی والوں سے بھی کہہ دیں گے وہ بھی ان تمام شرائط پر عمل کریں اور مجھے کسی قسم کے جہیز کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

اور نہ ہی زیور وغیرہ اور دیگر لوازمات پر رقم خرچ کی جائے اگر شادی 20 ہزار روپے میں ہو جائے تو بہت بہتر ہے اگر مجبوری ہو تو مزید 10 ہزار کرچ کیا جائے زیادہ نہیں۔

﴿40﴾......اور پھر ان کی خواہش کے مطابق ہی شادی سرانجام پائی علاقہ کی جامع مسجد کے خطیب و امام مولانا محمد اشرف صاحب اور عاشقان مصطفیٰ نے مہندی والے دن بڑی شاندار محفل میلاد کا انعقاد کیا جس کی ویڈیو موجود ہے۔

﴿41﴾......شادی کے بعد جب ایک دن میں نے غازی ممتاز صاحب سے پوچھا کہ ممتاز صاحب میں نے (دلپذیر اعوان) نے تو آپ کی شادی بڑی دھوم دھام سے کرنے کے لئے اچھے خاصے پیسے بچا کر رکھے ہوئے تھے آپ نے تو ایک بھی نہیں خرچ کرنے دیا۔ تو غازی ممتاز صاحب بولے: دلپذیر بھائی! یاد کریں آپ نے آج سے کئی سال پہلے 1992ء میں جب شادی کی تھی تو صرف 3000 روپے میں شادی کر لی تھی۔ اس وقت آپ نے بھی کوئی دھوم دھام نہ کیا تھا اور نہ ہی کسی قسم کی فضول رسومات کی تھی۔ اور نہ ہی مہندی وغیرہ اور بارات پر ڈھول باجے کا انتظام کیا تھا۔

آج اگر میں نے آپ کے عمل کو دہرا دیا ہے تو کیا یہ اچھا نہیں ہے؟ یہ سن کر میں چپ چاپ ہو گیا کیونکہ جب 1992ء میں میں نے شادی کی تھی تو میرے بھی خیالات کچھ اسی طرح کے تھے جو آج 2002ء میں غازی ممتاز صاحب کے تھے۔

﴿42﴾......ممتاز صاحب پہلے ہی خاموش طبع تھے لیکن شادی کے بعد مزید خاموش طبع ہوتے چلے گئے پہلے ہی وقت پر گھر آجاتے تھے شادی کے بعد بر وقت گھر آجاتے۔ ہماری آنے والی بھابھی سمیرا ممتاز عطاریہ نہایت خوش اخلاق

نیک سیرت ہر وقت مسکراتے رہنا اور بڑوں چھوٹوں کا بہت ادب و احترام کرنے والی تھی۔ غازی ممتاز صاحب سے شادی کے بعد وہ بہت خوش و خرم نظر آتی تھیں۔ وہ بھی بہت کم گو واقع ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں ٹی وی پر مدنی چینل کے علاوہ کبھی کوئی اور پروگرام دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ گھر کو صاف ستھرا رکھتی اور ہمارے والدین کی خوب محنت و احترام سے خدمت کرتی۔ سمیرا بھابھی بہت باہمت اور بہادر خاتون ہیں۔

غازی صاحب کے گھر بیٹے کی ولادت

﴿43﴾......شادی کے تقریباً 2 سال بعد جب غازی ممتاز صاحب کے گھر 29-10-2010ء کو محمد علی قادری کی ولادت ہوئی تو دونوں میاں بیوی کی خوشیاں دیدنی تھیں۔ غازی ممتاز صاحب تمام رشتوں داروں تک مٹھائی پہنچائی اور اس کے علاوہ محلے کا بھی کوئی گھر نہ چھوڑا جہاں محمد علی کی پیدائش کی خوشی میں مٹھائی نہ پہنچائی ہو۔

﴿44﴾......گستاخ رسول کی وجہ سے غازی صاحب کا اداس رہنا

جب گورنر سلمان تاثیر نے اپنی فیملی سمیت کورٹ لکھپت جیل میں جا کر ملعونہ عاصیہ کی سزا معاف کرنے کا اعلان کیا تو یہ واقعہ تمام غلامان رسول کی طرح ممتاز حسین قادری کے لئے بھی کسی بہت بڑے سانحہ سے کم نہ تھا ان کا کہنا تھا کہ حکمران اگر پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اقدامات نہیں کر سکتے تو کم

از کم غلامان رسول کو اذیت دینے کے لئے گستاخان رسول کو آشیر باد تو نہ دیں۔

تحفظ ناموس رسالت کے پرچم تلے کراچی سے شروع ہونے والا لاکھوں غلامان مصطفیٰ کا شدید احتجاج جب لاہور سے پشاور پہنچا تو غازی صاحب قدرے کچھ مطمئن نظر آئے لیکن جب علماء کرام اور عشاقان رسول کو گرفتار کیا جانے لگا اور ان پر تشدد کیا جانے لگا تو ایک بار پھر غازی صاحب شدید پریشان نظر آنے لگے علماء کرام اور غلامان رسول کی گرفتاری اور تشدد کے واقعات نے غازی صاحب کو بہت مایوس اور افسردہ کر کے رکھ دیا۔

اس کے بعد ممتاز صاحب نے گھر بار والوں سے ملنا کچھ کم کر دیا اکثر شام کو دیر سے گھر آتے حالانکہ وہ ڈیوٹی کرنے کے بعد سیدھے گھر ہی چلے آتے تھے۔ جب میں نے ممتاز صاحب کے دیر سے گھر آنے کے وجوہات پوچھی تو مسکرا کر ٹال دیتے۔

﴿45﴾...... میرے بار بار اصرار پر ایک بار صرف اتنا بتایا کہ دلپذیر بھائی! ایک بہت بڑا آدمی توہین رسالت کر رہا ہے۔ علماء حضرات فتوے دے رہے ہیں۔ غلامان مصطفیٰ بے چین اور سخت اذیت میں مبتلا ہیں۔ ریلیاں جلسے جلوس ہو رہے ہیں۔ میں سخت تکلیف میں مبتلا ہوں۔ مجھ سے کچھ کھایا پیا نہیں جا رہا۔ گھر بار اور دوستوں میں دل نہیں لگ رہا۔ محمد علی پر بھی توجہ نہیں دے پا رہا ہوں اسے یرقان ہو گیا ہے۔ آپ اسے کل ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ مجھ میں ہمت نہیں کہ اسے ڈاکٹر کے

پاس لے جاؤں۔

《46》...... میں نے محسوس کیا غازی ممتاز صاحب شدید اذیت سے اپنے دانت پیس رہے تھے اور غم وفکر اور پریشانی سے شدید نڈھال لگتے تھے۔

《47》...... محمد علی آنے والے دنوں میں شدید بیمار ہو گیا۔ لیکن ممتاز صاحب اپنے اکلوتے بیٹے پر توجہ دینے کی بجائے کسی اور ہی غم میں مبتلا ہو گئے تھے۔ لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ سلیمان تاثیر گستاخ کی وجہ سے پریشان ہیں۔

《48》...... میں نے 10-15 دن مسلسل ڈاکٹر کو چیک کروائے اور دوائیاں دلوانے کے بعد محمد علی کو کچھ بہتر پایا تو ممتاز صاحب سے کہا کہ محمد علی تو کچھ بہتر ہو گیا ہے اس کا یرقان ختم ہو گیا ہے۔ لیکن سمیرا ممتاز بیمار ہو گئی ہے مہربانی فرمائیں اس پر توجہ دیں۔ لیکن ممتاز صاحب نے میری بات سنی ان سنی کر دی۔ گھریلو معاملات سے غازی ممتاز صاحب کی مسلسل بے توجہی کی وجہ سے میں ان سے ناراض ہو گیا۔

《49》...... 28-12-2010ء سے 30-12-2010ء تک میں ان سے ناراض رہا میں نے ان سے کوئی بات چیت نہیں کی اور نہ ہی ان کے کمرے میں گیا۔

《50》...... 30-12-2010ء کو صبح تقریباً 10 بجے غازی ممتاز صاحب نے اپنا موٹر سائیکل 125 ہونڈا۔ نمبر 8408 پر جب گھر سے باہر نکلے تو

انہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں یہ سوچ کر کے چھوٹے ہیں۔ پریشان ہیں۔ اور پھر آج ناراضگی کو 3 دن ہونے والے ہیں چلو بات کر کے دیکھتے ہیں۔ میں نے سلام کیا جواب دیا۔ میں نے کہا آپ سے ایک کام ہے بولے حکم؟ میں نے کہا میری دکان کا کچھ سامان لانا ہے لا دیں گے؟ بولے: جی ہاں۔ جب سامان لے آئیں تو میں نے کہا۔ ایک کام اور ہے کرآئیں گے؟ بولے جی ہاں۔ جب وہ کام بھی کرآئیں تو میں نے کہا یہ بجلی وغیرہ کے بل ہیں جمع کرا آئیں گے۔ تھوڑی دیر سوچا پھر بولے دے کرآتا ہوں۔ میں جان بوجھ کر تنگ کر رہا تھا لیکن اس اللہ کے ولی کے ماتھے پر ایک سلوٹ بھی نہ آئی۔ جب تیسری بار واپس آئے تو میں نے کہا آپ کے کپڑے بہت گندے ہو گئے ہیں اور آپ نے کہیں جانا بھی ہے تبدیل کر لیں۔

《51》...... بولیں نہیں دلپذیر بھائی۔ ٹھیک ہیں۔ میں ایک ضروری کام کے لئے جانا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو؟

《52》...... بعد میں پتہ چلا کہ وہ مختلف پولیس آفیسر اور وکلاء حضرات سے یہ پوچھنے کے لئے گئے تھے کہ گورنر کے خلاف کوئی ایف۔ آئی۔ آر کیوں نہیں درج کرا رہا؟ میرے علم کے مطابق غازی صاحب چند علماء اور مفتیان کرام سے بھی رابطہ کیا تھا کہ گستاخ رسول کی سزا کیا ہے۔

جب پتہ چلا کہ صدر پاکستان اور گورنر کے خلاف قانون کے مطابق کسی بھی کیس کی رپورٹ درج نہیں ہوتی تو سخت مایوس اور پریشان ہو گئے تھے۔ بولے

یہ کیسا قانون ہے کہ اگر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے مرنے والے کتے کی موت کو بھی اپنی کوتاہی گردانے اور یہ حکمران اگر سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں بھی گستاخی کریں تو ان کے خلاف کوئی رپورٹ درج نہیں کی جاتی۔ اس دوران غازی صاحب نے اپنی جسمانی اور ظاہری حالت بہت خراب کر لی تھی۔ لباس پر توجہ نہیں، کھانے پینے کا ہوش نہیں، رات بھر جاگتے رہتے، ایک ماہ کے بیٹے کی کوئی خبر نہیں، بیمار بیوی پر کوئی توجہ نہیں، ہر وقت افراتفری بے چینی کا شکار نظر آتے۔ انتہائی بے چین اور مضطرب نظر آتے جیسے کوئی باؤلا ہو گیا ہو جیسے کچھ کھو گیا ہو، جیسے سب کچھ چھن گیا ہو، جیسے کوئی لٹ گیا ہو، میں بتا نہیں سکتا بیان نہیں کر سکتا کہ غازی ممتاز صاحب کی حالت دیکھ کر میں خود کس قدر پریشان ہو گیا کہ رات بھر میں بھی چین سے نہ سو سکتا تھا کیونکہ نہ کچھ بتاتے تھے۔ اور نہ کچھ نظر آتا تھا کہ ماجرا کیا ہے؟

﴿53﴾...... 31-12-2010 کو جب صبح تقریباً 10 بجے میری ان پر نظر پڑی تو میں حیران و پریشان ہو گیا۔ میں نے بار بار اپنی آنکھیں ملی لیکن پھر بھی یقین نہ آیا کہ یہ غازی ممتاز صاحب ہی ہیں۔ کیونکہ 31-12-2010 کی صبح کو وہ بہت ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے۔ سر کے بال کاٹے اور بنے ہوئے تھے۔ داڑھی شریف کا خط بڑے خوبصورت انداز میں ہوا تھا۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں سرمہ ڈالا ہوا تھا۔ سر پر نیا عمامہ سجایا ہوا تھا۔ غرض کہ بہت

ہی خوبصورت مسکراہٹ چہرے پر سجائے چاق و چوبند اور کمانڈو نظر آ رہے تھے۔ جی ہاں چاک و چوبند کمانڈو۔

﴿54﴾...... جب میں نے روک کر وجہ پوچھی تو پتہ چلا کہ گھر کے ساتھ ملحقہ پلاٹ میں ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے آج شام ایک کانفرنس کا اہتمام ہے اور کانفرنس کے شرکاء کے حوالے سے اور پروگرام کے حوالے سے غازی ممتاز صاحب کو زیادہ ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ بہت خوش اور مسرور نظر آ رہے تھے۔

﴿55﴾...... ہمارے علاقے بلکہ شہر راولپنڈی کے اکثر میلاد مبارک کے پروگراموں میں غازی ممتاز صاحب کو مدعو کیا جاتا تھا کیونکہ بہت اچھے نعت خواں اور انتہائی ملنسار اور ذمہ دار سمجھے جاتے تھے۔

انعام پانے کی تیاریاں شروع

﴿56﴾...... 31-12-2010 شام 4 بجے کے قریب میں دروازے کے قریب کھڑا تھا کہ دور سے غازی ممتاز صاحب آتے نظر آئے وہ بہت تیز تیز چلتے آ رہے تھے۔ میرے قریب پہنچے تو میں نے پوچھا کہ ممتاز صاحب سنائیں انتظامات ہو رہے ہیں؟ بولے جی ہاں دلپذیر بھائی میں دودھ لینے گیا ہوا تھا کیونکہ مقررین کے لئے دودھ تیار کر کے رکھنا ہے وہ تقریر کے دوران دودھ نوش فرمانا پسند کرتے ہیں اور یہ سعادت میں حاصل کرنا چاہتا ہوں یہ دودھ سمیرا کو دینے جا رہا

ہوں کہ بعد نماز عشاء تیار چاہئے۔ یہ فرما کر غازی ممتاز صاحب گھر کے اندر تشریف لے گئے اور میں دروازے پر کھڑا ان کے نصیبوں پر رشک کرنے لگا کہ علماء حضرات سے محبت، عقیدت، اور خدمت یہ سب نصیب والوں کو ہی حاصل ہوتی ہے۔

﴿57﴾...... میں نماز مغرب کے بعد ایک بار پھر غازی ممتاز صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں ایک بار پھر حیران رہ گیا ممتاز صاحب نے آج کے پروگرام کے حوالے سے جو لباس زیب تن کیا تھا۔ اس سے پہلے اتنے خوبصورت لباس میں میں نے انہیں کبھی نہ دیکھا تھا۔ غازی ممتاز صاحب نے صاف ستھرے سفید نئے کپڑے پہن رکھے تھے۔ سر پر خوبصورت کالا عمامہ شریف تھا۔ اور اہم بات یہ کہ لباس کے اوپر کالا تلے والا گون پہن رکھا تھا جو اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہ پہنا تھا۔ جوان پر بہت زیادہ سج رہا تھا۔

﴿58﴾...... میں ان کا رنگ و روپ دیکھ کر رشک کر رہا تھا۔ خاص طور پر زندگی میں اس سے پہلے ممتاز صاحب نے کبھی گون نہیں پہنا تھا۔ لمبے قد، چوڑے سینے کی وجہ سے سفید کپڑوں پر کالا گون۔ گولڈن تلے کے کام کے ساتھ ان پر خوب سج رہا تھا۔

﴿59﴾......اور سب سے عجب بات اس دن یعنی کہ 31-12-2010 کو ان کے چہرہ کا رنگ و روپ تھا۔ چہرے ملائم، دھلا دھلا سا، گرد و غبار سے پاک و شفاف، معصوم سا، ایسا روپ تھا کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر

سکتا۔ بس جی یہ چاہتا تھا کہ جس طرح انسان بے اختیار کسی چھوٹے پیارے، معصوم بچے کو دیکھ کر چوم لیتا ہے ان کو دیکھ کر بھی جی چاہ رہا تھا کہ ان کی چہرے کی طرف دیکھتا ہی رہوں یا پھر چومتا ہی رہوں۔ اور پھر اس بات کی تصدیق انٹرنیٹ پر ان کی نعت رسول مقبول پڑھتے ہوئے دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے اس شام یعنی کہ 31-12-2010 کو ناموس رسالت کانفرنس کے پروگرام میں انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھی۔

﴿60﴾...... جو لوگ میرے ان خیالات کو پرکھنا اور جانچنا چاہتے ہیں خدارا! وہ انٹرنیٹ پر شباب اسلامی کی تحت ہونے والی ناموس رسالت کانفرنس کی ویڈیو میں ممتاز صاحب کو نعت رسول ﷺ پڑھتے ہوئے دیکھیں۔ کہ اس عاشق رسول کا چہرہ کیسا بھلا لگ رہا ہے۔

﴿61﴾......31-12-2010 کو بعد از نماز عشاء جب پروگرام شروع ہوا تو سب سے پہلے نعت رسول مقبول ﷺ کے لئے غازی ممتاز صاحب کو ہی دعوت دی گئی۔ اور پھر جب وہ صادق عاشق رسول، سٹیج پر نمودار ہوا تو میں ایک بار پھر چکرا گیا۔ کیونکہ میں نے محسوس کیا کہ نہ صرف چہرے کا رنگ و روپ بلکہ چال اور ڈھال اور اٹھنے اور بیٹھنے کے انداز میں بھی کچھ عجیب سماں تھا ایسے جیسے پھولوں پر کوئی تتلی اڑتی پھرتی ہو۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ حسن کہاں سے اور کیوں کر آیا۔

﴿62﴾...... لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ اوپر آسمانوں پر ممتاز کی تقدیر میں کیا کچھ لکھا جا چکا ہے اور نہ صرف غازی ممتاز صاحب کی تقدیر میں بلکہ تمام عاشقان مصطفیٰ کی تقدیر میں ممتاز لکھا جا رہا تھا۔

﴿63﴾...... میں سمجھتا ہوں کہ آسمانوں پر کیے گئے ایک ممتاز فیصلے کے آثار اور اثرات کا نزول ان پر ہو رہا تھا۔ جس سے ہم سب سمیت خود ممتاز صاحب بھی بے خبر تھے۔

﴿64﴾...... میں یہاں ایک اہم واقعہ درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں: سلیمان قتل کے کوئی 10 دن بعد میں اپنے گھر کے باہر کھڑا تھا کہ ایک باپردہ خاتون جن کی عمر تقریباً 50 سال کے قریب ہوگی میرے پاس آئی۔ اور مجھ سے بولی بیٹا! آپ قادری کے کیا لگتے ہیں میں نے کہا جی ماں جی میں ان کا بھائی ہوں۔ خاتون بولی بیٹا میں آپ سے کوئی بات کرنا چاہتی ہوں آپ میرے ساتھ میرے گھر تک جا سکتے ہیں؟

میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ انہوں نے مجھ سے کہا بیٹا! میں نے تقریباً ایک ماہ پہلے خواب دیکھا کیا دیکھتی ہوں کہ میں حاجی چوک کے پاس کھڑی ہوں۔ (یہ چوک ہمارے گھر سے تقریباً 10 فرلانگ دور ہوگا) تو آسمان سے چار بڑی فوجی ٹائپ کی گاڑیاں اترتی ہیں اور مشرق مغرب شمال جنوب کی سمت میں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ان میں کچھ فوجی لوگ بیٹھے ہوتے ہیں۔ پھر کیا دیکھتی ہوں کہ ایک اور بڑی گاڑی

جو بہت بڑی اور خوبصورت ہوتی ہے آسمان سے اترتی ہے اور ان چاروں گاڑیوں کے درمیان میں کھڑی ہو جاتی ہے میں پوچھتی ہوں کہ یہ کون لوگ ہیں جو آسمان سے آ رہے ہیں تو مجھے ایک شخص بتاتا ہے کہ ماں جی آپ کو پتہ نہیں۔ یہ درمیان والی گاڑی نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اور باقی کی چار گاڑیاں خادموں کی ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کہ پھر مجھے سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھنے دو۔ لیکن وہ آدمی مجھے روک دیتا ہے اور کہتا ہے ماں جی! آپ کو پتہ نہیں نبی پاک ﷺ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں۔ میں پوچھتی ہوں بیٹا! بتاؤ نہ تو وہ شخص کہتا ہے کہ ماں جی! یہاں ایک بہت بڑا واقعہ ہونے والا ہے اس لئے نبی پاک ﷺ تشریف لائے ہیں۔ اور اس شخص کے ہاتھ کا اشارہ بیٹا آپ کے گھر کی طرف ہی ہوتا ہے۔ اس وقت تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا لیکن جب

گستاخ رسول کو واصل جہنم کر دیا

04-01-2011 کو جب شام 04:11 چار بج کر گیارہ منٹ پر ٹی وی پر خبر چلی کہ ممتاز قادری نامی عاشق رسول ﷺ نے گستاخ رسول سلیمان تاثیر کو قتل کر دیا۔ تو میں سمجھ گئی کہ نبی پاک ﷺ نے جس بڑے واقعہ کا ذکر کیا تھا ہو نہ ہو یہی واقعہ تھا۔

دوسرا خواب

﴿65﴾...... اسی خاتون محترمہ فضہ بی بی نے جو کہ سلطان العارفین،

سلطان حق باہو علیہ الرحمہ کے نسب سے تھیں۔ مجھے ایک اور خواب بھی سنایا کہ بیٹا! میں آنکھوں سے معذور ہو چکی تھی۔ میری بینائی ختم ہو چکی تھی میں روز دعائیں کرتی، اے اللہ! اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے مجھ پر رحم فرما اور مجھے اتنی بینائی عطا فرما کہ میں اکیلی اور بوڑھی عورت اپنے لئے کھانا وغیرہ بنا سکوں یا بازار سے ضروری چیزیں لا سکوں۔ (نوٹ اس خاتون محترمہ فضہ بی بی کے خاوند فوت ہو چکے تھے اور ایک ہی بیٹا تھا جو اپنی اہلیہ کے ساتھ الگ ان سے تقریباً 50 کلو میٹر دور رہتا تھا۔)

بیٹا! ممتاز قادری کے واقعہ سے کچھ عرصہ پہلے میں ایک رات خواب میں دیکھتی ہوں کہ نبی پاک ﷺ تشریف لاتے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں کہ فضہ کیا مسئلہ ہے میں عرض کرتی ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میری بینائی ختم ہو گئی ہے میں تلاوت قرآن کریم نہیں کر سکتی۔ نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں برف کے دو ٹکڑے آتے ہیں اور نبی پاک ﷺ کے ہاتھوں میں گر جاتے ہیں نبی کریم ﷺ برف کے یہ سفید ٹکڑے مجھے عنایت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں فضہ بی بی انہیں اپنی آنکھوں پر رکھو۔ میں اپنی آنکھوں پر رکھ لیتی ہوں صبح جب میری آنکھ کھلی تو میں فرحت وخوشی سے دیوانی ہو گئی کیونکہ مجھے بہت صاف نظر آ رہا تھا۔ میں اس خوشی میں دیوانی ہو رہی تھی کہ اچانک تقریباً 3 گھنٹوں کے بعد میری نظر پھر واپس چلی گئی۔ میں پریشانی کی حالت میں بازار نکل پڑی کے کچھ سودا صرف لے کر آؤں

کہ میں ایک گاڑی سے ٹکرا جاتی ہوں۔ ڈرائیور جو کہ عورت ہوتی ہے مجھے غصے سے کہتی ہے مائی کیا اندھی ہو اتنی بڑی گاڑی تمہیں نظر نہیں آ رہی۔ میں نے جواب دیا بیٹی میں تو واقعی اندھی ہوں یہ سن کر وہ لڑکی گاڑی سے نیچے اتر آتی ہے اور مجھے گھر تک چھوڑ جاتی ہے راستہ میں وہ بتاتی ہے کہ ماں جی میں آنکھوں کی ڈاکٹر ہوں بہت جلد آپ کا مفت آپریشن کروں گی۔

کچھ دنوں بعد وہ میرے گھر آتی ہے اور مجھے ایک آنکھوں کے بڑے ہسپتال لیجاتی ہے لیکن بڑے ڈاکٹر میرا معائنہ کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ مائی شوگر اور ہارٹ کی مریض ہے اگر آپریشن کیا تو مر جائے گی۔ وہ لیڈی ڈاکٹر مجھے ایک اور ہسپتال لے جاتی ہے وہاں کے ڈاکٹر بھی یہی کہتے ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر بہت اصرار کرتی ہے لیکن آنکھوں کا بڑا ڈاکٹر آپریشن سے انکار کر دیتا ہے۔

جب مجھے پتا چلتا ہے کہ ڈاکٹر آپریشن سے انکاری ہیں تو میں اس لیڈی ڈاکٹر سے کہتی ہوں کہ مجھے بڑے ڈاکٹر سے ملواؤ۔ میں خود بات کروں گی۔ میں بڑے ڈاکٹر کو اپنا رات کا خواب اور آنکھوں کی بینائی کے واپس لوٹ آنے کا ماجرا سناتی ہوں ڈاکٹر خواب کے متعلق حلفاً تین بار اقرار لیتا ہے میں اقرار کرتی ہوں۔

ڈاکٹر آپریشن پر راضی ہو جاتا ہے آپریشن کے بعد جب میری پٹی کھولی تو خدا گواہ ہے کہ میری بینائی ایک بار پھر لوٹ آتی ہے۔ آج بھی میں تلاوت قرآن کریم کرتے ہوئے اللہ رب العزت اور اس کے پیارے حبیب نبی کریم کا لاکھ شکر

ادا کرتی ہوں۔

مائی فضہ کا تیسرا خواب، جو بہت اہم ہے

بیٹا 04-01-2011 کے واقعہ سے کوئی 6 ماہ پہلے میں دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ میرے گھر تشریف لاتے ہیں اور آپ ﷺ فرماتے ہیں فضہ چلو میرے ساتھ میں سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ ایک کھلے میدان میں پہنچ جاتی ہوں آپ ﷺ فرماتے ہیں وہ سامنے جو اونچا پہاڑ ہے اس پر جو شخص کھڑا ہے وہ ہمیں بہت اذیت دیتا ہے گستاخی کرتا ہے۔ ہم اپنے دوست کو بلا رہیں ہیں وہ اس گستاخ کو مار دے گا۔

اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں آپ ﷺ ان کے ہاتھ میں تلوار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر اس پہاڑ کو کاٹ دو تا کہ یہ گستاخ نیچے گر کر مر جائے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ تلوار سے اس پہاڑ کو کاٹتے ہیں اور وہ گستاخ منہ کے بل گر کر مر جاتا ہے۔ میری آنکھ کھل جاتی ہے مائی فضہ فرماتی ہیں کہ بیٹا! جب 04-01-2011 کو ٹی۔ وی پر میں نے قادری بیٹے کی تصویر دیکھی تو قادری بیٹے کی تصویر اور شکل اور نبی پاک ﷺ کے دوست ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شکل میں کچھ فرق نہیں تھا۔ میں روز چھت پر چڑھ کر دائیں بائیں لگی ہوئی قادری بیٹے کی تصویریں دیکھتی ہوں لیکن آپ ﷺ کے دوست اور اس قادری بیٹے کی تصویر اور شکل میں ذرا بھر بھی فرق نہیں۔ یہ خواب سن کر میری ٹانگیں کانپنا شروع ہو گئی۔ جسم سے جان نکلتی محسوس ہوئی اور میں اور میرا دوست شیخ عبد الستار جو

کہ تقریباً 50 سال کے ہیں اور زندہ و جاوید حیات موجود ہیں ان کا موبائیل نمبر درج کرتا ہوں 0302-8033022 دھڑام سے زمین پر گر جاتے ہیں۔

مائی فضہ نے یہ تینوں خواب ہمیں ایک ہی وقت میں سنائے ہیں۔ جب ہمارے حواس ٹھیک ہوتے ہیں تو ہم لڑکھڑاتے ہوئے ایک دوسرے کا سہارا لیتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے ہیں اور پھر گھر پہنچ کر مجھے تو اگلے دن تک کوئی ہوش نہ رہا۔

کراچی کے بزرگ کا خواب:

3/1/2011 نماز عصر کے بعد بزرگ رو رو کر اللہ سے دعا کرتے ہیں یا اللہ ہمارے گناہوں کو کوتاہیوں کو کمزوریوں کو معاف فرما اے اللہ! گستاخان رسول کے خلاف سے ہماری دست غیب سے مدد فرما بزرگوں کا کہنا ہے کہ رات جب میں سویا تو دیکھتا ہوں کہ پیران پیر حضور غوث الاعظم دستگیر اڑتے ہوئے آ رہے ہیں اور ان کے کندھوں پر ایک بچہ سوار ہے جیسے جیسے پیران پیر قریب آتے جا رہے ہیں بچہ بڑا ہوتا جا رہا ہے یہاں تک کہ غوث اعظم میرے قریب سے اڑتے ہوئے جب گزرتے تو میں نے کندھوں پر بیٹھے ہوئے نوجوان کو بغور دیکھا جب صبح میری آنکھ کھلی تو ایسے عجیب و غریب خواب کے متعلق سوچتا رہا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا ۴ جنوری ۲۰۱۱ء نماز عصر کے وقت میں مصلی پر بیٹھا اور اللہ عز و جل سے گستاخ رسول کے خلاف مدد کے لئے التجائیں کر رہا تھا کہ اچانک گھر میں شور بلند ہوا میں نے جب وجہ پوچھی تو

بتایا گیا کہ ممتاز قادری نامی نوجوان نے گستاخ رسول کو قتل کر دیا میں نا قابل بیان حیرت وخوشی سے سرشار جب ٹی وی روم میں پہنچا تو ٹی وی پر نظر پڑتے ہی میں چکرا کر زمین پر گر گیا کیونکہ ٹی وی پر جسے قاتل کہا جا رہا تھا اسے تو میں نے رات غوث پاک کے کندھوں پر سوار دیکھا تھا یہ خواب بزرگوں نے اپنے ایک لاہور ہائیکورٹ کے ریٹائرڈ جج کو سنایا اور انہوں نے اپنے دوست ایک حاضر سروس کرنل صاحب کو اور ان کرنل صاحب نے کراچی کے ہی اپنے ایک دوست محمد حنیف میمن صاحب کو سنایا اور وہی میمن صاحب مجھے (دلپذیر اعوان) کو ایک دن اڈیالہ جیل کے باہر پیشی پر ملے اور رو رو کر تمام واقعہ بیان کیا اور مجھ سے درخواست کی کہ میں غازی صاحب کے تمام اہل خانہ کی اپنے گھر دعوت کرنا چاہتا ہوں خدارا! میری دعوت قبول فرمالیں اور پھر میں نے اپنے والد صاحب کی رضامندی سے محمد حنیف میمن صاحب کی دعوت قبول کر لی حنیف میمن صاحب راولپنڈی شہر میں موجود ہیں اور اس تحریر کے وقت بھی وہ میرے پاس موجود ہیں ان کے بیٹے کا نام راشد میمن ہے جو کہ سارے واقعے کے گواہ ہیں۔

سجاد بھائی اب مختصر کرتا ہوں اور صرف مؤرخہ 04-01-2011 کا ذکر کر کے بند کرتا ہوں۔ بہت سے واقعات اور معاملات ہیں لیکن معذرت چاہتا ہوں۔ بچوں کے Exame امتحانات شروع ہو گئے ہیں۔ اور کئی دوسرے معاملات ہیں وکلاء اور علماء حضرات سے ملاقاتیں بھی کرنی ہوتی ہے۔ اختصار پر معذرت خواہ ہوں۔

کھانا پینا چھوڑ دیا

04-01-2011 بوقت صبح 08:00 بجے میں اپنے گھر کے صدر دروازے پر کھڑا تھا کہ غازی ممتاز صاحب گھر سے باہر نکلے۔ وہ بہت تیزی میں تھے۔ موٹر سائیکل باہر گلی میں کھڑا کیا اور پھر تیزی سے گھر اندر داخل ہو گئے کمانڈو وردی پہنے ہوئے تھے۔ چہرہ سفید۔ رنگت سرخ ہو رہی تھی (گذشتہ 3 دن سے ان کے کھانے پینے کی روٹین بھی تقریباً ختم ہو گئی) تھی لیکن اس کے باوجود آج بھی کہ 04-01-2011 کو وہ انتہائی چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔ چال میں کمانڈوز والی تیزی اور حرکت تھی۔ جسم کا ایک ایک اعضاء شدید مضطرب و حرکت کرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ پاؤں بہت زور سے زمین پر رکھ کر چل رہے تھے۔ بازو کھلے اور حرکت کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ (جبکہ میرا خیال تھا کہ وہ 31-12-2010 سے کچھ نہ کھانے پینے اور خاموش رہنے کی وجہ سے لاغر نظر آنے چاہئے تھے۔) ایسا لگ رہا تھا۔ کہ ان کے اعضاء ان کی مرضی سے حرکت نہیں کر رہے۔ کوئی اور انہیں چلا رہا ہے کوئی اور انہیں اڑا رہا ہے۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر میں خاموش نہ رہ سکا۔ اور جب وہ واپس گھر سے باہر نکلے تو میں نے روک لیا۔ اور پوچھا کہ ممتاز صاحب خیریت ہے آج بہت جلدی میں ہیں؟ کیا کوئی VIP کال آ گئی ہے بولے ہاں دلپذیر بھائی۔

VIP نہیں بلکہ VViP کال ہے میں نے دفتر ذرا جلدی پہنچنا ہے۔ میں نے جب گھر واپس جا کر میرا بھابھی سے پوچھا تو پتہ چلا کہ آج رات انہوں نے مدنی چینل بھی

نہیں دیکھا اور منہ پھیر کر لیٹے رہے پتہ نہیں روتے رہے یا جاگتے رہے۔ اور ناشتہ کئے بغیر نکل گئے میں تیزی سے واپس نکلا لیکن مجھے دیر ہو چکی تھی وہ ہوا میں اڑتے ہوئے موٹر سائیکل نمبر 8408/125CC پر جا رہے تھے۔

میں بھی کچھ پریشان ہو کر اپنی ہارڈ ویئر کی دکان کھولنے اور اس کی صفائی کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جو کہ گھر سے ملحقہ ہی ہے 10 بجے تک تو میں صفائی ستھرائی میں مصروف رہا لیکن جب صفائی وغیرہ سے فارغ ہوا تو مجھے ایک بار پھر خیال آ گیا اور ممتاز صاحب ناشتہ کے بغیر ڈیوٹی پر چلے گئے ہیں اس پریشانی میں میں دوکان جلدی بند کر کے سمیرا بھابھی کے پاس چلا گیا۔ اور اس 2 ماہ کے شہزادے کو نعت سنانے لگا اور پھر اس کے کان میں اذان دینے کے بعد اسے واپس اپنی ماں کے پاس چھوڑ کر سونے چلا گیا۔ (اذان اس لئے کہ مجھے سمیرا بھابھی نے بتایا کہ آج ممتاز صاحب نے بلکہ گذشتہ 3 یا 4 دنوں سے ممتاز صاحب نے محمد علی کے کان میں اذان نہیں دی۔ وجہ یہ تھی کہ ممتاز صاحب کی عادت تھی کہ ڈیوٹی پر جانے سے پہلے اور پھر واپسی پر وردی اتارنے سے پہلے بیٹے محمد علی کو ایک دو نعت رسول مقبول ﷺ سناتے اور پھر آخر میں محمد علی کے کان میں اذان دیتے اور پھر وردی اتارتے اور کھانا کھاتے اور آرام کرتے تھے۔

ہمیں کیا پتہ تھا کہ وہ ایک ایسے عظیم مشن پر کام کر رہے تھے کہ جہاں کے لئے حکم ہے کہ (جب تک آپ ﷺ تمہیں اپنی جانوں مال اور اولاد سے زیادہ عزیز نہ

ہو تم مومن نہیں ہو سکتے)

تقریباً 04:30 بجے میں شور کی آواز سن کر اوپر والے پورشن سے نیچے آیا تو دیکھا ہمارے گھر میں کافی عورتیں اور مرد اکٹھے ہیں اور کہہ رہیں ہیں کہ مرد مجاہد نے اسلام کا پرچم بلند کر دیا۔ ناموس رسالت ﷺ پر اپنی جان قربان کر دی۔ اپنی اولاد قربان کر دی۔ اپنا مال قربان کر دیا۔ اپنی نوکری قربان کر دی۔ اپنی جوانی لٹا دی۔ (یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہے لگا دو ڈر کیسا جیت گئے تو کیا کہنا گر ہار بھی تو بازی مات نہیں)

میں نے گستاخ رسول کو قتل کیا ہے

ٹیلی ویژن پر ممتاز صاحب کی ہنستی مسکراتی تصویر نظر آ رہی تھی۔ اور وہ کہہ رہے تھے کہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا موت ہے۔ اس وقت تک ہمیں یہ نہیں پتا تھا کہ ممتاز صاحب زندہ ہیں یا انہیں شہید کر دیا گیا ہے؟

کچھ لوگ ہمیں مبارک باد دے رہیں تھے ار ہمارے کچھ عزیز و اقربہ ہمیں تسلیاں اور دلاسے دے رہے تھے۔ میں فوراً والد صاحب کے پاس گیا اور جب میں نے ان کا چہرہ مبارک تمتاتے ہوئے دیکھا تو میری جان میں جان آ گئی کیونکہ مجھے ان کی بہت فکر تھی کیونکہ ہم 11 بہن بھائی ہیں اور ممتاز صاحب سب سے چھوٹے بھی کہ ان کا 11 رواں نمبر ہے اسی لئے وہ والد صاحب کی کفالت میں تھے۔ اور ان کے ساتھ ہی رہتے تھے جب کہ ہم باقی بھائی الگ الگ رہتے ہیں۔

ہم ڈیڑھ کنال کی ایک حویلی میں رہتے ہیں۔ جس میں تین بڑے گھر ہیں۔ یعنی کہ ایک میرا چچا اور ان کی اولادیں۔ دوسرے میرے تایا ابو اور ان کی اولادیں اس حویلی میں کل ملا کر 72 افراد رہتے ہیں۔

ہم سب بہت پریشانی کے عالم میں تھے کہ میں نے اپنے اردگرد ایک ٹھنڈی میٹھی ہوا کی لہر محسوس کی۔ اور پھر یوں لگنے لگا کہ جیسے یہ ہوا کی لہر دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں اور اوپر سے نیچے چل رہی ہو۔ اور پھر جب چند لمحوں کے بعد میں نے سر اٹھا کر اوپر آسمان کی طرف یکھا تو میں کچھ پریشان ہوگیا آسمان سرخ ہو رہا تھا۔ اور جب میں نے کچھ حوصلے اور غور سے دیکھا تو اس سرخ آسمان میں قوس وقزاح کے رنگ بھی بکھرے نظر آئے۔ میں پریشانی اور عجیب کیفیت کے

عالم میں چھت پر چلا گیا اور پھر جب میں نے دیکھا کہ آسمان کی یہ رنگت صرف ہماری حویلی کے اوپر ہے ہمارے جبکہ باقی کا آسمان جیسا کا ویسا ہی ہے تو میں ایک عجیب گومگوں کی کیفیت کا شکار ہوگیا۔

لیکن تقریباً 05:00 بجے شام میں نے محسوس کیا کہ جیسے آسمان پر ایک سایہ سا ہوگیا ہو کوئی رنگین سی چھتری تن گئی ہو۔ اور ہمیں ہر آفت سے محفوظ کر دیا گیا ہو۔

ایک بات جو نہ صرف میں نے بلکہ تمام بہن بھائیوں نے محسوس کی اور پھر اس کا اظہار بھی کیا کہ سب کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی بہت سے مہربان سائے

ہمارے دائیں بائیں حرکت کر رہے ہوں ہماری حفاظت کر رہے ہوں ان سائیوں کا ہمارے آس پاس مسلسل حرکت کرنا ہمارے حوصلوں کو دوچند کر رہا تھا وہ سائے جب بھی ہمارے قریب ہو کر گزرتے ہم میں ایک بہت ہی خوشگوار اور مسحور کن خوشبو بھی آتی۔

جب میں نے اپنی اس تمام کیفیت اور حال واحوال کا ذکر اپنے بہنوئی اور دیگر بھائیوں اور بہنوں وغیرہ سے کیا تو سب کا یہی حال تھا جو میرا تھا یعنی کہ سب کا دل مضبوط ہو چکے تھے حوصلے بڑھ چکے تھے پریشانی ختم ہو چکی تھی۔ اور ہمیں سب کو یہی محسوس ہو رہا تھا کہ ہم اپنی حویلی میں نہیں بلکہ کسی انتہائی مضبوط اور محفوظ قلعے کے مکین ہو۔ فوراً چائے بنائی گئی۔ کھانے پکائے گئے آہستہ آہستہ سب کے

چہروں اور منہ پر شکر کے الفاظ آنا شروع ہو گئے۔ ایسی کیفیت اور حال واحوال اس سے پہلے زندگی میں کبھی محسوس نہ ہوا۔

06:00 بجے شام دروازے پر دستک ہوئی۔ جب باہر نکلا تو ایک SP اور دو اور پولیس آفیسر اور دو لیڈی آفیسر کے ساتھ دروازے پر کھڑے تھے۔ مجھ سے پہلے SP نے سلام کیا اور بولا جناب یہ ممتاز قادری صاحب کا گھر ہے میں نے عرض کیا جی ہاں۔ وہ بولے ہم اندر آسکتے ہیں؟ میں نے کہا کتنے لوگ بولا صرف تین پولیس آفیسر مرد اور دو لیڈی پولیس آفیسرز میں نے اجازت دے دی۔ (کسی کا کتا بھی مر جائے تو پولیس والے دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوتے ہیں لیکن یہ میرے اللہ

اور پیارے آقا ﷺ کا خصوصی کرم تھا کہ پولیس اجازت لے کر اندر داخل ہوئی ۔) آدھے گھنٹے کی تلاش میں پولیس نے جو چیز اٹھائی واپس وہاں ہی رکھ دی۔ اور پھر پولیس ہم 5 بھائیوں (۱)...... سفیر اعوان۔ (۲)...... دلپذیر اعوان۔ (۳)...... عابد اعوان۔ (۴)...... فضل رزاق اعوان۔ (۵)...... محمد سجاد اعوان۔ اور والد محترم ملک محمد بشیر کو لے کر روانہ ہوگئی (خدا گواہ ہے کہ ہمارے پیش نظر یہ تھا کہ ہم میدان کربلا جا رہیں ہیں یا پھر مکہ مدینہ دونوں جگہیں محترم تھیں۔ جہاں بھی لے جایا جاتا۔ ہمارے حوصلے آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے تھے۔ ہمیں صرف دو دن مختلف جگہوں پر زیر حراست رکھا گیا مختلف لوگوں نے مختلف قسم کے کئی سوالات کیئے لیکن پولیس یا کسی ایجنسی نے جسمانی تشدد نہیں کیا ہم جلد سے جلد ممتاز بھائی کو دیکھا چاہتے تھے اور پھر پولیس نے رہا کرنے سے پہلے رات تقریبا دو بجے غازی صاحب سے ملاقات کرائی ہم جب کمرے میں داخل ہوئے تو غازی صاحب کے دونوں ہاتھ رسیوں سے پیچھے بندھے ہوئے تھے اور دونوں ٹانگیں بھی بندھیں ہوئی تھیں ایک پولیس آفیسر کمرے میں رکھی واحد کرسی پر سر جھکائے بیٹھا تھا ہمیں دیکھتے ہی وہ کرسی سے اٹھا اور والد صاحب کے پاؤں پڑ گیا اور کہا مجھے معاف فرمادیں میں مجبور ہوں، میں مجبور ہوں۔ ہم تو خود گھبرائے ہوئے تھے ایک ایس پی پولیس افسر کا یہ ماجرا دیکھ کر حیران و پریشان رہ گیا اور جب ہم نے نظر اٹھا کر غازی صاحب کی طرف دیکھا تو غازی صاحب زیر لب مسکرا رہے تھے اور پھر غازی صاحب نے آہستہ سے میرے کان میں کہا دلپذیر

بھائی یہ نظارہ تو کچھ بھی نہیں غلامان رسول کے قدموں میں بادشاہوں کے تاج اُلٹے ہیں جب پولیس والے اور دیگر اداروں کے اہلکار ہمیں واپسی کے لئے گاڑی میں بٹھا رہے تھے کئی اور اعلیٰ افسران نے بھی وہی عمل ہمارے ساتھ دہرایا جو ایک ایس پی آفیسر نے کیا تھا یعنی والد صاحب کے پاؤں پکڑ چکے تھے۔

26-11-2011, 09:30 PM

غازی صاحب کی یادداشتیں

اسیر ناموس رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم غازی ممتاز حسین قادری کی یاداشتوں کے اقتباسات اڈیالہ جیل راولپنڈی سے:

(۱)...... جب میں 7 سال کا تھا تو دعوت اسلامی کے بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کو سفید کپڑے پہنے اور سر پر سبز عمامے شریف سجائے دیکھتا تو مجھے یوں لگتا کہ یہ لوگ آسمان سے اترے کوئی نورانی مخلوق یا پھر فرشتے ہیں۔ جو اتنے ٹھنڈے ٹھنڈے میٹھے میٹھے لہجے میں بات کرتے ہیں کہ نہ وقت کا زیاں ہوتا ہے اور نہ ہی وقت کا گمان ہوتا ہے۔

(۲)...... اور پھر جب 8 سال کی عمر میں میں نے بھی سفید کپڑے سلوا کر اور سر پر سبز عمامہ سجا کر محفلوں میں شرکت کرنا شروع کی تو میں اپنے آپ کو بھی اسی مخلوق کا ایک فرد تصور کرنے لگا اور پھر میرے دل و دماغ میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے نغمے گونجنا شروع ہوگئے۔

(۳)...... 10 سال کی عمر میں میں جو نعت رسول مقبول ﷺ ایک بار سن لیتا وہ مجھے زبانی یاد ہو جاتی جب کہ سکول کا انگریزی سبق مجھے 10-10 دن یاد نہیں ہوتا تھا۔

(۴)...... سبق یاد نہ ہونے کی صورت میں سکول میں اساتذہ کو انگریزی نظم کے بجائے نعت رسول ﷺ سنا دیتا تو ہر سزا سے بچ جاتا۔ ہوم ورک نہ کرنے کی صورت میں بھی اگر نعت رسول ﷺ سنا دیتا تو اساتذہ کی ہر سزا سے بچ جاتا تھا۔

(۵)...... اساتذہ کی اس شفقت نے میری مزید حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور میرے دل مُن نعت گوئی کا مزید جذبہ اور شوق پیدا کیا۔

(۶)...... 15 یا 16 سال کی عمر میں میں جب امیر دعوت اسلامی قبلہ پیر محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے دست مبارک پر بیعت ہوا تو ماں باپ کا بہت ادب کرتے کوئی چھوٹا ہو یا بڑا ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے۔

(۷)...... فیضان مدینہ کراچی جانے کی بہت خواہش تھی لیکن مالی حالات نے سفر کی اجازت نہ دی۔ لیکن فیضان مدینہ جانے کی خواہش نے اڑیالہ جیل میں پہنچا کر انوار مدینہ سے سرفراز فرما دیا۔

(۸)...... یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ دن بہت جلد آنے والا ہے جب نیل کے ساحل سے اٹھنے والی دعوت اسلامی کی یہ صدائے حق کاشغر کے پہاڑوں، میدانوں کو چیرتی ہوئی کوہ قاف کے پہاڑوں اور روئے زمین میں بسنے والے ہر جن وانس کو اسلام کا شیدائی بنا دے گی۔

(۹)...... نعتیں پڑھنے سے سینہ پانی کی طرح نرم اور گہرا دل درخت کی طرح ہرا بھرا اور دماغ آسمان کی طرح وسیع اور شفاف ہو جاتا ہے۔

(۱۰)...... عشق مصطفیٰ غم مصطفیٰ شوق مصطفیٰ درد مصطفیٰ چاہت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اصل میں معراج انسانیت ہے۔

(۱۱)...... اگر میں دنیا کا سب سے پہلا یا سب سے بڑا عجائب گھر بناتا تو اس میں سب سے پہلے قرآن مجید فرقان حمید کو سجاتا کیونکہ یہ عرش عظیم کے مالک کا روئے زمین والوں کے لئے عظیم .... اور حسین ترین تحفہ مبارکہ ہے۔ جیسے دل سے پیار ہے اس کا بیڑا پار ہے۔

(۱۲)...... پیر و مرشد کی نظر کرم اور اثر انگیز دعاؤں کی بدولت جیل کی کوٹھری جس کا سائز 6×8 ہے اکثر اکثر ایک وسیع باغیچہ میں تبدیل ہو جاتی ہے دور دور تک پھول دار اور پھل دار درخت ہی درخت نظر آتے ہیں آسمان بھی نظر آتا ہے۔ چشمے بھی نظر آتے ہیں اور پہاڑ بھی اور پرندے بھی سب کچھ نظر آتا ہے اور مل بھی جاتا ہے۔

(۱۳)...... جیل کی دیواروں کو اکثر ٹوٹا ہوا شگاف ذرہ دیکھتا ہوں اور جیل کی سلاخیں اکثر ہوا یا پانی کی لہروں کی طرح راستہ دیتی رہتی ہیں۔

(۱۴)...... وہ تمام عاشقان مصطفیٰ ستاروں کی طرح حرف با حرف نظر آتے ہیں جو ناموس رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خاطر اور میری رہائی کے لئے قربانیاں دے رہیں ہیں۔

(۱۵)...... یہاں مجھ گنہگار پر آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بے شمار کرم ہیں تھوڑا ہوش وحواش گنوا دیتا ہے قلم ہاتھ سے گر جاتا ہے اور ایک بار پھر جود و کرم کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔

(۱۶)...... میں بہت زیادہ خوش ہوں آپ سب بھی چلے آؤ سب اکٹھے مدینہ چلتے ہیں۔

(۱۷)...... اگر تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں تو میری وصیت ہے کہ مجھے غسل دعوت اسلامی کے میٹھے میٹھے پیارے اسلامی بھائی دیں۔

(۱۸)...... میرے جنازے کو میرے گھر والے اور اسلامی بھائی کندھا دینے میں پیش پیش ہوں۔

(۱۹)...... میری قبر زمین کے برابر ہو اور میرے قد کے برابر گہری ہو۔

(۲۰)...... اگر ہو سکے تو جنت البقیع عرب شریف یا پھر جہاں والد گرامی اور زوجہ محترمہ کی خواہش ہو دفن کیا جائے۔

(۲۱)...... بیٹے محمد علی قادری عطاری کو حافظ قرآن اور پھر باعمل عالم بنایا جائے۔ دینی تعلیم کے لئے دعوت اسلامی کے مرکز مدرسۃ المدینہ اور جامعۃ المدینہ کراچی میں داخل کروایا جائے۔

(۲۲)...... نماز جنازہ قبلہ پیر و مرشد محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ یا پھر قبلہ پیر حسین الدین شاہ صاحب پڑھائیں۔

(۲۳)...... اپنے آپ کو اکثر جیل سے باہر اپنے اہل خانہ اور اسلامی بھائیوں کی محفل میں شریک دیکھتا ہوں۔

(۲۴)...... جیل انتظامیہ کا رویہ میرے ساتھ اچھا ہے کسی سے کوئی شکایت نہیں۔ اللہ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(۲۵)...... روزنامہ اوصاف اور روزنامہ نوائے وقت کے مالکان اور تمام کارکنان سے دل بہت مطمئن اور خوش ہے۔ اللہ تعالی انہیں مزید اسلام کا شیدائی اور پاکستان کا خیر خواہ اور حقیقی پاسدار بنائے۔ امین ثم امین

(۲۶)...... تمام بچوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں، سے التماس ہے کہ مدنی چینل دیکھتے رہیں اس میں اصلاح اور برکت کے بہت سے پروگرام ہیں۔ جن سے آپ کی دنیا و آخرت بہتر ہو جائے گی۔ (دلپذیر اعوان)

(۲۷)...... ہمیشہ باوضو رہیں۔

دوسرے حصہ میں آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں:

- ......دوران تفتیش غازی صاحب کو کہاں کہاں رکھا گیا۔
- ......کن کن پولیس افسران اور انٹیلی جینس اداروں نے تفتیش کی۔
- ......کیا کیا سوالات کیئے۔
- ......غازی صاحب نے کیا کیا جوابات دیئے۔
- ......پولیس ریمانڈ کی روداد۔
- ......دوران ریمانڈ غازی صاحب پر مافوق الفطرت تشدد۔
- ......غیر مسلموں کے ذریعے جسمانی تشدد کی روداد۔
- ......جسمانی تشدد کے بعد غازی صاحب کا عشق مصطفیٰ سے لبریز انوکھا اقرار اور انکشاف۔
- ...... پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ریمانڈ ختم ہونے سے ایک دن پہلے عدالت پیش کر دینا۔
- ......جیل روانگی کے حالات۔
- ......جیل میں آمد اور استقبال۔
- ......اڈیالہ جیل کے قیدیوں کا غازی صاحب سے عجیب اظہار محبت۔
- ......جیل انتظامیہ کے ہوش ہواس کا اڑ جانا اور عاشق رسول کی تعظیم میں جھک

جانا۔

- ......غازی صاحب کو جیل میں رکھنے کے لئے مناسب سیل کا انتظام کرنا۔
- ......قید تنہائی۔

یہ سب اور غازی صاحب سے متعلق اور بہت کچھ معلومات پڑھنے کے لئے ہماری آنے والے اس دوسری جلد کا انتظار کریں۔

(سجاد حیدر قادری 25 دسمبر 2011ء)

تمت بالخیر

مآخذومراجع

صحیح بخاری

شرح صحیح مسلم

الصارم المسلول

تفسیر روح البیان

جواہر البحار

عمدۃ القاری

البدایہ والنہایہ

الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ

ترمذی شریف

سنن دارمی

درمختار

فتاوی عالمگیری

فتح القدیر

ردّ المحتار

احکام القرآن للجصاص

فتاوی رضویہ

وجیز لکردری

نسیم الریاض

تفسیر مظہری

تفسیر کشاف

دلائل النبوۃ

طبقات ابن سعد

سنن ابوداؤد

سنن نسائی

فتاویٰ بزازیہ

فتاویٰ ہندیہ

درر الحکام

الاشباہ والنظائر

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر

ذخیرۃ العقبیٰ

روض الطالب من اسنی المطالب

روحانی خزائن

کنزالایمان

نزول المسیح

ازالہ اوہام

روزنامہ الفضل، قادیان

تحفہ گولڑویہ

براہین احمدیہ

تفسیر کبیر

تفسیر ابن کثیر

تاریخ خطیب

وفاء الوفاء

عبرت نامہ اندلس

الشہاب الثاقب

بحر الرائق

خطبہ الہامیہ

شتم رسول

❁❁❁❁

اِقبال کا آخری معرکہ

مُرتبہ
سیّد نور محمّد قادری

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سرِ منبر کہ مِلّت از وطن است
چہ بے خبر ز مقامِ محمّدِ عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نرسیدی تمام بولہبی است

حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

دورِ جدید کے بعض مسلم مسائل

ایک بازدید

خوشتر نورانی

ناشر
والضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا

دِل بہ محبوبِ حجازی بستہ ایم
زیں جہت با یک دِگر پیوستہ ایم

اِتحاد بین المسلمین
وقت کی اہم ضرورت

اَز

مجددِ ملت مولانا محمد عبد الستار خان نیازی
وائس پریذیڈنٹ ورلڈ اسلامک مشن
(الدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ)

والضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور (دارالاسلام، لاہور کے سنگ وہم آہنگ)

تاسیس / کارکردگی: ''والضحیٰ پبلی کیشنز'' صالح اِسلامی اَفکار کا ضامن اور خالص مذہبی نظریات کا حامل ایک علمی تحقیقی اِشاعتی اِدارہ ہے، جس کی بنیاد 1432ھ/ 2011ء میں رکھی گئی اور محض اللہ تعالیٰ مجدہ کے کمال فضل سے اب تک پیہم اپنے نیک اِرادوں اور دوررَس منصوبوں کی تکمیل کے لیے تازہ ولولوں کے ساتھ کوشاں ہے۔ بحمدِ اللہ سبحانہٗ اِس مختصر عرصے میں اِدارہ نے وقت کے نباض علما اور پختہ کار محققین کی سرپرستی میں اپنے کئی اہدافِ مقاصد میں کماحقہٗ کام یابی حاصل کر کے بامقصد قیام کا ثبوت دیا ہے۔

منشور / عزائم: ''والضحیٰ پبلی کیشنز'' کی اَساسی اغراض میں سب سے پہلے پاکستان پھر دُنیا بھر میں اِسلامی فکر کے خلاف پھیلائی گئی اندوہ ناک میڈیائی یلغار (Media War) کے مقابل مسلمات وشعائرِ اِسلامیہ کا تحفظ اور ترجیحی بنیادوں پر اُمورِ سلطنت واُصولِ ریاست پر نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کا شعور بیدار کرنا اور جمہوریت (Democracy) کی خرابات کو آشکارا کرنا کہ جس کا اِسلامی نقطۂ نظر سے نظامِ کفر ہونا مسلّم ہے، پھر خاص الخاص اِسلامیّت (Islamization) کا فروغ اور اِرتداد (Apostasy) و اِلحاد (Atheism) کا اِستیصال ہے، نیز وہ طاقتیں جو اِسلام کا نام اِستعمال کر کے اندرونِ خانہ اِسلامی ساکھ کو کھوکھلا کرنے میں دِن رات مصروفِ کار و برسرِ پیکار ہیں اور وہ سازشی عناصر بالخصوص متجدّد دین اور طبقۂ بے دین جو بین الاقوامی سطح پر یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ (مادّی) ترقی کے اِس دور میں اِسلام - معاذ اللہ - فرسودہ نظام بن چکا ہے جس کا کچھ اندازہ دُنیا کے کئی خطوں میں رائج مختلف قسم کے ظاہراً اِقتصادی اصلاً نیچریت اور دہریت کے پرچارک نظاموں جیسے کیپٹل اِزم (Capitalism)، سوشل اِزم (Socialism)، مارکس اِزم (Marxism)، کمیون اِزم (Communism)، بالشواِزم (Bolshevism) وغیرہ کے وضعی واِقبالی مقاصد سے بھی لگایا جاسکتا ہے، اُن بیمار ذہنوں اور مردہ دِلوں کو دِینِ اِلٰہی کی ابدی آفاقیت اور اِس نظام کی سرمدی برکات سے رُوشناس کرا کے اُن کے اِس زعمِ باطل کا قلع قمع کرنا اور وہ تمام تر تخریبی قوتیں جو کسی بھی طرح سے اِسلام کی اصلی شکل کو مسخ کرنے کے درپے ہیں اُن کا تعاقب کر کے اُنھیں بے نقاب کرنا۔ اِس کے ساتھ ساتھ بہ طورِ خصوصی تشیُّعیت، خارجیت (Kharijism)، قادیانیت (Ahmadiyya)، یہودیت (Judaism)، عیسائیت (Christianity)، ہندومت (Hinduism)، بدھ مت (Buddhism)، سکھ مت (Sikhism) اور کنفیوشس مت (Confucianism) اور دیگر ادیان ومذاہب ومسالک پر علمائے اِسلام کی کاوشوں کو منظرِ عام پر لایا جائے گا اور اِن سے بھی بڑھ کر خطرناک سوچ جسے مادّیت (Materialism)، جدیدیت (Modernism) اور لادِینیت (Secularism) سے موسوم کیا جاتا ہے اور اِس کے اثرات مسلمانوں کی نئی نسل کے ذہنوں پر راسخ ہو چکے ہیں اُن کے اِزالہ کے لیے حسبِ اِقتضا سنجیدہ ومسکت لٹریری مواد فراہم کرنا مع ہذا مسلم دُنیا کے سلگتے مسائل پر دورِ حاضر کے بالغ النظر، وسیع المشاہدہ اور صحیح الاعتقاد والعمل سکالرز کے صحت مندانہ، دانش ورانہ اور نقادانہ تبصرے اور تجزیے اِسلامیانِ عالم کے سامنے پیش کرنے کے مبارک عزائم بھی اِدارہ کے تعمیری افکار کے لازمی اجزا ہیں۔

اِس کے علاوہ اِسلامی تارِیخ کے اُن تابندہ نقوش کی تدوین جو تاریخ کے صفحات پر اَن مٹ حقائق بن کر ثبت ہو چکے ہیں اور اِسلام کے عہدِ عروج کی وہ تاب ناک شخصیات جنھوں نے اپنی زِندگیاں دِین کے نام پر

وقف کیں اُن کے بے پناہ درد اور خلوص بھرے ناقابل فراموش کارنامے اُمت کے سامنے پیش کرنا نیز روایت سے ہٹ کر اَسلاف علماء وفضلا کی تاریخی حیثیت کی گم گشتہ علمی فنی زرّیں تحقیقات کو دریافت کر کے زندہ کرنا، خلافت (اِسلامی نظام ہائے حیات) کی کرامات ومحاسن سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور عالمی میڈیا پر جہاد اور دہشت گردی کے فرق کو واضح کرنا نیز جہاد کی حقیقی فکر کو زندہ رکھنا اور 'اِسلامی پاکستان' کے خواب کو حقیقت میں بدلنے کے لیے کوششیں کرنا [جس کے حصول کے لیے ہمارے بزرگوں نے اپنی جانوں کے قیمتی نذرانے تک پیش کردیے، لیکن بدقسمتی سے پاکستان کی **64** سالہ تاریخ (**66** سال قمری) میں وہ پاکستان ہمیں ایک لمحہ کے لیے بھی نصیب نہیں ہوسکا]؛ یہ اِس اِدارہ کے عظیم مقاصد میں شامل ہے۔

علمائے اِسلام کے اُردو زبان وادب کے بھی ایسے کئی نادر ونایاب شہ پارے سامنے لائے جائیں گے، جو فن اور تخلیق میں اپنا نام اور مقام رکھتے ہیں۔ نیز علم وتحقیق کا ہر وہ چھوٹے سے چھوٹا گوشہ جس کی اہمیت سے لوگ تغافل یا تساہل برت رہے ہیں، اُس پر جدید سائنٹفک انداز میں کام کر کے اُس میں محققین کے لیے نئی جہات تلاش کرنے کا پروگرام بھی اِدارہ کے مشن کا حصہ ہے۔

''والضحیٰ پبلی کیشنز'' کسی وقتی عمل کا نام نہیں بل کہ ناگزیری وجوہ کی بنا پر قائم کیا گیا ایک اِدارہ ہے، ایک مستقل تحریک ہے۔ ایسے دور میں کہ جب گم راہی حتی کہ بے دینی ایک مضبوط اور منظّم منصوبے کے تحت کوچہ کوچہ، گھر گھر منتقل کی جارہی ہے، باطل کے کارندے خفیہ اور علانیہ؛ ہر ممکن طریقے سے حق کو دبانے کی مکروہ سازشیں کررہے ہیں، ستم بالائے ستم یہ کہ باطل پر حق کا لیبل چڑھا کر پیش کیا جارہا ہے، ایسے حالات میں ایک ایسے اِدارے کا قیام عالم اِسلام کے لیے مبارک بھی ہے اور نہایت اہم بھی، جو ہر سُو صحیح اِسلامی تعلیمات کا اِبلاغ اعلیٰ صحافتی معیاروں کو پورا کرتے ہوئے کرے اور جہاں کہیں باطل اپنے ناپاک عزائم میں کام یاب ہوا ہے یا اپنے پاؤں جمانے کی کوشش کررہا ہے، اُس کا خاتمہ کر کے وہاں اِسلامی قدروں کو اُجاگر کرے۔

اپیل! ''والضحیٰ پبلی کیشنز'' اُن اصحابِ علم کی نگارشاتِ قلم کے تحفظ کا فریضہ کفایہ ادا کررہا ہے جن کی نسبت حدیثِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں ہے:- **وُزِنَ حِبْرُ الْعُلَمَاءِ بِدَمِ الشُّهَدَاءِ فَرَجَحَ عَلَيْهِمْ**۔ (خطیب عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

''علما کے قلم کی روشنائی کو شہدا کے خون سے وزن کیا گیا تو وہ اُن پر بھاری پڑ گئی۔''

(الجامع الصغیر **2** / **571** رقم الحدیث: **9619**)

اہل اِسلام سے اپیل کی جاتی ہے کہ ''والضحیٰ پبلی کیشنز'' کے ساتھ مل کر دِین متین کی بہترین اِشاعت وترویج کے لیے اپنی حلال کمائی کا کچھ نہ کچھ حصہ لٹریچر کو عام کرنے میں صرف کریں! یقیناً یہ کام آپ کے مالی تعاون اور عزت افزائی کے بغیر ممکن نہیں۔ کیوں کہ یہ وہ دور ہے جس کے بارے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پیشین گوئی فرما چکے ہیں کہ ''آخری زمانے میں دِین کا کام بھی درہم ودینار کے بغیر نہیں چلا کرے گا۔'' (کشف الخفاء **2** / **366** رقم الحدیث: **3269**)

موجودہ حالات میں اِس سلسلۂ خیر وبرکت کو آگے بڑھانے کے لیے علم دوست مشائخ، علما، طلبا، اُمرا، مہتممین اِدارات ومنتظمین محافل کو خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اِدارہ اُمید دِلاتا ہے کہ اگر عوام وخواص شعبۂ تحقیق کی اہمیت کو سمجھ کر اِس میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کردیں تو ہماری علمی حالت جو پچھلے کچھ عرصے سے باعثِ خفت بنی ہوئی ہے اِن شاء اللہ بہت جلد اِس طرف بھی ایک نیا جہان آباد ہوجائے گا۔

ہم مست ملنگ فقیروں کی طاقت کا تجھے اندازہ نہیں

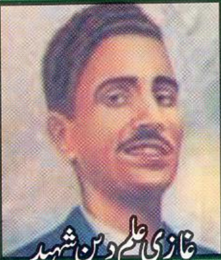
ہم وقت کے بہتے دریا ہیں طوفان اٹھانا جانتے ہیں


محمد سلیم قادری شہید

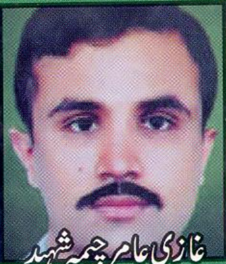

ثروت اعجاز قادری


محمد عباس قادری شہید

غازیوں کی بزم میں ممتاز! تو ممتاز ہے


غازی علم دین شہید


غازی عبدالقیوم شہید


غازی عامر چیمہ شہید

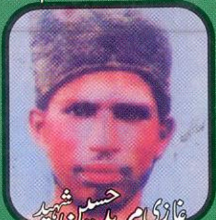

غازی ممتاز حسین قادری

صدیوں میں نور جائے گا اِس شیر مرد کا

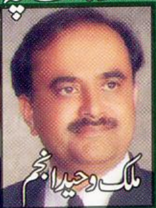
اب بن گیا ہے عشق کا معیار قادری



کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں


غازی مرید حسین شہید

رفاقت پہ اِن کی بجا ہم ہیں نازاں


ملک وحید انجم


خواجہ محمد شریف


نذیر احمد غازی

جس دِن سے وہ گستاخ پر تلوار بنا ہے

اُس دِن سے بن گیا ہے میرا یار قادری



والضحیٰ پبلی کیشنز
داتا دربار مارکیٹ لاہور
0300-7259263